 Date - 6-7-10

Title - MUHAMMAD-E-ARABI

Creator - Barkat ullah.

Publisher - Barkat ullah (Fatehgarh).

Date - N.A.

Pages - 216.

Subject - Seerat.. Mohd. Sallallahu Alaih Wasallam.

محمدِ عربی

مؤلفہ

پادری برکت اللہ ایم۔ اے

مصنف

نور الہدیٰ جواب ینابیع المسیحیت سائنس اور مسیحیت
کلمۃ اللہ کی تعلیم صحت کتب سماوی صلیب
کے علمبردار عالمگیر مذہب وغیرہ

ملنے کا پتہ

پادری برکت اللہ [illegible] ضلع گوجرانوالہ

پنجاب

[illegible]

[illegible]

تقریظات

(۱)

پادری مولوی سلطان محمد پال صاحب افغان پروفیسر عربی فورمن کرسچن کالج لاہور رسالہ محمد عربی کی نسبت اپنی رائے کا ذیل کے الفاظ میں اظہار کرتے ہیں:-

"عالیجناب فضیلت انتساب پادری برکت اللہ صاحب ایم۔اے نے آنحضرت کی سیرت تالیف فرما کر نہ صرف ایک مہتم بالشان اور قابل اعتنا کام انجام دیا ہے۔ بلکہ عیسائیوں اور مسلمانوں پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ اب تک آنحضرت کی سیرت کے متعلق جتنی کتابیں طرفین کی جانب سے لکھی گئی ہیں وہ افراط و تفریط۔ رطب و یابس سے خالی نہیں۔ اگر مسلمانوں نے آنحضرت کی شان کو بڑھا کر ان کو فوق البشر ثابت کرنا چاہا تو عیسائیوں نے ان کی شان کو اسقدر گھٹایا کہ ان کو ادنی البشر سے بھی کم تر ثابت کرنا چاہا۔ یہی وجہ ہے کہ طرفین کی کتب سے کسی تشنہ لب کی پیاس نہیں بجھ سکی۔

پادری صاحب موصوف نے اس کتاب کی تالیف میں یہ جدت رکھی ہے کہ روایات کے جمع کرنے میں اپنے جذبات اور معتقدات کو مطلق دخل نہیں دیا ہے جو کچھ اُن کو مسلمانوں کی مستند کتابوں میں قابل وثوق اور لائق سند روایات مل سکیں ان کو لے لیا۔ اور اُنہی مصنف کی عبارت میں اس کو بیان کیا ہے جہاں سے وہ روایت لی گئی ہے۔ لہذا یہ نادر تالیف ہر قسم کی دل شکنی اور ایذا رسانی اور تعصب نمائی سے پاک ہے۔

عبارت نہایت سلیس۔ ترتیب بے حد بدیع۔ خیالات نہایت رفیع ہیں۔ مجھ کو یقین واثق ہے کہ یہ مبارک کتاب مسیحیوں اور مسلمانوں میں رشتہ اخوت قائم کرنے میں بغایت مفید ثابت ہوگی۔"

(۲)

پادری جے عبد السبحان صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ڈی لیکچرار ہنری مارٹن مدرسۂ اسلامیات لاہور رسالہ محمد عربی کی نسبت فرماتے ہیں:۔

"محمد صاحب کی سوانح مرتبہ اور مؤلفہ عالیجناب معلی القاب فاضل اجل وحید العصر پادری برکت اللہ صاحب ایم۔ اے میری نظر سے گذری۔ مصنف موصوف کی ذات والا صفات علمی و مذہبی دنیا میں محتاج تعارف نہیں ہے۔ آپ کی کتاب نور الہدیٰ سے جو اصحاب واقف ہیں۔ اُن پر مخفی نہیں ہے کہ تحقیق و تدقیق کا مادہ کس طرح فطرت نے آپ کے اندر کُوٹ کُوٹ کر بھرا ہے۔ محمد صاحب کی سوانح حیات بھی آپ کی وسیع معلومات اور محققانہ طبیعت کا نتیجہ ہے۔ جو مذہبی دنیا کی ایک اہم ضرورت کو پُورا کر رہی ہے۔ محمد صاحب کی زندگی کے لکھنے میں اُن کے پیروؤں نے اگر ایک طرف غلو سے کام لیا ہے۔ تو دوسری طرف مخالفین کی قیاس آرائیاں بھی کسی طرح مبالغہ سے کم نہیں۔ مصنف موصوف نے محض ایسے واقعات لکھ کر جن کے ماخذ ہر فریق کے نزدیک خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم صحیح اور درست ہیں محمد صاحب کی زندگی کا صحیح مرقع مذہبی اور تحقیقی دنیا کے سامنے کھینچ کر رکھ دیا ہے۔ اور اپنی ذاتی رائے سے کہیں بھی کام نہیں لیا ہے۔ محمد صاحب کی سوانح حیات سے صحیح واقفیت پیدا کرنے کے لئے اس کے علاوہ اور کوئی کتاب آج تک نہیں لکھی گئی۔ اور سب سے بڑی خوبی مصنف نے اس کتاب میں یہ رکھی ہے کہ باوجود تاریخی اور تحقیقی ہونے کے نہایت سیدھے سادے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں تاکہ معمولی سے معمولی لیاقت کا شخص بھی بآسانی سمجھ سکے۔ اور طرز تحریر ایسا دلکش ہے کہ ایک مرتبہ شروع کرنے پر بغیر ختم کئے کتاب چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ اور پھر بھی تسلسل کو مصنف نے اول سے آخر تک قائم رکھا ہے۔ کتاب کی ہر سطر سے مصنف کی مسیحی طبیعت کا اظہار ہوتا ہے۔ اور باوجود ساری خوبیوں کے قیمت بہت کم ہے۔"

(۳)

پنڈت منوہر لعل جی ایم ۔ اے منشی فاضل کتاب محمد عربی کی نسبت حسب ذیل رائے کا اظہار کرتے ہیں:۔

"یہ ایک حقیقت ہے کہ سیرۃ محمدی پر جسقدر کتب ملتی ہیں وہ یا تو خود مسلمین یا اُن کے مخالفین کی طرف سے لکھی گئی ہیں۔ اور کسی مذہب کے معتقد یا اسکے مخالف افراط و تفریط کے معائب سے مبرّا نہیں ہوتے۔ یہی وجہ ہے کہ جسقدر بے علمی بگراہی اور ہٹ دھرمی مذہبی حلقوں میں پائی جاتی ہے اور کہیں کبھی نہیں ملتی۔ جائے فخر اور مقام مسرت ہے کہ پنجاب کے سرمایۂ ناز اور عالم ممتاز پادری برکت اللہ صاحب ایم اے نے دماغی اور مذہبی رواداری کی پہلی اور بے نظیر مثال قائم کی ہے۔ آپ نے حیات محمدی مذہبی عصبیت سے بالاتر ہو کر لکھی ہے۔ روایات نہایت مستند اسلامی ذرائع سے اخذ کی گئی ہیں۔ اپنے خیالات اور عقاید کو کہیں بھی اثر انداز ہونے نہیں دیا گیا۔ حتیٰ کہ عبارت بھی اصلی مصنف یا مؤلف کی ہی رکھی گئی ہے۔ زبان سادہ اور عام فہم ہے۔ پیرایۂ ترتیب بیحد دلکش ہے۔ آپ نے مسلمانوں کی ہی نہیں بلکہ سارے ہندوستان کی مذہبی فضا کو خوشگوار بنانے کی عملی کوشش کی ہے۔ اُمید ہے کہ نہ صرف مسلمان اور مسیحی ہی بلکہ ہندو اور دیگر غیر مسلم اصحاب بھی اس قابل قدر تالیف سے فائدہ اٹھائینگے"

فہرستِ مضامین رسالہ محمد عربی

مقدمہ

(۱)
سیرت محمدی کی تالیف کی ضرورت

حضرت محمد صاحب دنیا کی نامور ہستیوں میں سے ہیں۔ جس طرح ہندوستان کو مہاتما بدھ کے وجود پر۔ ایران کو زرتشت پر، چین کو کنفوشیس کے وجود پر اور بنی اسرائیل کو حضرت موسیٰ کے وجود پر بجا فخر ہے۔ اسی طرح سرزمین عرب کو حضرت محمد کے وجود پر فخر ہے۔ آپ کی ذات سے جو فیوض اہل عرب کو پہنچے وہ تاریخ کے ورقوں پر آب زر سے لکھے ہوئے ہیں۔ آپ نے عرب کے مختلف قبیلوں کو جو ایک دوسرے سے برسر پیکار رہتے تھے۔ ایک جماعت میں منظم کر دیا اور دشت عرب میں ایک ایسے مذہب کی بنا ڈالی جس نے عرب میں شرک اور کفر کا خاتمہ کر دیا اور اب دور حاضرہ میں مختلف ممالک میں پھیل گیا ہے۔ اس مذہب کے پیروؤں کی تعداد کروڑوں پر مشتمل ہے۔ پس ہر شخص کا فرض ہے کہ اس نامور ہستی کے سوانح حیات سے واقف ہو۔

یہ ایک علمی اور ادبی ضرورت ہے جس سے کوئی صاحب ہوش انکار نہیں کر سکتا۔ مختلف اشخاص نے اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے لیکن بدقسمتی سے اس کا تعلق مباحثہ اور مناظرہ سے ہو گیا ہے۔ ایک طرف اہل اسلام کا گروہ ہے جو کسی ایسے واقعہ کو ماننے کیلئے تیار نہیں جو اشارۃً اور کنایۃً بھی آنحضرت کی شان کے خلاف ہو۔ دوسری طرف غیر مسلم طبقہ ہے جو آنحضرت کی زندگی اور اخلاق کی ایسی بدنما تصویر پیش کرتا ہے۔ جو ہر قسم کے معائب کا مرقع ہوتی ہے۔ لیکن جیسا سر سید احمد مرحوم کہتے ہیں "وہ دونوں افراط اور تفریط میں پڑ گئے۔ پہلے تو شراب محبت کی سرشاری میں باٹ سے بھٹک گئے اور پچھلے اس رستہ کی ناواقفی سے منزل تک نہ پہنچے" (خطبات احمدیہ صفحہ ۹)

ہندوستانی مسیحیوں میں سے پادری عماد الدین صاحب مرحوم نے تاریخ محمدی

تصنیف کی۔ لیکن چونکہ ان کا روئے سخن اسلامی متکلمین سے تھا لہذا انہوں نے بھی بحث و مباحثہ کو مدنظر رکھ کر یہ کتاب لکھی تھی۔ چنانچہ مرحوم اسکے دیباچہ میں لکھتے ہیں:۔

"ہم لوگ محمد صاحب کے منادی نہیں ہیں جو اور مؤرخوں کی طرح صرف حال سناتے چلے جائینگے یا تسامح یا اغماض کے ساتھ بات بناکر لکھیں گے بلکہ ہم ان کے حال پر حملے کے طور پر اعتراض بھی کرینگے کیونکہ ہم محمدی عالموں سے ان اعتراضات کا جواب بھی مانگتے ہیں۔" صفحہ ۱۰

پھر تقلیبات التعلیقات میں مفتی چراغ علی کو مخاطب کرکے کہتے ہیں "میں نے تواریخ محمدی میں جابجا اپنے گمان میں مناسب اعتراض بھی بہت سے کئے ہیں اس امید سے کہ ان کا کچھ جواب آپ لوگوں سے سنوں گا۔ کیا اس کا جواب یہی ہے آپ مہمل موٹی موٹی عربی کے الفاظ ہی بولا کر سنا دیں اور ہزار اعتراضوں میں سے ایک کا جواب بھی نہ دیں۔" صفحہ ۱۴۱

یورپ کے مسیحی مصنفین نے جو آنحضرت کی سیرت پر متعدد کتابیں لکھی ہیں لیکن اہل اسلام کے نزدیک کوئی ایسی کتاب حجت نہیں ہو سکتی جو ضعیف اور موضوع روایات پر مبنی ہو۔ مسلمان علماء اس بات کے شاکی ہیں کہ یورپین مصنفین عموماً واقدی پر انحصار کرتے ہیں۔ اور اسکی نسبت امام شافعی کا قول ہے کہ کہ واقدی کی تمام تصانیف جھوٹ کا انبار ہے۔ پس جو سیرت کی کتاب واقدی پر ہی مبنی ہوگی وہ اہل اسلام کے لئے حجت نہیں ہو سکتی۔ اور ایسی کتاب کا لکھنا وقت عزیز کو ضائع کرنا ہے۔

پس ایک ایسی کتاب کی ضرورت ہے جس کا تعلق مباحثہ اور مناظرہ سے نہ ہو اور جو محض علمی حیثیت سے لکھی جائے جو صرف صحیح تاریخی واقعات پر ہی مشتمل ہو اور جس میں مولف کی ذاتی رائے کو قطعاً دخل نہ ہو اور جو مسلم اور غیر مسلم دونوں کیلئے مفید اور کارآمد ہو۔ ہم نے کوشش کی ہے کہ یہ تالیف ان تمام ضروریات کو پورا کرے۔ وما توفیقی الا باللہ

(۲)

حضرت محمد صاحب کی زندگی کے واقعات معلوم کرنے کے حسب ذیل ماخذ ہیں۔

قرآن

(۱) قران شریف۔ یہ ماخذ اہل اسلام کے نزدیک سب سے زیادہ مستند اور قابل وثوق ہے۔

کتب سیر اور ان کی تنقید

(۲) سیرت و تاریخ کی کتابیں۔ عام قیاس یہی چاہتا ہے کہ[۵۲] جو واقعات ان کتب میں ہوں گے وہ سب سے زیادہ صحیح ہوں گے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ سیرت کے واقعات حضرت محمد کے تقریباً سو برس بعد قلمبند ہوئے اور ان کا ماخذ کوئی کتاب نہ تھی بلکہ زبانی روایات تھیں پس سیرت کی کتب میں ہر قسم کا رطب و یابس بھرا پڑا ہے۔ چنانچہ حافظ زین الدین عراقی کہتے ہیں کہ "طالب فن کو معلوم ہو کہ سیرت کی کتابوں میں ہر قسم کی روایتیں نقل کی جاتی ہیں۔ صحیح بھی اور غلط بھی"[۵۳]۔ سر سید مرحوم ان کتب سیر کی نسبت لکھتے ہیں "یہ سب کتابیں تمام سچی اور جھوٹی روایتوں اور صحیح اور موضوع حدیثوں کا مختلط مجموعہ ہے جس میں صحیح اور غلط۔ مشتبہ اور درست جھوٹی اور سچی کسی کا کچھ امتیاز نہیں اور جو کتابیں زیادہ قدیم ہیں ان میں اس قسم کا اختلاط اور زیادہ ہے۔ قدیم مصنفوں اور اگلے زمانہ کے مورخوں کو تصنیفات سے زیادہ غرض یہ تھی کہ ہر ایک قسم کی روایتوں اور افواہوں کو جو اُن کے زمانہ میں پھیل رہی تھیں ایک جگہ جمع کر لیں اور اس بات کی تحقیقات اور تصحیح کہ کونسی ان میں کی بالکل صحیح ہے اور کونسی غلط۔ کس میں زیادتی یا کمی ہوئی ہے اور کس میں مضمون کے سمجھنے اور واقعہ کے بیان کرنے میں غلط فہمی ہوئی ہے آیندہ وقت یا آیندہ نسلوں پر منحصر رکھیں۔ مگر افسوس یہ ہے کہ پچھلی نسلوں نے بعوض اسکے کہ تحقیقات مطلوبہ کرنے سے اپنے بزرگوں کے مقاصد کی تکمیل کرتے انہی کتابوں کو اپنی تصنیفات جدید کا ماخذ ٹھیرایا اور اس لئے ان پچھلے مصنفوں کی تصنیفوں میں بھی وہی نقص پیدا ہوا

جو اُن قدیم مصنفوں کی تصنیفوں میں تھا۔ غرض کہ اب فن سیر کی تمام کتابیں کیا قدیم کیا جدید شل ایسے غلّے کے انبار کے ہیں جنہیں سے کنکر۔ پتھر کوڑا کرکٹ کچھ چنا نہیں گیا اور ان میں تمام صحیح اور موضوع۔ جھوٹی اور سچی۔ سند اور بے سند۔ ضعیف اور قوی۔ مشکوک اور مشتبہ روائیتیں مخلوط اور گڈ مڈ ہیں"۔ خطبات ص۱۱

پس سیرت کی مستند اور مسلم الثبوت کتب میں بھی ضعیف روایات موجود ہیں۔ ابتدا میں سیرت محمدی کی کتابیں صرف لڑائیوں کے بیان پر ہی مشتمل ہوتی تھیں جس طرح قدیم بادشاہوں کی تاریخیں جنگ نامہ اور شاہنامہ کے نام سے لکھی جاتی تھیں یا جس طرح کتب عہد عتیق میں سلاطین یہود کی سوانح حیات بیان کرتے وقت مؤرخین نے جنگوں کے بیان کرنے پر ہی اکتفا کی ہے یہی وجہ ہے کہ ان کتب سیرت کو بعض اوقات مغازی بھی کہتے تھے۔ اس طریق عمل کے دو نتیجے ہوئے۔ اول چونکہ لڑائیوں کے بیان کرنے میں تفصیل کی ضرورت ہوتی ہے لہٰذا سیرت کے مصنفین کو تنقید اور تحقیق کا معیار کم کرنا پڑا اور ان کی کتب میں ضعیف روایات شامل ہو گئیں۔ دوم چونکہ ان کتب میں لڑائیوں اور جنگوں کا عنصر غالب تھا لہٰذا حضرت محمد ایک فاتح اور سپہ سالار کے رنگ میں ہر جگہ نظر آنے لگے۔ اور یہ ان کی اصلی صورت قرار دیدی گئی۔ اور اُن کے دیگر سوانح حیات کو نظر انداز کر دیا گیا۔

سیرت کی مشہور کتاب محمد بن اسحاق کی کتاب ہے۔ وہ امام فن مغازی کے نام سے مشہور ہیں۔ محمد بن اسحاق (تاریخ وفات ۱۵۱ھ) تابعی ہیں اور انہوں نے متعدد صحابہ کو دیکھا تھا علم حدیث میں کمال رکھتے تھے۔ اگر کوئی اعتراض ان پر ہے تو یہ ہے کہ جنگ خیبر وغیرہ کے واقعات انہوں نے ان مسلمانوں سے اخذ کئے ہیں جو پہلے یہودی تھے لیکن وہ ایسے ثقہ ہیں کہ امام بخاری نے ان کی سند سے روایات نقل کی ہیں اور ان کو صحیح سمجھا ہے۔ اور محدثین کا عام فیصلہ یہی ہے کہ مغازی اور سیرت میں ان کی روایات مستند ہیں۔ ان کی اصل کتاب نایاب ہے لیکن اس کتاب کی یادگار ابن ہشام کی کتاب ہے۔ ابن ہشام (سن وفات ۲۱۸ھ) نہایت

ثقہ اور مشہور مؤرخ و محدث تھے۔ انہوں نے ابن اسحاق کی سیرت کو اضافہ کرکے مرتب کیا۔ ان کی کتاب سیرت ابن ہشام کے نام سے مشہور ہے۔

مؤرخین میں سے امام طبری (سن وفات ۳۱۰ھ) نہایت ثقہ ہیں اور کل محدثین ان کے علم و فضل کے قائل ہیں۔ ابن خلدون اور ابوالفدا کی مستند تاریخیں ان کی کتاب سے ماخوذ ہیں۔

ہم نے اس تالیف میں سیرت ابن ہشام اور تاریخ ابوالفدا سے مدد لی ہے۔ ابوالفدا کی نسبت سرسید جیسا محقق لکھتا ہے کہ وہ "اعتبار کے لائق ہے۔ اس نے اپنی کتاب احتیاط سے لکھی ہے" اور "اس بات کی کوشش کی ہے کہ کوئی موضوع یا مشتبہ یا لغو روایت اس میں نہ داخل ہونے پائے"۔ ہم نے واقدی کو نظر انداز کر دیا ہے کیونکہ محدثین بالاتفاق اس کو کاذب کہتے ہیں۔

کتب حدیث

(۴) حضرت محمد کی زندگی کے واقعات کو معلوم کرنے کا بہترین ذریعہ کتب حدیث ہیں۔ یہ امر زیر بحث ہے کہ آیا آنحضرت کے زمانہ میں روائتیں اور حدیثیں قلمبند ہوئی تھیں یا نہیں۔ ایک طرف تو صحیح مسلم میں مذکور ہے کہ حضرت نے فرمایا "مجھ سے جو سنو اس کو بجز قرآن کے قلمبند نہ کرو اور اگر کسی نے لکھا ہو تو اس کو مٹا ڈالو"۔ دوسری طرف صحیح بخاری سے یہ ثابت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص اور حضرت علی اور حضرت انس نے حدیثیں قلمبند کیں۔ لیکن یہ حدیثیں تعداد میں نسبتاً بہت کم تھیں۔ ابن ماجہ نے روایت کی ہے کہ آنحضرت نے منبر پر یہ حکم دیا تھا "خبردار مجھ سے زیادہ حدیثیں نہ روایت کرو"۔ ایک اور دفعہ آنحضرت نے فرمایا کہ "جو شخص میری نسبت کوئی جھوٹی روایت بیان کرے تو چاہیئے کہ وہ اپنا گھر آگ میں بنالے"۔ لیکن باوجود اس تنبیہ کے ہزاروں اشخاص نے مختلف اغراض کی وجہ سے (جن کا مفصل ذکر باعث طوالت ہوگا) لاکھوں احادیث وضع کر ڈالیں۔ چنانچہ امام بخاری نے چھ لاکھ حدیثوں میں سے صرف چار ہزار کو معتبر سمجھ کر جمع کیا۔

احادیث صحیحہ کی جانچ پڑتال صحیح روایات کے جانچ پڑتال کیلئے مختلف اصول مقرر کئے گئے۔ اور اسماالرجال کے علم کی تدوین کی گئی۔ پہلا اصول یہ تھا کہ روایت کا سلسلہ اصل واقعہ تک کہیں منقطع نہ ہونے پائے یعنی واقعہ اُس شخص کی زبان سے بیان کیا جائے جو خود شریک واقعہ ہو اور اگر خود نہ ہو تو شریک واقعہ تک تمام راویوں کے نام ترتیب وار بیان ہوں۔ اور یہ راوی صادق۔ ثقہ۔ دقیقہ شناس۔ عالم یعنی فہم اور عادل ہوں جن کا حافظہ زبردست ہو۔ دوسرا اصول یہ تھا کہ جس قدر اہم واقعہ ہو اسی قدر شہادت کا معیار بلند ہو یعنی جس درجہ کا واقعہ ہو اُسی درجہ کی شہادت ہونی چاہئے۔ تیسرا اصول یہ تھا کہ بیان کردہ واقعہ قرآن اور حدیث متواتر اور اجماع قطعی کے خلاف نہ ہو بلکہ محسوسات تجربہ مشاہدہ اور عقل کے عین مطابق ہو۔ لیکن یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہر شخص جس روایت سے چاہے یہ کہہ کر انکار کر سکتا ہے کہ یہ روایت میرے نزدیک عقل کے خلاف ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ محدثین سلسلۂ روایت کے ساتھ یہ بھی جانچتے تھے کہ آیا دیگر شواہد اور قراین اس روایت کے موافق ہیں یا نہیں تاہم عام فیصلہ یہی ہے کہ جس روایت کے راوی ثقہ ہوں اور سلسلۂ روایت واقعہ تک پہنچتا ہو وہ باوجود خلافِ عقل ہونے کے لایق حجت ہے۔

محدثین نے صحیح روایات جمع کرنے میں نہایت محنت۔ نکتہ سنجی۔ جانفشانی اور جانکاہی سے کام لیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آنحضرت کے "اقوال و افعال وضع و قطع۔ شکل و شباہت۔ رفتار و گفتار۔ مذاق طبیعت۔ انداز گفتگو۔ طرزِ زندگی۔ طریق معاشرت۔ کھانے پینے۔ چلنے پھرنے۔ اٹھنے بیٹھنے۔ سونے جاگنے ہنسنے بولنے کی ایک ایک ادا محفوظ رکھی گئی" ۔

محدثین کی فروگذاشتیں دور حاضرہ کے معیار کے مطابق محدثین سے دو قسم کی فروگذاشتیں صادر ہوئیں۔ انہوں نے اپنے زمانہ کے معیار کے مطابق نہایت کاوش اور عرقریزی سے کام لیا اور صحیح احادیث اور واقعات کی کھوج کرنے میں کوئی دقیقہ

باقی نہ چھوڑا۔ لیکن آخر وہ انسان اور محدود العقل تھے ان کا ذہن رسا موجودہ زمانہ کی ضروریات اور اصول تحقیق سے واقف نہ ہو سکتا تھا۔

پہلی فروگذاشت جو اُن سے صادر ہوئی یہ تھی کہ انہوں نے واقعات کے بیان کرنے پر ہی کفائت کی لیکن ان واقعات کے اسباب کی طرف توجہ نہ کی۔ موجودہ زمانہ میں ہر بچہ بھی یہ جانتا ہے کہ کوئی واقعہ بغیر علت کے وقوع پذیر نہیں ہوتا لیس مؤرخ کسی واقعہ کو بیان کرنے سے پہلے اُس کے اسباب کو مفصل طور پر بیان کرتا ہے اور ان حالات کو بتاتا ہے جن کی وجہ سے وہ واقعہ ظہور پذیر ہوا۔ لیکن اسلامی مؤرخین اور محدثین واقعات کی صحت معلوم کرنے میں کوشاں ہیں۔ لیکن واقعات کے اسباب کی تحقیق و تلاش کی طرف مطلق توجہ نہیں کرتے۔ دورِ حاضرہ میں کسی شخص کی زندگی کے کارناموں اور سوانح حیات کو مکمل طور پر سمجھنے کے لئے یہ نہایت ضروری خیال جاتا ہے کہ ہم اس کے مقاصد اور اغراض اندرونی نیت اور ارادوں سے واقف ہوں جن کے باعث مختلف واقعات ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ علاوہ ان باطنی امور کے ہمیں اُن ظاہری اسباب و حالات سے بھی واقف ہونا ضرور ہے جو اس دیدنی دنیا میں علت و معلول کے سلسلہ میں واقعات کے علل ہوتے ہیں۔ پس آنحضرت کی زندگی کے واقعات کو معلوم کرنے کیلئے یہ ضروری امر ہے کہ ہم ان کے اندرونی ارادوں اور بیرونی حالات سے واقف ہوں۔ جن کی وجہ سے آپ کی زندگی کے مختلف واقعات رونما ہوئے جائے افسوس ہے کہ اسلامی مؤرخین اور محدثین نے آپ کی زندگی کے واقعات کے اسباب بیان کرنے کی طرف مطلق توجہ نہیں کی۔

دوسری فروگذاشت جو دورِ حاضرہ کے اصول تحقیق کے مطابق اسلامی مؤرخین سے صادر ہوئی یہ ہے کہ روایت کی صداقت کی تحقیق میں انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ آیا راوی کا بیان بجائے خود واقعات اور قرائن کے [illegible] مطابقت رکھتا ہے یا نہیں لیکن دورِ حاضرہ کے معیار کے مطابق کسی واقعہ کے بیان کی صحت کیلئے یہ ضروری امر ہے کہ اس بیان کے مختلف اجزا ایک دوسرے کے

اور گردوپیش کے حالات کے مطابق ہوں۔ فرض کرو کہ کسی بیان کے مختلف اجزا ایک دوسرے کے نقیض ہوں یا قرائن کے تناسب سے مطابقت نہ رکھتے ہوں اور بیان مربوط اور مسلسل نہ ہو اور جگہ جگہ سے اکھڑتا ہو تو وہ بیان غلط ہوگا خواہ اس کا راوی ثقہ ہو۔ اور اسمائے رجال کا علم اُس راوی کو نہایت مستند رواۃ میں شمار کرے۔ واقعات کی صداقت جانچنے کے لئے محض راوی کا ثقہ اور مستند ہونا کافی نہیں۔ روایت کے نفس مضمون۔ ربط۔ سلسلہ۔ قرائن۔ گردوپیش کے واقعات وحالات کے ساتھ تطبیق وغیرہ کو بھی مدنظر رکھنا لازم ہے۔ اسلامی مورخین نے اس اصول تنقیح وتنقید کی طرف توجہ نہیں کی۔ اگر ہم دورِ حاضرہ کے اصول تحقیق کے مطابق اُن احادیث کو جن کو امام بخاری نے صحیح تسلیم کیا ہے جانچیں تو امام بخاری کی چار ہزار احادیث کا نصف ہم کو رد کرنا پڑیگا۔

مثال کے طور پر احادیث کے جمع کرنے کے بارے میں آنحضرتؐ نے کیا حکم دیا؟ بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ نے اجازت دی چنانچہ ابن عمرو بن عاص کہتا ہے "کہ میں جو بات حضرتؐ سے سنتا تھا فوراً لکھ لیا کرتا تھا تو قریش نے مجھے منع کیا اور کہنے لگے تو ہر چیز لکھتا جاتا ہے اور رسول اللہ آخر آدمی ہیں۔ غصے اور رضامندی کی حالت میں کلام کیا کرتے ہیں۔ پس میں نے لکھنا چھوڑ دیا۔ جب میں نے اس بات کا آپ سے ذکر کیا تو آپ نے اپنے منہ کی طرف انگلی سے اشارہ کرکے کہا لکھ لیا کرو۔ قسم ہے اس کی جس کے قابو میں میری جان ہے کہ میرے منہ سے حق کے سوا کوئی دوسری بات نہیں نکلتی" [۹۴] اسی طرح ایک انصاری نے آنحضرتؐ کے پاس آکر افسوس ظاہر کیا کہ یا حضرتؐ میں آپ کی بات سنتا ہوں تو مجھے اچھی لگتی ہے۔ لیکن مجھے یاد نہیں رہتی۔ آپ نے کہا کہ اپنے دہنے ہاتھ سے مدد لے اور اپنے ہاتھ سے لکھنے کی طرف اشارہ کیا۔ [۹۵] لیکن ابوسعید سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ "قرآن کے سوائے مجھ سے کچھ نہ لکھا کرو۔ اور جس نے قرآن کے سوائے کچھ لکھا ہو تو چاہیئے کہ اس کو مٹا ڈالے" [۹۶] مسلم

اس حدیث کے راوی ہیں۔ اب دونوں قسم کی حدیثیں اہل اسلام کے معیار صحت کے مطابق صحیح ہیں لیکن سوال حل نہیں ہوتا کہ آنحضرت نے احادیث کے جمع کرنے کے بارے میں کیا حکم دیا تھا؟

اسلامی کتب کا یکطرفہ بیان

مؤرخ کیلئے سب سے بڑی دقت یہ ہے کہ اسکے سامنے صرف ایک ہی جانب کے بیانات ہیں یعنی ہمارے پاس صرف اسلامی مورخین اور محدثین ہی کے بیانات ہیں۔ اگر ہمارے پاس اُن لوگوں کے بیانات بھی ہوتے جنہوں نے دعویٰ نبوت سے لیکر فتح مکہ تک آنحضرت کی مخالفت کی تھی یعنی اگر ہمارے پاس قریش مکہ اور یہود مدینہ جماعت منافقین اور دیگر قبائل عرب کے بیانات بھی ہوتے تو ہم جانبین کے بیانات پڑھکر حضرت کی زندگی کے مختلف واقعات کی نسبت صحیح نتیجہ پر بآسانی پہنچ سکتے تھے۔ لیکن ان میں سے ایک کا بیان بھی محفوظ نہ رہا جس سے ہم اسلامی مؤرخین اور محدثین کے بیانات کی صداقت کا اندازہ کر سکیں۔ ہمارے سامنے صرف یکطرفہ بیانات ہیں پس مورخ کو ان بیانات کی صحت کا اندازہ کرتے وقت احتیاط اور بیدار مغزی سے کام لینا پڑتا ہے۔

ان یکطرفہ بیانات میں ایک اور دقت یہ ہے کہ جس طرح دور حاضرہ میں کوئی مسلمان یہ گوارا نہیں کر سکتا کہ آنحضرت کے خلاف ایک کلمہ بھی بولا یا لکھا جائے اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ صحابہ اور تابعین میں سے کوئی شخص ایسی بات گوارا نہیں کر سکتا تھا۔ آنحضرت کے صحابہ آپ کے شیدائی تھے۔ قریش اور دیگر قبائل کے سردار اُن کی عقیدتمندی دیکھ کر انگشت بدنداں رہ جاتے تھے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ احادیث صحیحہ میں سے رفتہ رفتہ وہ تمام باتیں خود بخود خارج ہوتی گئیں جو آنحضرت کے دامن پر ایک داغ تصور کی جا سکتی تھیں۔ اور جوں جوں زمانہ گذرتا گیا ایسی احادیث کو شک کی نظر سے دیکھا گیا۔ تلک الغرانیق العلی کی حدیث (جس کا ذکر رسالہ میں ہوگا) اس کی ایک مثال ہے پس مؤرخ کو چاہئے کہ نہایت ہوشیاری اور حزم سے ان احادیث کی صحت کا اندازہ کرے۔

رسالہ کی تالیف کے اصول اس رسالہ کی تالیف میں ہم نے ذیل کے اصول کو مدِ نظر رکھا ہے:۔

(۱) چونکہ اہلِ اسلام کے نزدیک قرآن سب سے زیادہ صحیح معتبر اور مستند کتاب ہے لہٰذا حضرت محمد کے سوانح حیات کے متعلق جو کچھ تصریحاً یا اشارۃً قرآن میں پایا جاتا ہے اس کو ہم نے صحیح مقدم اور افضل سمجھا ہے۔

(۲) حتی المقدور صرف احادیث صحیحہ سے کام لیا گیا ہے کیونکہ محققین کا اس پر اتفاق ہے کہ صحیح حدیث تمام کتب سیرت کی متفقہ روایت کے مقابلہ میں بھی قابل ترجیح ہے۔ ہم نے اس رسالہ میں صحیح بخاری مترجمہ مرزا حیرت دہلوی مطبوعہ کرزن پریس دہلی ۱۳۲۳ھ کا استعمال کیا ہے۔ کیونکہ صحیح بخاری قرآن کے بعد اصح الکتب خیال کی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ ہم نے قاضی شرف الدین رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب تیسیر الوصول الی جامع الاصول من احادیث الرسول کے اردو ترجمہ تلخیص الصحاح مترجمہ مولوی سید ابو الحسن محمد محی الدین خاں مطبوعہ صدیقی مطبع لاہور کا استعمال کیا ہے جس میں صحاح ستہ کی صحیح حدیثوں کو ایک جگہ جمع کر دیا گیا ہے۔

(۳) سیرت اور تاریخ کی کتب میں سے ہم نے سیرت ابن ہشام اور تاریخ ابوالفدا سے مدد لی ہے لیکن ان کتب میں سے حتی المقدور ان باتوں کو نظر انداز کر دیا ہے جو ضعیف اور قابلِ انکار ہیں۔

(۴) اس رسالہ میں قرآنی آیات کا عربی متن بخوف طوالت نہیں لکھا۔ ان آیات کا فقط اردو ترجمہ لکھا گیا ہے۔

(۵) حضرت محمد کے سوانح حیات میں سے جو واقعات اہم نہیں ہیں وہ ہم نے نظر انداز کر دیئے ہیں۔ صرف اہم واقعات کو مفصل طور پر لکھا گیا ہے کیونکہ ایک مختصر کتاب میں آنحضرت کی زندگی کے تمام واقعات کو لکھنا ایک ناممکن امر تھا۔

(۶) ہم نے جہاں تک ہو سکا حوالوں کو سلسلہ وار بحوالہ نمبر مختلف ابواب کے تحت کتاب کے آخر میں بطور ضمیمہ الگ جمع کر دیا ہے۔ شائقین سے درخواست ہے کہ

وہ ان نمبروں کے حوالے سے ضمیمہ کو ملاحظہ فرمالیں۔
چونکہ مختصر رسالہ میں آنحضرت کے تمام غزوں اور سریوں کا ذکر نہیں ہو سکا لہذا کتاب کے آخر میں جنگی مہموں کی فہرست شامل کر دی گئی ہے۔ ہر سال ہجری کے بعد ایک لکیر کھینچ دی گئی ہے تاکہ ناظرین آسانی سے معلوم کر سکیں کہ ہر سال کتنی جنگی مہمیں وقوع میں آئیں۔ یہ فہرست کتاب رحمۃ للعالمین سے نقل کی گئی ہے۔
اختصار کو مدنظر رکھ کر ہم نے آنحضرت کی ازواج کی فہرست بھی ضمیمہ میں شامل کر دی ہے۔ یہ فہرست بھی رحمۃ للعالمین سے نقل کی گئی ہے۔
چونکہ اردو خوان اصحاب عربی ناموں کے تلفظ سے بالعموم ناآشنا ہوتے ہیں۔ لہذا اُن کی خاطر ہم نے ضمیمہ میں چند عربی ناموں پر اعراب لگا دئیے ہیں۔
اُن اصحاب سے جو فنِ سیرت میں دسترس رکھتے ہیں التماس ہے کہ اگر اُن کو اس تالیف میں کوئی ایسی بات ملے جو اُن کی تحقیق کے مطابق غلط ہو تو وہ مؤلف کو اطلاع دیکر اپنا گرویدۂ احسان بنائیں تاکہ اگر وہ بات واقعی غلط ہو تو اُس کی تصحیح کی جائے۔ کیونکہ مؤلف کی نیت نیک ہے اور بجز حق اور انصاف کے اور کچھ مطلوب نہیں ہے۔ ہر صاحبِ عقل کا فرض ہے کہ جب سچائی کو خود دریافت کرلے تو اُس کو دوسروں تک پہنچائے۔ اگر اس رسالہ کے ناظرین کوئی ریویو یا تبصرہ لکھیں تو اُس تبصرہ کو مؤلف کے پاس بھیج کر اُس کو شکریہ ادا کرنیکا موقعہ عطا کریں۔
میں اُن تمام احباب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس رسالہ کی تالیف میں میری مدد کی ہے۔ خدا اُن کو جزائے خیر دے۔

فتح گڑھ چوڑیاں
اگست ۱۹۳۲ء

برکت اللہ

حصۂ اول

محمدِ مکی

باب اول

قبل نبوت کا زمانہ

(۱) سلسلۂ نسب

حضرت محمد کا سلسلۂ نسب حسب ذیل ہے:۔

محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مُرّہ بن کعب بن لُوَیّ بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔

صحیح بخاری[۵۱] میں سلسلۂ نسب یہاں ختم ہے۔ اہل حدیث اور اہل تاریخ کا عدنان تک اتفاق ہے گو علمائے اسلام اس سلسلہ کو حضرت اسمٰعیل بن حضرت ابراہیم تک پہنچاتے ہیں۔ لیکن حضرت نے فرمایا ہے کہ "عدنان سے آگے میری نسبت بیان کرنے والے جھوٹے ہیں"۔

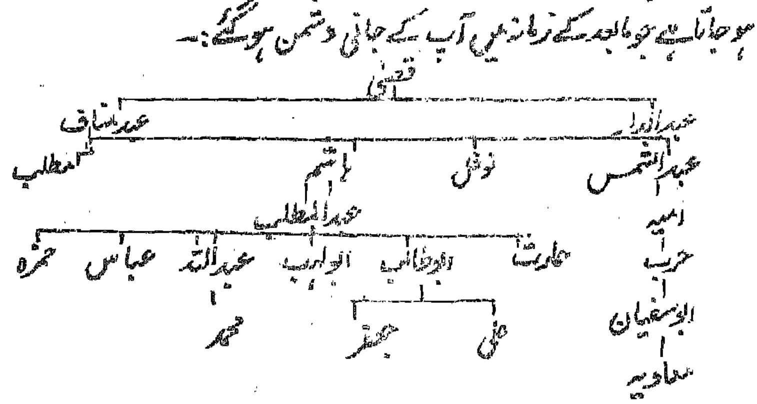
(۲) حضرت محمد کے آبا و اجداد

آنحضرت خاندان قریش میں سے تھے۔ آپ کے آبا و اجداد میں سے قصی بن کلاب خاص طور پر قابل ذکر ہے[۵۲]۔ وہ خانہ کعبہ کے متولی اور مکہ کے حاکم تھے۔ انکے زیر اہتمام مکہ میں حاجیوں کو کھانا مفت تقسیم کیا جاتا تھا انہوں نے چرمی حوض بنوائے جن میں حج کے دنوں میں حاجیوں کیلئے پانی بھر دیا جاتا تھا۔ قریش کے اندر شادی بیاہ کی کوئی تقریب اور جنگ کا کوئی قضیہ قصی کے مشورہ کے بغیر نہ ہوتا یہ تمام امور دار الندوہ میں طے ہوتے جس کو قصی نے تعمیر کیا تھا۔ قصی کی وفات کے بعد خانہ کعبہ کے تمام مناصب اس کے سب سے بڑے بیٹے عبد الدار کو ملے لیکن عبد مناف قریش کا رئیس قرار ہوا۔ عبد مناف کے بیٹوں میں سے ہاشم

نہایت زبردست شخص تھا۔ اس نے عبدالدار کے بیٹوں سے حرم کے مناصب چھیننے چاہے اور جنگ کی تیاریاں شروع ہوگئیں لیکن بالآخر اس پر صلح ہوئی کہ حاجیوں کو کھلانے پلانے کی خدمت ہاشم کے سپرد ہوئی اور باقی مناصب بنی عبدالدار کے پاس بدستور قدیم قائم رہے۔ ہاشم اپنے فرائض کو نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیتے تھے۔ انہوں نے قیصر روم سے اور حبش کے بادشاہ نجاشی سے فرمان حاصل کرکے قریش کے اسباب تجارت کا ٹیکس معاف کرالیا۔ ہاشم نے عرب کے مختلف قبائل سے بھی یہ عہد لے لیا کہ وہ قریش کے کاروان کو کسی قسم کا گزند نہ پہنچائینگے۔

ہاشم نے خاندان بنی نجار کی ایک خاتون سلمٰی سے شادی کی جن سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام بعد میں عبدالمطلب پڑگیا کیونکہ ہاشم کے بھائی مطلب نے اسکی پرورش کی تھی۔ عبدالمطلب نے چاہ زمزم کو جو ایک مدت سے گم ہوگیا تھا اور جس کا کسی کو پتہ نہیں تھا کھود کر نکالا۔

عبدالمطلب کے بیٹے عبداللہ کی شادی قبیلہ زہرہ میں وہب بن عبدمناف کی دختر آمنہ کے ساتھ ہوئی۔ شادی کے بعد عبداللہ تجارت کے لئے ملک شام کو گئے اور واپس آتے ہوئے مدینہ میں فوت ہوگئے۔ عبداللہ کی وفات کے بعد حضرت محمد پیدا ہوئے۔ ذیل کے شجرہ سے آپ کا رشتہ ان لوگوں کے ساتھ ظاہر ہوجاتا ہے جو بعد کے زمانہ میں آپ کے جانی دشمن ہوگئے:۔



(۳)

ولادت۔ طفولیت اور لڑکپن

تاریخ ولادت | حضرت محمد صاحب کی تاریخ ولادت میں اختلاف ہے۔ لیکن اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ آپ ربیع الاول کے مہینہ میں دوشنبہ کے روز پیدا ہوئے تھے۔[53] غالباً آپ کی ولادت ۱۲ ربیع الاول روز دوشنبہ مطابق ۵۷۰ء ہوئی۔ اس سال اصحاب فیل نے مکہ پر لشکر کشی کی تھی۔

پیدائش کے عجیب و غریب نشانات | تاریخ ابو الفدا میں لکھا ہے[54] کہ جب آنحضرت پیدا ہوئے کسریٰ کے محل کو ایسی حرکت ہوئی کہ اس کے چودہ کنگرے گر پڑے فارس کی آگ جو ہزار برس سے جلتی تھی دفعتہً سرد ہو گئی بحیرہ ساوہ کا پانی سوکھ گیا وغیرہ وغیرہ۔ لیکن یہ ضعیف اور ناقابل قبول روایات ہیں۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم بلکہ صحاح ستہ کی کسی کتاب میں ان مبالغہ آمیز باتوں کا ذکر تک نہیں ملتا۔ علاوہ ازیں یہ روایات منقطع ہیں۔ کیونکہ صحابہ میں سے کوئی شخص بھی ایسا نہیں تھا جس کی عمر آنحضرت کی ولادت کے وقت اتنی بڑی ہو کہ وہ روایت کر سکے۔ حضرت ابوبکر عمر میں سب صحابہ سے بڑے تھے لیکن وہ آنحضرت کی پیدائش کے دو سال بعد پیدا ہوئے تھے۔ پس آنحضرت کی پیدائش کے متعلق جتنی روایات ہیں اُن میں سے اکثر کی وقعت شاعرانہ مضامین اور قصص سے زیادہ نہیں ہے اسی طرح یہ روایت کہ بی بی آمنہ سے ایک نور پیدا ہوا جس نے شام کی تمام گلیوں اور مکانوں کو روشن کر دیا بے سند اور غیر معتبر ہے۔

رضاعت | حضرت کی والدہ ماجدہ نے چند روز تک آپ کو دودھ پلایا۔ اس کے بعد ثویبہ نے جو حضرت کے چچا ابولہب کی لونڈی تھی آپ کو دودھ پلایا۔[55]

دایہ حلیمہ سعدیہ | اس زمانہ میں دستور تھا کہ مکہ کے رؤسا اور شرفا شیر خوار بچوں کو ارد گرد کے گاؤں میں بھیج دیتے تھے تاکہ وہ بدوؤں میں رہ کر خالص عربی زبان کو حاصل کریں۔ اس دستور کے مطابق بدوی عورتیں سال میں دو مرتبہ مکہ آیا کرتی تھیں۔

آنحضرتؐ کی پیدائش کے چند روز بعد بدوی عورتیں مکہ میں آئیں۔ چونکہ حضرت یتیم تھے اور یہ عورتیں اپنے فایدہ کیلئے بچوں کو دودھ پلانے کی تلاش میں تھیں۔ اس لئے کوئی دایہ حضرت کو دودھ پلانا نہیں چاہتی تھی۔ لیکن چونکہ دایہ حلیمہ کے ہاتھ کوئی بچہ نہ آیا اس نے حضرت کو لے لیا اور آپ چھ برس تک بی بی حلیمہ کے پاس رہے۔ اور اُن کی اور اُن کے خاندان کی ہمیشہ عزت کرتے رہے چنانچہ مابعد کے زمانہ میں ایک دفعہ آپ بیٹھے ہوئے تھے تو آپ کے رضاعی باپ آئے تو آپ نے ان کے لئے اپنے کپڑے کا ایک کونہ بچھا دیا۔ پھر آپ کی رضاعی ماں آئیں تو آپ نے ان کے واسطے دوسرا کونہ بچھا دیا اور وہ اس پر بیٹھ گئیں پھر آپ کے رضاعی بھائی آئے تو آپ کھڑے ہو گئے اور ان کو اپنے سامنے بٹھا لیا۔

قبیلہ ہوازن جس میں حضرت نے اس طرح پرورش پائی فصاحت میں مشہور تھا چنانچہ مابعد کے زمانہ میں حضرت لوگوں سے کہا کرتے تھے "میں تم سب میں فصیح تر ہوں کیونکہ میں قریش کے خاندان سے ہوں اور میری زبان بنی سعد کی زبان ہے"۔

والدہ کا انتقال جب آنحضرت کی عمر چھ برس کی ہوئی تو بی بی آمنہ آپ کو لے کر اپنے رشتہ داروں کے پاس گئی لیکن واپس آتے وقت راہ میں اُس کا انتقال ہو گیا اور حضرت ام ایمن کے ساتھ (جو حضرت کے باپ کی لونڈی تھی اور حضرت کو ترکہ میں ملی تھی) مکہ واپس آئے۔

عبدالمطلب اور ابوطالب کی کفالت والدہ کی وفات کے بعد آپ کے دادا عبدالمطلب آپ کی پرورش کرتے رہے لیکن دو برس کے بعد وہ بھی گذر گئے اور مرتے وقت حضرت کو اپنے بیٹے ابوطالب کے سپرد کر گئے جو حضرت کے باپ عبداللہ کے ماں جائے حقیقی بھائی تھے۔

بنی ہاشم کیلئے عبدالمطلب کی موت ایک سانحہ جانکاہ ثابت ہوئی کیونکہ اس کی وفات پر بنی ہاشم کی شان و شوکت اور دنیاوی وجاہت دفعتہً جاتی رہی اور ریاست بنی اُمیہ کے خاندان میں چلی گئی صرف عبدالمطلب کے سب سے چھوٹے

بیٹے عباس کے پاس حاجیوں کو آب زمزم پلانے کی خدمت رہ گئی۔

ابوطالب کو آنحضرت کے ساتھ اور آنحضرت کو اپنے چچا کے ساتھ بے انتہا الفت اور محبت تھی۔ آپ ہر وقت حضرت ابوطالب کے ساتھ رہتے۔ قرآن اُن ایام کی طرف اشارہ کرکے کہتا ہے "کیا اُس (خدا) نے تجھے (اے محمد) یتیم نہیں پایا اور تجھے گھر دیا اور تجھے بھٹکتا پایا اور ہدایت دی" (ضحیٰ آیت ۶)

اسی زمانہ میں جب آپ کی عمر غالباً دس برس کی ہوئی تو آپ مکہ والوں کی بکریاں چرایا کرتے تھے۔ چنانچہ بخاری نے آنحضرت کا قول نقل کیا ہے کہ "میں قراریط پر مکہ والوں کی بکریاں چرایا کرتا تھا"[۱۵]۔ قراریط قیراط کی جمع ہے جو ایک سکہ تھا۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ عبدالمطلب کی وفات نے بنی ہاشم کے خاندان پر کس قدر اثر کیا۔ خود ابوطالب تجارت کا کاروبار کیا کرتے تھے۔

عیسائی راہب سے ملاقات قریش کا دستور تھا کہ سال میں ایک مرتبہ تجارت کے لئے ملک شام کو جایا کرتے تھے۔ جب حضرت کی عمر تقریباً ۱۲ برس کی ہوئی تو ابوطالب آنحضرت کو ہمراہ لے گئے۔ جب بصرہ میں داخل ہوئے تو ایک عیسائی خانقاہ میں اُترے جہاں آپ کی ملاقات صومعہ کے افسر اعلیٰ راہب بحیرا سے ہوئی۔

اس ملاقات کی نسبت اسلامی اور مسیحی مصنفین نے نہایت مبالغہ اور رنگ آمیزی سے کام لیا ہے۔ ایک طرف اسلامی مورخین ابن اسحاق اور ابن ہشام وغیرہ کہتے ہیں کہ راہب نے چہرہ محمدی کو دیکھ کر پہچان لیا کہ وہ رسول آخر الزماں ہیں جن کا ذکر کتب یہود و نصاریٰ میں ہے اور اس نے ابوطالب کو کہا کہ ان کو اہل یہود وغیرہ کے شر سے بچائے رکھو۔ وغیرہ وغیرہ[۱۶]۔ دوسری طرف مسیحی مصنفین اس بات کے مدعی ہیں کہ آنحضرت نے اس راہب سے دین مذہب کے حقائق سیکھ کر انہی امور پر دین اسلام کو چلایا اور اسلام کی تمام اچھی باتیں اسی ملاقات کا نتیجہ ہیں۔ اس افراط تفریط کا نتیجہ یہ ہے کہ بعض اسلامی مورخین مثلاً مولانا شبلی اس روایت کی صحت کا سرے سے انکار کرکے کہتے ہیں کہ "حقیقت یہ ہے کہ یہ روایت

ناقابلِ اعتبار ہے"۔ (سیرت النبی جلد اول صفحہ ۱۶۷)۔ لیکن حاکم نے مستدرک میں اس روایت کی نسبت لکھا ہے کہ "یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرائط کو پورا کرتی ہے"
اگر ہم اسلامی اور مسیحی مورخین کی افراط و تفریط کو نظر انداز کردیں تو حقیقت یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضرت محمد کی ملاقات صومعہ کے افسرِ اعلیٰ بحیرا راہب سے ضرور ہوئی مسیحی راہب نے آپ کو دیکھا کہ

سے ۵ بالائے سرش زہوشمندی ۔۔۔ مے تافت ستارۂ بلندی

ادھر خدا نے اس نوخیز لڑکے کی فطرت میں مذہب کی وقعت اور دینِ حق کی جستجو ودیعت فرمائی تھی اور اُدھر مسیحیت کا منبع تھا جسکے دین و مذہب کی خاطر دنیا پر لات ماری تھی۔ الٰہی انتظام اور پروردگاری نے ان دونوں کی ملاقات کرادی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت کو بت پرستی سے نفرت شروع ہوگئی اور آپ کے دل میں خدائے واحد کا عشق اور دینِ حق کی جستجو کے ولولے پیدا ہوگئے۔

حربِ فجار میں شرکت جب آپ کی عمر چودہ سال کی ہوئی تو قیس اور قریش کے قبائل میں جنگ ہوئی۔ اس جنگ میں قریش کا رئیس اور سپہ سالار حرب بن امیہ تھا جو ابوسفیان کا باپ اور معاویہ کا دادا تھا۔ ابنِ ہشام کے مطابق حضرت بھی اس جنگ میں (جو حربِ فجار کہلاتی ہے) شریک تھے اور اپنے چچاؤں کو اُن کے دشمنوں کے تیروں کی زد سے بچاتے تھے۔[۱۵]

(۴) شباب کا زمانہ

پیشۂ تجارت حضرت اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ تجارت کے لئے شام وغیرہ گئے تھے۔ جب حضرت کو فکرِ معاش ہوئی تو آپ نے بھی تجارت کا پیشہ اختیار کیا۔ آپ اپنے کاروبار میں اپنا معاملہ ہمیشہ صاف رکھتے تھے۔ آپ صدقِ گفتار، حسنِ کردار اور امانت داری کے سبب مشہور تھے۔[۱۶] تاجر خوشی سے اپنا سرمایہ آپ کے ہاتھ میں دے کر آپ کو منافع میں شریک کرتے تھے۔ تجارت کی غرض سے آپ کئی مرتبہ شام۔ بصرے اور یمن کی طرف گئے۔

ان ایام میں بی بی خدیجہ بنت خویلد ایک صاحب شرف اور مالدار تاجرہ تھیں۔ وہ اس قدر دولتمند تھیں کہ جب اہل مکہ کا قافلہ روانہ ہوتا تھا تو اکیلا ان کا سامان تمام قریش کے سامان کے برابر ہوتا تھا۔ وہ لوگوں کو اپنا مال دے کر ان سے تجارت کراتی تھیں اور منافعہ میں ان کا حصہ مقرر کر دیتی تھیں۔[۹۱۴] ان کا سلسلہ النسب پانچویں پشت میں حضرت محمد کے خاندان سے ملتا تھا۔ انہوں نے حضرت کی امانت۔ دیانت۔ صدق۔ راستی اور ہوشیاری کی شہرت سنکر حضرت کو بلوایا اور ان کو منافعہ میں شریک کر کے مال دے کر شام کی طرف بھیجا اور اپنا غلام میسرہ ان کے ہمراہ کر دیا۔ وہاں آپ نے خدیجہ کا سامان بطریق احسن فروخت کیا اور جس قسم کا مال خریدنا تھا اس کو خرید کر واپس مکہ آئے۔ اس مال کو بی بی خدیجہ نے فروخت کر کے دگنا فایدہ اٹھایا۔

بی بی خدیجہ سے نکاح بی بی خدیجہ نہایت شریف النفس اور اعلیٰ اخلاق کی تھیں۔ اور قریش میں وہ طاہرہ کے نام سے مشہور تھیں۔ ان کی دو شادیاں ہو چکی تھیں اس وقت وہ بیوہ تھیں اور ان کی عمر چالیس سال کی تھی لیکن وہ نہایت حسین اور صاحب جمال تھیں اور ہر شخص ان سے شادی کرنا چاہتا تھا۔[۱۱۵] لیکن بی بی خدیجہ کی نظر انتخاب حضرت محمد پر پڑی۔ ان کا مہر بیس اونٹ مقرر ہوا۔ آنحضرت کی عمر اس وقت پچیس سال کی تھی۔[۹۱۶] یہ آپ کی پہلی زوجہ تھیں اور جب تک وہ زندہ رہیں آنحضرت نے دوسری شادی نہ کی۔ سوائے صاحبزادہ ابراہیم کے آنحضرت کی کُل اولادیں (تین لڑکے اور چار لڑکیاں) انہی سے پیدا ہوئیں۔[۹۱۳] لڑکے تو دعویٰ نبوت سے پہلے فوت ہو گئے لیکن چاروں لڑکیاں زندہ رہیں۔

تعمیر کعبہ جب آنحضرت کی عمر پینتیس ۳۵ برس کی ہوئی تو خانہ کعبہ از سر نو تعمیر کیا گیا۔ کعبہ کی قدیم دیواریں قد آدم سے کچھ زیادہ تھیں۔ چند لوگوں نے خانہ کعبہ کا خزانہ جرأت کر کے چرا لیا پس قریش نے ان دیواروں کو منہدم کر کے از سر نو اونچی دیواروں کو تعمیر کرنے اور خانہ کعبہ کو مسقف کرنے کا ارادہ کیا۔ اتفاق سے انہیں دنوں ساحل جدہ پر ایک جہاز کنارہ سے ٹکرا کر ٹوٹ گیا تھا۔ مکہ میں ایک قبطی رہتا تھا

جو نجاری کے کام سے بخوبی واقف تھا۔ جب قریش نے قدیم دیواروں کو منہدم کر دیا اور نئی دیواریں تعمیر کر دیں تو اس قبطی نے جہاز کی لکڑیوں سے خانۂ کعبہ پر چھت ڈال دی۔

تعمیر کرتے وقت جب حجرِ اسود کے نصب کرنے کا موقعہ آیا تو ہر قبیلہ یہ چاہتا تھا کہ نصب کرنے کا شرف اُسی کو حاصل ہو۔ اس معاملہ نے یہاں تک طول کھینچا کہ سب باہم قتل و قتال پر آمادہ ہو گئے۔ اسی قضیہ میں چار یا پانچ دن گذر گئے بالآخر ابو اُمیہ بن مغیرہ نے جو قریش میں سب سے زیادہ عمر رسیدہ تھا رائے دی کہ کل صبح سب سے پہلے جو شخص آئے وہ منصف قرار دے دیا جائے اور اس کا فیصلہ منظور کر لیا جائے۔ قریش نے اس بات کو منظور کر لیا۔ دوسرے روز علی الصبح حضرت محمد سب سے پہلے آگئے۔ لوگ آپ کو دیکھ کر خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ یہ شخص امین ہیں ان کا فیصلہ ہم کو منظور ہے۔ آپ نے فرمایا کہ دعویدار قبائل اپنے میں سے ایک ایک سردار منتخب کریں۔ پھر آپ نے ایک چادر بچھا کر حجرِ اسود کو اس میں رکھ دیا اور کہا کہ قبائل کپڑے کے کونوں کو پکڑ کر دیوار تک لے آئیں۔ جب چادر موقع پر آگئی تو آپ نے بدست خود اس کو اٹھا کر دیوار پر رکھ دیا اور تعمیر جاری ہو گئی۔ اس طرح آپ کی حسنِ تدبیر اور حکمتِ عملی سے جنگ و جدال کا خاتمہ ہو گیا۔

باب دوم

از زمانۂ دعوئ نبوت تا زمانۂ ہجرت

(۱) الٰہی بلاہٹ

روحانی بیداری

آنحضرت بی بی خدیجہ کے ساتھ شادی کرنے کی وجہ سے فارغ البال ہو گئے تھے۔ اب فکرِ معاش آپ کو ستاتی نہ تھی۔ لیکن فارغ البالی کی حالت میں آپ نے دیگر صاحبِ ثروت اشخاص کی طرح اپنا قیمتی وقت ضایع نہ کیا۔ آپ کی طبیعت سنجیدہ واقع ہوئی تھی۔ صدق راستی اور اعمالِ حسنہ کی وجہ سے آپ اپنے قبیلہ میں ممتاز تھے اور دیانت داری کی وجہ سے امین کہلاتے تھے۔ پس فارغ البالی کی حالت میں آپ اپنے ملک اور قبیلہ کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ کی نظروں کے سامنے آپ کا وطنِ عزیز تھا جس میں یگانگت اور اتحاد کا نام بھی نہ تھا۔ مختلف قبایل ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے۔ جہالت او تاریکی ہر جگہ تھی۔ بدرسوم اور مخربِ اخلاق باتیں جایز سمجھی جاتی تھیں۔ وحشیانہ طریقے مستحسن خیال کئے جاتے تھے۔ لڑکیاں زندہ درگور کی جاتی تھیں۔ بت پرستی نے لوگوں کے دلوں میں گھر کر رکھا تھا خدائے واحد کی پرستش کہیں نظر نہ آتی تھی۔ گو عیسائیت اور یہودیت خدائے واحد کی پرستش کرنے والے تھے لیکن اہلِ عرب ان مذاہب کے گرویدہ نہ تھے وہ ستاروں کی پرستش اور لات۔ عزی۔ ہبل۔ اساف۔ نائلہ۔ ود۔ سواع۔ یغوث۔ منات وغیرہ بتوں کی پرستش میں غرق تھے۔ جہاں کہیں کوئی خوبصورت پتھر یا ریت کے ٹیلے دیکھ پاتے ان کی پوجا شروع کر دیتے تھے۔ شراب خوری۔ قمار بازی۔ سود خواری کی بری عادتیں ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں۔ منافرت اور مفاخرت۔ منافرت اور انتقام کے بے ہودہ جذبات پر ان کو بڑا ناز تھا۔ علیٰ ہذا القیاس دیگر

خرافات اور وہمیات ان میں مروج تھیں۔[۱] آنحضرت اپنی قوم عزیز کی اصلاح کا خیال کرتے اور سوچتے کہ اللہ نے یہود کی طرف اور عیسائیوں کی طرف اپنے رسول اور انبیا بھیجے تھے تاکہ اُن اقوام کی اصلاح ہو۔ کیا عرب کے قبایل اللہ کی نظر میں قدر نہیں رکھتے۔ آخر ان کی طرف بھی اللہ کو ضرور کسی رسول کو بھیجنا ہے۔ پس آپ کے دل میں خیال پیدا ہوتا کہ اللہ نے اس کام کے لئے کسی کو ضرور مقرر کرنا ہے کیونکہ جب کسی قوم کی حالت اس طرح گر جاتی ہے تو خدا اُس محبت کی وجہ سے جو وہ بنی آدم سے رکھتا ہے کسی شخص کے دل میں اصلاح کا خیال پیدا کر دیتا ہے تاکہ وہ اسکی مخلوق کو چاہ ضلالت سے نکال کر صراطِ مستقیم پر لائے۔

الٰہی انتظام نے حضرت محمد کو فارغ البال کر دیا۔ آپ کی طبیعت میں مذہب اور دین کی رغبت ڈالی۔ آپ کو لڑکپن ہی سے مسیحی راہب بحیرا کی ملاقات کی وجہ سے شرک اور بت پرستی سے نفرت ہو چکی تھی۔ اہل کتاب یعنی یہودی اور عیسائی خدائے واحد کی تعلیم کی تلقین کرتے تھے۔ آپ کی ملاقات عبید اللہ بن جحش عثمان بن حویرث اور زید بن عمرو جیسے متلاشیان حق سے ہوئی تھی۔ آپ کی بیوی کا قریبی رشتہ دار ورقہ بن نوفل ایک عیسائی عالم تھا جو انجیل جلیل کا ماہر اور مترجم تھا۔ خود آنحضرت کے دل میں لڑکپن ہی سے دین حق کی جستجو کا خیال موجود تھا۔ پس فارغ البالی کی حالت میں آپ اپنے قبیلہ اور قوم کی دینی اور دنیاوی اصلاح پر غور و فکر کرنے لگے۔ خدا نے آپ پر احسان فرمایا تھا اور دنیاوی اور روحانی برکات عطا کی تھیں۔ چنانچہ قرآن میں ہے "کیا اُس (خدا) نے تجھے (اے محمد) یتیم نہیں پایا پھر جگہ دی تجھے بھٹکتا پایا پھر ہدایت کی۔ تجھے محتاج پایا پھر دولتمند کیا" (سورہ ضحیٰ آیت ۶تا۸) خدا نے آپ کو راہ حق کی جھلک دکھائی تھی پس آپ محسوس کرتے تھے کہ آپ کا فرض ہے کہ آپ اپنے ہم وطنوں کو راہ حق پر لائیں۔ شادی کے بعد کے پندرہ برس اسی غور و خوض اور روحانی تیاری میں گذر گئے۔

غار حرا میں عبادت | مکہ سے تین میل پر ایک غار تھا جس کو حرا کہتے تھے

آپ وہاں جاکر مہینوں خلوت اختیار کرتے اور مراقبہ میں مشغول رہتے تھے۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ان ایام میں اللہ تعالیٰ نے خلوت آپ کی پسند خاطر کردی تھی اور سب سے بہتر آپ کو یہ معلوم ہوتا کہ آپ تنہا بیٹھے رہیں۔"[۹۵]

بعثت

جب آپ کی عمر چالیس سال کی ہوئی تو آپ حسب معمول اعتکاف کے لئے ماہِ رمضان میں غارِ حرا میں آئے۔[۹۶] اپنی قوم کی اصلاح کے خیالات میں آپ شب و روز غرق رہتے تھے۔ خدا نے آپ کو اُس کام کے لئے بلایا جو پہاڑ سے بھی سخت مشکل نظر آتا تھا۔ آپ بارِ امانت کے خیال اور ذمہ داری کے احساس سے کانپ اٹھے اور آپ نے بی بی خدیجہؓ کے پاس جاکر تمام احوال بیان کیا۔ وہ آپ کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو توریت و انجیل کے ماہر تھے انہوں نے آنحضرتؐ کو یقین دلایا کہ سچ مچ خدا نے آپ کو اپنی قوم کا راہنما ہونے کے لئے مبعوث کیا ہے اور کہا کہ "بے شک لوگ آپ کو جھٹلائیں گے اور تکلیف پہنچائیں گے اور آپ کو خارج کریں گے اور آپ سے جنگ کریں گے لیکن اگر میں زندہ رہا تو ضرور آپ کی مدد کرونگا۔"[۹۷] حضرت اپنی قوم کی اصلاح کے بارِ گراں کا خیال کرکے مضطرب ہو جاتے لیکن آپ کی زوجہ محترمہ آپ کی تسلی کرتیں اور کہتیں[۹۸] "آپ ہرگز نہ گھبرائیں۔ مجھے یقین ہے کہ اللہ نے آپ کو ہماری قوم کا رسول بنایا ہے۔ اور اللہ آپ کا خود مددگار ہوگا اور آپ کو کامیاب کریگا۔ کیا آپ اپنے رشتہ داروں سے محبت کرنے والے۔ اپنے ہمسایوں سے نیک سلوک کرنے والے۔ غریبوں کی حاجت رفع کرنے والے۔ اپنے قول کا پاس رکھنے والے۔ اور حق کی راہ پر چلنے والے نہیں ہیں؟" آنحضرتؐ اضطراب کی حالت میں پہاڑوں کی چوٹیوں پر چکر لگاتے پھرتے۔ اصلاح کے کام کی عظمت کا خیال طرح طرح کے شکوک آپ کے دل میں ڈالتا۔ اور آپ اقتضائے بشریت سے متردد ہو جاتے یہاں تک کہ آپ اپنے آپ کو پہاڑ کی چوٹی پر سے گرا دینا چاہتے۔ لیکن پھر

خدا کی آواز آپ کو سنائی دیتی اور الٰہی بلاہٹ آپ کی تسلی کا باعث ہوتی۔

(۲) اخفائے اسلام کا زمانہ

خدیجہ کا اسلام لانا سب سے پہلے حضرت کی اہلیہ محترمہ بی بی خدیجہ آپ پر ایمان لائیں۔ وہ حقیقی طور پر آپ کی انیس غمخوار اور شریک زندگی تھیں۔ اُن کے حُسنِ سلوک کی یادگار تمام عمر حضرت کے دل میں تازہ رہی۔ چنانچہ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ گو میں نے خدیجہ کو نہیں دیکھا تھا لیکن مجھ کو جس قدر رشک اُس پر آتا تھا کسی اور پر نہیں آتا تھا۔ کیونکہ آنحضرت ان کو یاد کر کے کہا کرتے تھے "خدا نے مجھ کو اس کی محبت دی ہے"۔ ایک دفعہ آپ نے بی بی خدیجہ کو ان کی وفات کے بعد حضرت عائشہ کے سامنے یاد کیا تو بی بی عائشہ نے از راہ رشک کہا "آپ کیا ایک بڑھیا کی یاد کیا کرتے ہیں جو مر چکی۔ خدا نے اُس سے اچھی بیویاں آپ کو دی ہیں"۔ آنحضرت نے جواب میں کہا "ہرگز نہیں۔ جب لوگوں نے میری تکذیب کی تو اس نے میری تصدیق کی تھی۔ جب لوگ کافر تھے تو وہ اسلام لائی۔ جب میرا کوئی یار و مددگار نہ تھا تو اس نے میری مدد کی"۔ آپ کہا کرتے تھے کہ "دنیا میں سب عورتوں سے بہتر حضرت مریم ہیں اور میری امت میں سب سے بہتر خدیجہ ہیں"۔

حضرت علی کا اسلام حضرت خدیجہ کے بعد حضرت علی بن ابوطالب آنحضرت پر ایمان لائے۔ حضرت علی کی عمر اس وقت تقریباً دس برس کی تھی اور وہ آنحضرت کے گھر میں ہی رہتے تھے کیونکہ ایک دفعہ عرب میں قحط پڑا تھا اور ابوطالب کثیر العیال ہونے کی وجہ سے سخت تنگ تھے۔ حضرت احسان فراموش نہ تھے۔ ابوطالب نے لڑکپن سے اُن کو سایہ عاطفت میں رکھا تھا اور حضرت کو ان سے محبت تھی پس حضرت نے اپنے چچا عباس سے کہا کہ آؤ ہم دونوں ابوطالب کا بوجھ ہلکا کریں۔ تب وہ ابوطالب کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ہم آپ پر سے آپ کے عیال کا بوجھ ہلکا کرنے آئے ہیں۔ پس آنحضرت نے علی کو اور عباس نے جعفر کو لے لیا۔ جب آنحضرت نے نبوت کا دعویٰ کیا تو حضرت علی ان پر ایمان لے آئے۔

زید بن حارث کا اسلام

علی کے بعد زید بن حارث حضرت محمدؐ پر ایمان لائے۔ زید بی بی خدیجہ کے عیسائی غلام تھے۔ شادی کے بعد آنحضرت نے زید کو لے کر آزاد کر دیا۔ زید آنحضرت کی خدمت میں رہتے تھے اور آپ سے اس قدر محبت کرتے تھے کہ جب اُن کے اپنے باپ ان کے پاس آئے اور ان کو واپس گھر لیجانا چاہا اور حضرت نے اجازت بھی دیدی تو زید نے انکار کر دیا۔ اور آنحضرت کی خدمت میں رہنا زیادہ پسند کیا[۵۸]۔ اس پر آپ نے زید کو اپنا متبنٰی بیٹا بنا لیا۔

ابوبکر کا اسلام لانا اور دعوت اسلام کا آغاز

حضرت زید کے بعد حضرت ابوبکر جن کا اصلی نام عبداللہ بن ابوقحافہ تھا آنحضرت پر ایمان لائے۔ ابوبکر صدق و دیانت میں مشہور اور تارک شراب تھے۔ نرمی۔ خوش کلامی۔ حسن اخلاق اور دولت کے لحاظ سے قریش میں ممتاز اور صاحب اثر تھے۔ جب آپ اسلام لائے تو آپ نے اُن لوگوں کو جو آپ کے ہم نشین تھے اور جن پر آپ کو اعتماد تھا خدا اور آنحضرت کی طرف بلانا شروع کیا۔ صدیق کی دعوت کا نتیجہ یہ ہوا کہ عثمان بن عفان۔ زبیر بن عوام۔ عبدالرحمن بن عوف۔ سعد بن ابی وقاص اور طلحہ بن عبیداللہ آنحضرت پر ایمان لے آئے۔ ان اصحاب کی وجہ سے دوسرے لوگوں میں بھی یہ چرچا چپکے چپکے ہوتا گیا۔ اور مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔ چنانچہ ابو عبیدہ عامر بن عبداللہ اور ارقم بن ابی ارقم اور ابو سلمہ۔ اور سعید بن زید بن عمرو بن نفیل اور اس کی بیوی فاطمہ بنت خطاب (یعنی حضرت عمر بن خطاب کی بہن) اور خباب ابن الارت وغیرہ وغیرہ اسلام لائے۔

خفیہ دعوت اسلام

آنحضرت تین سال تک خفیہ طور پر لوگوں کو دعوت اسلام کرتے رہے[۵۹]۔ جب نماز کا وقت آتا تو آنحضرت کسی گھاٹی میں چلے جاتے۔ ایکدفعہ آپ حضرت علی کے ساتھ کسی درہ میں نماز پڑھ رہے تھے ابو طالب نے دونوں کو نماز پڑھتے دیکھ لیا اور حضرت سے دریافت کیا کہ اے بھتیجے یہ کیا دین ہے جو تو نے اختیار کیا ہے۔ آنحضرت نے جواب دیا کہ یہ دین خدا اور اس کے فرشتوں اسکے

رسولوں اور ہمارے باپ ابراہیم کا ہے اور خدا نے مجھ کو اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے
پھر آپ نے ابوطالب کو اسلام کی دعوت دی۔ ابوطالب نے کہا کہ میں اپنے
باپ دادا کا دین ترک کر کے اس دین کو اختیار نہیں کر سکتا۔ لیکن جب تک میں
زندہ ہوں کسی اور شخص کو تمہارا مزاحم نہیں ہونے دونگا۔

ایک اور دن کا ذکر ہے کہ سعد بن ابی وقاص چند صحابہ کے ساتھ مکہ کی ایک
گھاٹی میں پوشیدہ نماز پڑھ رہے تھے کہ یکایک چند مشرکوں نے ان کو دیکھ لیا
اور برا بھلا کہتے اور لڑنے کو تیار ہو گئے۔ اس پر سعد نے ایک مشرک کا سر
پھوڑ ڈالا۔ یہ پہلا خون تھا جو اسلام میں بہایا گیا۔

اسلام کے اخفا کا زمانہ تین سال تک رہا۔ اس عرصہ میں جو لوگ اسلام
لائے ان میں ایسے لوگوں کی کثرت تھی جو پہلے ہی بت پرستی اور دیگر اوہام سے
بیزار تھے اور تلاش حق میں سرگرداں تھے۔ مثلاً ابوبکر۔ ابوذر۔ سعید بن زید وغیرہ
جونہی ایسے اشخاص کو ایک راہنما ملا جو اُن کو صراطِ مستقیم کی طرف لانے کا
مدعی تھا وہ اُس پر ایمان لے آئے۔ لیکن ان نومسلموں میں سے کوئی ایسا نہ
تھا جو دنیاوی نقطۂ خیال سے عزت و جاہ اور مرتبہ والا ہوتا۔ بلکہ بعض تو
اس قدر غریب تھے کہ مابعد کے زمانہ میں جب قریش ان کو آنحضرت کے ہمراہ
دیکھ پاتے تو از راہ تمسخر کہتے "خدا نے ان لوگوں پر تو احسان کیا ہے اور
ہم کو چھوڑ دیا ہے" (سورہ انعام آیت ۵۳)

(۳) اعلان اسلام کا زمانہ

قریش کو دعوت اسلام | جب تین سال گذر گئے اور اس عرصہ میں مسلمانوں کی
تعداد چالیس کے قریب ہو گئی تو حضرت کو حکم ہوا کہ "تم کو جو حکم کیا گیا ہے اس
کے ساتھ تم حق اور باطل کا فرق بیان کر دو اور مشرکوں کے جھٹلانے کی کچھ
پرواہ نہ کرو اور اپنے نزدیک کے خاندان والوں کو ڈراؤ" (شعرا آیت ۲۱۴)
اس پر آنحضرت کوہ صفا پر چڑھ گئے اور پکارا "یا صباحاہ"۔ یہ لفظ اس وقت

کے لئے مخصوص تھا جب کوئی قبیلہ اچانک حملہ کرتا۔ آپ نے اس طرح قریش کو جمع کر کے کہا "اگر میں تم کو یہ خبر دوں کہ چوٹی کے پیچھے ایک فوج آ رہی ہے تو کیا تم یقین کر دگے"۔ قریش نے جواب دیا کہ ہاں ہم مان لیں گے کیونکہ تو راست گفتار ہے اس پر آپ نے کہا "میں تم کو ایک ایسے سخت عذاب سے ڈراتا ہوں جو تمہارے سامنے ہے۔ تم اس بات کا یقین کرو کہ اگر تم ایمان نہ لاؤ گے تو سخت عذاب میں مبتلا ہو گے"۔ ابولہب نے (جو آپ کا حقیقی چچا اور آپ کی دو صاحبزادیوں کا خسر تھا) آپ کی طرف پتھر چلایا اور اپنے محاورے کے مطابق کہا "تیرے ٹوٹیں دونوں ہاتھ اور تیرا جائے ستیاناس کیا ہم سب کو تو نے اسی واسطے جمع ہونے کی تکلیف دی ہے"۔ سب لوگ ناراض ہو کر وہاں سے چل دئے۔

قریش کی مخالفت کی وجوہ اس واقعہ کے چند روز بعد آپ نے خاندان عبدالمطلب کی دعوت کی اور کھانے کے بعد اُن کو اسلام کی طرف بلایا لیکن آپ کے خویش و اقربا نے آپ کا دین قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اور ابوطالب سے مذاقیہ کہنے لگے "اپنے بیٹے کی بات سن اور اطاعت کر۔ یہ تجھے حکم ہوا ہے"۔ آپ کے چچا ابولہب نے بالخصوص آپ کو رد کیا۔ قریش آپ کی بات سُننے کو ہرگز تیار نہ تھے کیونکہ اول یہ تحریک اُن کے آبائی رسوم و عقاید کے خلاف تھی اور پھر عرب کے مذاہب کے ساتھ ان کا اقتدار اور رسوخ وابستہ تھا کیونکہ اُن کے مختلف خاندانوں کے رؤسا اِن مذاہب اور آبائی مراسم کے مختلف مناصب پر ممتاز تھے۔ پس قریش میں سے جن لوگوں کو جسقدر زیادہ نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا وہ آنحضرت کی اُسی قدر زیادہ مخالفت پر کمربستہ تھے۔ علاوہ ازیں قریش میں دو گروہ تھے جو ایک دوسرے کے رقیب تھے یعنی بنو ہاشم اور بنو امیہ۔ ہاشم کی وفات کے بعد بنو امیہ کا اقتدار بڑھتا گیا اور اس وقت بنو امیہ کے خاندان میں ابوسفیان سردار تھا۔ ولید بن مغیرہ سپہ سالار تھا جس کا بھتیجا ابوجہل بھی ممتاز تھا۔ قریش کی عنانِ حکومت انہی لوگوں کے ہاتھ میں تھی۔ اِدھر بنی ہاشم میں سب سے زیادہ معمر شخص ابولہب تھا جو بدچلن تھا۔

عباسؔ دولتمند تو تھا مگر فیاض نہ تھا پس اگر قریش آنحضرتؐ کی نبوت کے قائل ہو جاتے تو بنو ہاشم کا پلہ بھاری ہو جاتا ۔ یہی وجہ تھی کہ بنو امیہ کے رؤسا نے آنحضرتؐ کی سب سے زیادہ مخالفت کی حتیٰ کہ جنگ بدر کے سوا باقی تمام لڑائیاں ابو سفیان کی سرکردگی میں ہوئیں ۔

جب آنحضرتؐ نے دعوتِ اسلام کا اعلان کیا تو شروع شروع میں مشرکین نے مزاحمت نہ کی لیکن جب آپ نے ان کے آباو اجداد کو کافر اور گمراہ کہا اور کہا کہ وہ دوزخ میں ہیں اور ان کے بتوں اور معبودوں کو برا کہنا شروع کیا تو وہ برہم ہوگئے ۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ نے ان کو مخاطب کر کے کہا کہ "تم اور جن چیزوں کو تم پوجتے ہو سب دوزخ کے ایندھن ہونگے"۔ ایک اور دفعہ آپ نے حرم کعبہ میں جاکر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کا اعلان کیا تو یکبارگی ایک ہنگامہ برپا ہوگیا اور ہر جانب سے لوگ آپ پر ٹوٹ پڑے ۔ حارثؓ بن ابی ہالہ نے آنحضرتؐ کو بچانا چاہا لیکن وہ قتل کردیئے گئے ۔ اسلام کی خاطر یہ پہلا خون تھا۔

قریش کا وفد اور حضرتؐ کا جواب جب قریش نے دیکھا کہ آنحضرتؐ ان کے بتوں کی مذمت کرنے سے باز نہیں آتے اور ابو طالب بھی ان کو منع نہیں کرتے ۔ تب قوم کے رؤسا جمع ہوکر ابو طالب کے پاس شکایت کرنے کی غرض سے آئے ۔ ابو طالب نے ان کو شائستگی اور ملائمت سے ٹال دیا ۔ لیکن آنحضرتؐ اعلانِ حق سے باز نہ آئے ۔ تب رؤسائے قریش دوبارہ ابو طالب کے پاس آئے اور کہا "اے ابو طالب تم ایک شریف ۔ عمر رسیدہ اور ذی عزت شخص ہو ۔ ہم نے تم سے درخواست کی تھی کہ تم اپنے بھتیجے کو منع کرو لیکن تم نے منع نہ کیا ۔ وہ ہمارے آباو اجداد کو گمراہ کہتا ہے اور ہمارے معبودوں کی توہین سے باز نہیں آتا ہم ان باتوں کی برداشت نہیں کرینگے ۔ اس لئے یا تو تم بیچ میں سے ہٹ جاؤ اور یا تم بھی اپنے بھتیجے کے ساتھ ہو جاؤ تا کہ فریقین میں سے ایک کا فیصلہ ہو جائے"۔ یہ کہکر وہ چلے گئے ۔ ابو طالب نے آنحضرتؐ کو کہا کہ "رؤسائے قوم نے میرے پاس تیری

شکایت کی ہے۔ میں بھی مناسب سمجھتا ہوں کہ تم اپنی اور میری جان کو ہلاک کرنے کی باتیں نہ کرو اور ایسے بارگراں کی مجھے تکلیف نہ دو جس کو اٹھانے کی مجھ میں طاقت نہیں"۔ آنحضرت نے دیکھا کہ آپ کی پشت و پناہ آپ کا حقیقی چچا بھی جو آپ سے حد درجہ کی اُلفت رکھتا تھا جواب دے رہا ہے۔ ایک طرف الٰہی بلاہٹ تھی اور دوسری طرف کوئی مونس و غمخوار نظر نہیں آتا تھا۔ آپ نے فرمانِ خدا کو مقدم سمجھا۔ آپ کے آنسو نکل آئے اور اپنے چچا سے کہا "اے میرے چچا اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند بھی لاکر رکھدیں تب بھی میں اپنے فرض سے ہرگز باز نہ آؤنگا اور ہدایتِ خلق کا کام کبھی نہ چھوڑونگا۔ یا تو خدا اس کام کو پورا کردے گا یا میں اس کوشش میں ہلاک ہو جاؤنگا"۔ ابوطالب پر بھی رقت کی حالت طاری ہوگئی اور اس نے کہا "جو تمہارا جی چاہے کرو۔ میں ہرگز تم کو نہ چھوڑونگا"۔

آنحضرت کو ایذا رسانی

پس آنحضرت بدستور دعوتِ اسلام میں مصروف رہے اور قریش کی عداوت روز بروز بڑھتی گئی۔ انہوں نے آپ کو طرح طرح کی تکلیفیں اور اذیتیں دینی شروع کیں۔ آپ کی راہ میں وہ کانٹے بچھاتے۔ دورانِ نماز میں وہ آپ پر گندی غلیظ اور ناپاک چیزیں پھینکتے اور آپ سے بدزبانی کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ حرم میں نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبہ بن معیط نے آپ کے گلے میں چادر لپیٹ کر اس زور سے کھینچی کہ آپ گھٹنوں کے بل گر پڑے۔ غرضیکہ انہوں نے اپنی قساوتِ قلبی اور شرارتِ باطنی کی وجہ سے ہر طرح کی ایذائیں دینی شروع کیں۔

ولید بن مغیرہ عمر رسیدہ شخص اور قریش کا سرتاج تھا۔ جب حج کے دن قریب آئے تو اس نے قریش کے بعض لوگوں کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ "اب حج کے دن آرہے ہیں۔ ہر طرف سے عرب یہاں آئینگے وہ محمد کا حال سن چکے ہیں۔ اس بات کا کچھ بندوبست کرنا چاہئے کہ وہ محمد کے دین کو قبول نہ کریں۔ پس یہ مشہور کردو کہ محمد ساحر ہے اور کہ اس نے جادو کے زور سے لوگوں میں ایسا تفرقہ ڈال دیا ہے

کہ اُس کے کلام سے خاوند اور بیوی - باپ اور بیٹے - بھائی اور بھائی - کنبے اور برادری میں جدائی ہو جاتی ہے"۔ پس ان لوگوں نے گذرگاہوں پر بیٹھ کر خلقِ خدا کو بہکانا اور آنحضرت کی طرف سے بدگمان کرنا شروع کیا - اسی ولید کی طرف قرآن میں اشارہ ہے کہ " تو (اے محمد) ہم کو اس شخص کی سزا دہی کے واسطے چھوڑ دے جسکو ہم نے تنہا پیدا کر کے زرِ کثیر اور بیٹے عطا کئے ... وہ ہماری آیتوں سے دشمنی رکھتا ہے عنقریب ہم اس کو دوزخ کے پہاڑ میں پہنچائیں گے - اس نے قرآن پر از روئے طعنہ زنی فکر کیا - پھر جب کوئی موقعہ نہ ملا تب تیوری چڑھائی اور انصاف سے منہ پھیرا اور تکبر کیا اور کہا کہ یہ قرآن صرف سحر ہے اور محض انسانی قول ہے"۔

حمزہ کا اسلام | آنحضرت کے ساتھ مخالفین ایسی بے رحمی کا سلوک کرتے تھے کہ بعض اوقات بیگانوں سے بھی دیکھا نہ جاتا تھا - چنانچہ ایک دفعہ آپ کوہِ صفا پر تھے کہ ابوجہل کا بھی وہاں گذر ہوا - اس نے آپ کو دیکھتے ہی گالیاں دینی اور ناسزا بکنا شروع کر دیا - آپ خاموش سنتے رہے اور کچھ جواب نہ دیا - ایک لونڈی نے یہ ماجرا حمزہ سے بیان کیا وہ تیراندازی کی مشق کے واسطے کوہِ صفا پر آیا تھا - حمزہ غصہ سے بے تاب ہو گیا اور ابوجہل کی تلاش کرتا خانہ کعبہ آیا اور اپنی کمان زور سے اُس کے سر پر ماری اور کہا " تو میرے بھتیجے کو گالیاں دیتا ہے - جا میں بھی آج سے اُسی کے دین پر ہوں اور جو وہ کہتا ہے وہی میں بھی کہتا ہوں اگر تجھ میں کچھ طاقت ہے تو میرا مقابلہ کر"۔

عتبہ کا سوال | جب قریش نے دیکھا کہ حمزہ بھی مسلمان ہو گئے ہیں اور آنحضرت کی حمایت کرتے ہیں تو وہ بہت سی ایذا رسانی کی باتوں سے باز آئے - ایک دفعہ عتبہ بن ربیعہ نے قریش کو کہا کہ " اگر تم کہو تو میں محمد سے چند باتیں کروں شاید وہ کسی امر پر راضی ہو جائے تو وہ ہم اس کو دیدیں اور یوں وہ ہمارا پیچھا چھوڑے"۔ قریش اس بات پر راضی ہو گئے - پس عتبہ آنحضرت کے پاس آیا اور کہنے لگا " اے میرے بھتیجے تم جانتے ہو کہ ہمارا تمہارا قومی واسطہ ہے اور تم خود دیکھتے ہو کہ تم قوم کے

پاس ایک ایسی شئے لائے ہو جو ہم کو پسند نہیں - اب تم مجھ کو یہ بتلاؤ کہ دعوئ نبوت سے تمہارا کیا مطلب ہے - کیا تم ہم سب سے زیادہ مالدار ہونا چاہتے ہو یا مکہ کی ریاست چاہتے ہو یا سلطنت کے خواہاں ہو - ہم تمہارے دل کی خواہش پوری کر دینگے - لیکن تم اپنی ہٹ سے باز آؤ" اس کے جواب میں آنحضرت نے قرآن کی یہ آیات پڑھیں - "بڑے مہربان نہایت رحیم کی طرف سے نازل ہوا ہے - یہ کتاب ہے جسکی آیات وضاحت سے بیان کیگئی ہیں - قرآن عربی ہے اُن لوگوں کے لئے جو سمجھ رکھتے ہیں خوشی اور ڈر سناتا ہے - پھر ان میں سے بہتوں نے منہ موڑلیا سو وہ نہیں سُنتے - اور کہا کہ جس چیز کی طرف تو ہمیں بلاتا ہے اس سے ہمارے دل پردوں میں ہیں - اور ہمارے کان بھاری ہیں - ہمارے اور تیرے درمیان پردہ ہے سو تو اپنا کام کر ہم اپنا کام کرتے ہیں - تو کہہ میں بھی تمہاری ہی مانند بشر ہوں - میری طرف وحی کی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے سو اسی کی طرف سیدھے رہو اور اس سے معافی مانگو اور مشرکوں پر افسوس ہے" (سورہ حم سجدہ آیت ۱-۶) یہ سنکر عُتبہ واپس چلا گیا۔[۱۸] اور اس نے قریش کو یہ رائے دی کہ تم اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو اور اس سے مزاحم نہ ہو - اگر عرب اس کے مخالف ہوگئے تب تم کو اس کی مخالفت کی زحمت نہ اٹھانی پڑیگی اور اگر وہ عرب پر غالب ہوا تو اُس کی عزت تمہاری ہی عزت ہو گی" لیکن قریش نے یہ رائے منظور نہ کی -

کُتب سابقہ کی تصدیق

آنحضرت اہل یہود و نصاریٰ کی کتب مقدسہ کا کفار کے سامنے ذکر کرتے اور اُن کو انبیائے سابقین کے سوانح سنا سنا کر عبرت آموز سبق سکھاتے تھے اور کہتے تھے کہ جس طرح وہ انبیا مرسل من اللہ تھے اور اُن کی کتب برحق ہیں اسی طرح میں بھی اللہ کی جانب سے عرب کی طرف رسول ہو کر آیا ہوں اور قرآن بھی سچی کتاب ہے - چنانچہ آپ نے کہا "یہ قرآن ایسا نہیں جس کو اللہ کے سوا کوئی اور گھڑ لے - وہ کتب سابقہ کی تصدیق کرتا ہے اور بائیبل کی تفصیل ہے جس میں شک نہیں کہ وہ پروردگار عالم کی طرف سے ہے" (سورہ یونس آیت ۳۸

نیز دیکھو سورہ طٰہٰ ع ۸ - شعراء ع ۱۱ - بقرع ۲۶ - حدید ع ۱۱ - یوسف ع ۱۲ -
بقرع ۱۲ - انعام ع ۱۱ - مائدہ ع ۷ - نساء ع ۷ - بقرع ۵ - بقرع ۱۱ -)
کتب یہود کی نسبت آپ نے گواہی دے کر کہا " توریت میں (ہر طرح کی) ہدایت
اور نور (ایمان) ہے - خدا کے فرمانبردار (بندے) انبیائے (بنی اسرائیل) اُنہی کے
مطابق یہودیوں کو حکم دیتے چلے آئے ہیں اور ربی اور علما بھی کیونکہ کتاب اللہ کے
محافظ ٹھہرائے گئے تھے اور وہ اس کی محافظت کرتے بھی رہے " (مائدہ آیت ۴۸
نیز دیکھو انعام ع ۱۱ و ع ۱۹ - مومن ع ۶ -) پھر آپ نے انجیل کی نسبت کہا کہ
خدا نے عیسیٰ کو انجیل دی - اس کے اندر ہدایت ہے اور نور اور وہ تصدیق
کرتی ہے توریت کی جو اس کے آگے تھی - وہ پرہیزگاروں کے لئے ہدایت
اور نصیحت ہے اور واجب ہے کہ انجیل والے اسی کے مطابق جو اللہ نے اس کے
اندر نازل فرمایا حکم کریں " (سورہ مائدہ آیت ۵۰ - نیز دیکھو ع ۹ و ۱۰) - ان
آیات میں آنحضرت نے کفار کو بتلایا کہ تمہارے دلوں میں یہود و نصاریٰ کا
مذہبی وقار ہے اور ان کی کتب مقدسہ کو تم بنظر وقعت دیکھتے ہو - پس قرآن
کو بھی مان لو کیونکہ یہ اُنہی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے اور مجھ پر بھی ایمان لے آؤ
کیونکہ میں تم کو سلیس عربی زبان میں اُنہی باتوں کی تعلیم دیتا ہوں جو ان کتب مقدسہ
میں موجود ہیں - " کچھ شک نہیں کہ یہ قرآن پروردگار عالم کا اتارا ہوا ہے اس کو
جبریل امین نے سلیس عربی زبان میں تیرے دل پر القا کیا ہے تاکہ اور پیغمبروں کی
طرح تو بھی (لوگوں کو عذاب سے) ڈرائے - اس میں شک نہیں کہ یہ قرآن اگلے
پیغمبروں کی کتابوں میں موجود ہے کیا ان (اہل مکہ) کے لئے یہ (اس) کی صداقت
کی دلیل) کافی نہیں کہ اس قرآن کو علماء بنی اسرائیل جانتے ہیں " (شعرا آیت ۱۹۲ - ۱۹۷)
" یہ کتاب قرآن ہم نے اس واسطے نازل کی کہ تم یہ نہ کہو کہ ہم سے پہلے صرف دو ہی
فرقوں (یہود و نصاریٰ) پر کتاب نازل ہوئی تھی اور ہم تو (ان کتابوں) کی زبانوں
ناواقف تھے - سو اب تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس حجت آ گئی ہے اور

وہ (قرآن مثل توریت و انجیل کے) ہدایت اور رحمت ہے۔ پس اس سے زیادہ ظالم اور کون ہوگا جس نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا" (انعام آیت ۱۵۶-۱۵۸) لیکن اس پر بھی قریش قرآن کو جھٹلاتے اور کہتے تھے کہ قرآن ایک جھوٹ بات ہے جو محمد نے گھڑی ہے (فرقان آیت ۵ و ۶) اور وہ پریشان خوابوں کا مجموعہ ہے (انبیا آیت ۵)۔

مابعد کے زمانہ میں آنحضرت نے کہا کہ اگر ہجرت سے پہلے دس یہودی بھی مجھ پر ایمان لے آئے ہوتے تو اب سارے یہود مجھ پر ایمان لے آتے۔ ۵۱۹

۵۲۰
قریش کا معجزات طلب کرنا | ایک مرتبہ روؤسائے قریش جمع ہوئے اور انہوں نے آنحضرت کو بلوایا۔ آپ نے خیال کیا کہ شاید وہ راہ ہدایت کی طرف آجائیں جب آپ گئے تو قریش نے کہا "ہم نے تم کو گفتگو کرنے کے لئے بلایا ہے کیونکہ عرب میں کسی شخص نے اپنی قوم کو ایسی آفت میں مبتلا نہیں کیا جیسا تم نے ہم کو کر رکھا ہے"۔ آپ نے جواب دیا کہ "خدا نے مجھ کو بشیر اور نذیر کر کے تمہاری طرف بھیجا ہے تاکہ تم ایمان لاؤ"۔ قریش نے کہا "اے محمد۔ تم جانتے ہو کہ پہاڑوں نے ہمارے شہر کو تنگ اور محدود کر رکھا ہے پس اگر تیرا خدا ان پہاڑوں کو دور کر دیگا اور ہمارے شہر میں ملک شام اور عراق کی طرح چشمے بہائیگا تو ہم تجھ پر ایمان لے آئینگے"۔ حضرت نے قرآنی آیت پڑھی جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "ہم ان کی فرمائش سے ایسا کام ہرگز نہ کرینگے"۔ قرآن میں آیا ہے کہ "کفار نے کہا ہم تجھ پر ایمان نہیں لائینگے جب تک تو ہمارے واسطے زمین سے چشمہ نہ نکالے۔ یا تیرے واسطے (تیرا خدا) کھجوروں اور انگوروں کے باغ مہیا نہ کرے جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں یا جیسا تو (ہم کو دھمکی دے کر) کہتا ہے ہم پر آسمان نہ ٹوٹ پڑے یا تو اللہ اور اس کے فرشتوں کو ہمارے سامنے نہ لائے یا (تیرا خدا تیرے لئے) سونے کا محل نہ بنائے یا زینہ لگا کر تو آسمان پر نہ چڑھے۔ اور پھر بھی محض تیرے چڑھنے ہی سے ہم ایمان نہیں لائینگے جب تک کہ تو وہاں سے ایک کتاب نازل نہ کرے

جس کو ہم پڑھ لیں۔ (اے محمد) تو جواب دے سبحان اللہ۔ میں تو صرف ایک
انسان ہوں جو رسول ہوں" (بنی اسرائیل آیت ۹۱-۹۵)۔ اس پر قریش نے
کہا "یہ کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں (تلاش معاش کیواسطے)
پھرتا ہے۔ اس کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نازل نہیں ہوتا جو اس کے ساتھ لوگوں
کو ڈرایا کرے یا اس کے پاس خزانہ کیوں نہیں آجاتا یا کوئی باغ ہو جس میں سے
کھایا کرے" (فرقان آیت ۸) اس کے جواب میں قرآن میں آیا" (اے محمد)
تو صرف ڈرانے والا ہے اور ہر قوم کے لئے ایک ہادی ہوتا ہے" (رعد آیت ۸)۔
پھر کہا "برکت والی ہے وہ ذات جو اگر چاہے تو (اے رسول) تیرے واسطے ان
سے بھی بہتر چیزیں مہیا کرے جن کا یہ ذکر کرتے ہیں یعنی باغ جن میں نہریں ہوں
اور عالیشان محل" (فرقان آیت ۱۱) اور اس سے بھی زیادہ توضیح کر کے کہا
(بنی اسرائیل آیت ۲۲) "(اے محمد) تجھ سے پہلے جتنے رسول ہم نے بھیجے وہ سب
کھانا کھاتے اور بازاروں میں پھرتے تھے۔ ہم نے تم میں سے بعض کو دوسروں
کے واسطے باعث آزمائش قرار دیا ہے تاکہ دیکھیں کہ تم ثابت رہتے ہو یا کہ نہیں
اور تیرا رب دیکھنے والا ہے۔" اگر ہم اُن کی طرف فرشتے نازل کریں اور اُن سے
اور ہم ہر شے کو ان کے سامنے زندہ کر کے کھڑا کر دیں تو بھی وہ ہرگز ایمان نہ لائینگے
(سورہ انعام آیت ۱۱۱)۔ پھر قرآن میں ہے "(اے محمد) تو ان پر اُن آیات کو پڑھ
جو تجھ پر وحی کی جاتی ہیں۔ یہ لوگ رحمٰن پر کفر کرتے ہیں تو کہہ کہ وہی رحمٰن میرا رب ہے
اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اُسی پر میرا توکل ہے۔ اور اسی کی طرف میں
رجوع کرتا ہوں" (رعد آیت ۲۹) اس پر قریش نے کہا "اب ہم ہرگز تجھ پر
ایمان نہ لائینگے کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ یمامہ میں جو ایک شخص رحمان ہے وہ تجھ کو تعلیم
دیتا ہے۔ اے محمد ہم نے تجھ پر حجت پوری کر دی اور اب ہم تجھے ہرگز نہ چھوڑینگے۔"
اس پر آنحضرت اُٹھ کھڑے ہوئے اور نہایت افسردگی کی حالت میں واپس چلے گئے
کیونکہ آپ قوم کی ہدایت اور بہبودی کی غرض سے ان کے پاس آئے تھے۔

قریش کے ساتھ مذہبی گفتگو

ایک اور شخص نضر بن حرث آنحضرت کی ایذا دہی اور عداوت پر کمربستہ رہتا تھا۔ اس نے رستم اور اسفندیار کے قصے سیکھ رکھے تھے جب آنحضرت کسی جگہ وعظ کرتے اور قریش کو پہلی اُمتوں کی باتیں سُنا کر عذاب الٰہی سے ڈراتے تو یہ ان کو کہتا کہ "یہ تو پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں"۔ میں تم کو ان سے بھی زیادہ دلچسپ اور عجیب و غریب قصے سناتا ہوں اور شاہانِ فارس کی حکایات نقل کرتا اور کہتا تھا" اگر یہ قرآن اللہ کی طرف سے حق ہے تو ہم پر پتھر برسا دے۔ یا ہم پر دکھ کا عذاب نازل کر" (انفال آیت ۳۲)۔ اس نضر بن حرث کی نسبت قرآن میں آٹھ آیات موجود ہیں۔[۲۱]

نضر بن حرث اور عقبہ بن معیط علمائے یہود کے پاس گئے تاکہ ان سے کچھ باتیں معلوم کرکے آنحضرت کو مغلوب کرسکیں۔ علمائے یہود نے ان کو سوال بتلائے جو انہوں نے آنحضرت سے دریافت کئے۔ حضرت نے جواب میں کہا کہ میں تمہارے سوالوں کا جواب کل دوں گا۔ لیکن پندرہ روز تک کوئی وحی نہ آئی اور اللہ تعالیٰ نے آنحضرت کو متنبہ کرکے فرمایا" (اے محمد) اس طرح سے مت کہا کر کہ کل میں اس کام کو کروں گا مگر ان شاء اللہ کے ساتھ کہا کر" (کہف آیت ۲۳) پھر سورۂ کہف میں ان سوالوں کے جواب آنحضرت نے دئے۔ کفار کا آخری سوال تھا کہ روح کیا شے ہے۔ اس کے جواب میں قرآن میں آیا ہے۔ کہ "تجھ سے روح کی بابت سوال کرتے ہیں۔ کہہ کہ روح میرے رب کے حکم سے ہے اور تم کو نہایت قلیل علم دیا گیا ہے" (بنی اسرائیل آیت ۸۷)[۲۲] غرضیکہ قریش آنحضرت کا تمسخر کیا کرتے تھے اور ان آیات کا جو آنحضرت پڑھتے مضحکہ اڑایا کرتے تھے۔ چنانچہ قرآن میں ہے کہ "ہم خوب جانتے ہیں جب یہ لوگ تمہاری طرف کان لگاتے ہیں اور جس ارادہ سے تمہاری باتیں سنتے ہیں اور جب سرگوشیاں کرکے یہ ظالم ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ تم تو ایسے شخص کے پیچھے ہو گئے ہو جس پر کسی نے جادو کر دیا ہے" (سورہ بنی اسرائیل آیت ۵۰)۔ پھر لکھا ہے "(اے محمد) یہ لوگ تیری (نسبت نہایت بُری) مثالیں

بیان کرتے ہیں۔ وہ گمراہ ہیں اور ان کو رستہ نہیں ملتا" (بنی اسرائیل آیت ۵۱)۔
قریش نہ خود قرآن سننا چاہتے تھے اور نہ کسی اور کو سننے دیتے تھے اگر کوئی قرآنی آیات سننا بھی چاہتا تو ان موذی ظالموں کے خوف اور ایذا رسانی کے ڈر سے وہ آنحضرت کے پاس سے چلا جاتا تھا۔ پس آنحضرت قرآن کو نہایت دھیمی آواز سے پڑھتے اور جو شخص سننا چاہتا تو وہ آپ کی طرف کان جھکا کر کچھ سن لیتا تاکہ کفار کو یہ معلوم نہ ہو سکے کہ وہ قرآن سننے کیلئے بیٹھا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم نازل ہوا کہ وہ بالکل دھیمی آواز اختیار نہ کریں "(اے محمد) تو نماز میں نہ تو بلند آواز سے پڑھ اور نہ آہستہ پڑھ بلکہ درمیانی آواز اختیار کر" (بنی اسرائیل آیت ۱۱۰)۔

حضرت عمر کا اسلام

عمر بن خطاب اسلام کے سخت ترین دشمنوں میں سے تھا۔ آنحضرت بارگاہِ الٰہی میں دعا کرتے تھے کہ خدایا عمر بن خطاب اور ابوجہل کو اسلام کی طرف راغب کر۔ عمر کے خاندان کی ایک لونڈی مسلمان ہو گئی۔ اس کو وہ بے تحاشا مارا کرتا اور جب مارتا مارتا تھک جاتا تو کہتا "ٹھہر جا۔ دم لے لوں تو پھر ماروں گا"۔ اسی طرح جس شخص پر اس کا قابو چلتا زد و کوب کیا کرتا۔ اس نے دل میں یہ ٹھانی کہ بانیٔ اسلام کو جان سے مار ڈالے تاکہ اسلام کا قلع قمع ہو جائے۔ پس تلوار ہاتھ میں لے گھر سے نکلا۔ راہ میں نعیم بن عبداللہ ملا۔ اس کے تیور دیکھ کر پوچھنے لگا کہاں جا رہے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ محمد کو قتل کرنے جا رہا ہوں۔ نعیم نے کہا "اگر تو نے محمد کو قتل کر دیا تو عبد مناف کی اولاد تجھ کو کبھی زندہ نہ چھوڑے گی پہلے اپنے گھر کی خبر لے تیرے بہن اور بہنوئی مسلمان ہیں"۔ یہ سنتے ہی عمر اپنی بہن کے گھر گیا وہ سورہ طٰہٰ پڑھ رہی تھی۔ جونہی عمر گھر میں داخل ہوا اس نے صحیفہ کو چھپا لیا۔ عمر نے پوچھا تو کیا پڑھ رہی تھی۔ اس نے کہا کچھ بھی نہیں۔ عمر کو غصہ جو آیا اس نے اپنی بہن کے ایک تھپڑ رسید کیا اور کہا مجھ کو دکھلا جو تو پڑھ رہی تھی۔ بہن کو خیال تھا کہ اگر میں نے صحیفہ دیدیا تو وہ پھر ہاتھ

نہیں آئیگا۔ عمر نے وعدہ کیا کہ میں صحیفہ تجھ کو واپس کر دونگا۔ جب بہن نے قرآن کے اجزاء اس کے ہاتھ میں دیئے تو وہ پڑھ کر متاثر ہو گیا اور کہنے لگا کہ میں بھی مسلمان ہو جاؤنگا۔ اسی حالت میں (یعنی شمشیر بکف) آنحضرت کے پاس آیا آنحضرت ارقم کے مکان میں جو کوہ صفا پر تھا مع صحابہ پناہ گزین تھے۔ صحابہ شمشیر دیکھ کر متردد ہوئے لیکن آنحضرت نے اس سے معانقہ کر کے پوچھا "اے عمر۔ کس ارادہ سے آئے ہو۔ کیا تم حق کے مخالف ہی رہو گے۔ حضرت عمر نے جواب دیا کہ میں اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لانے کے لئے آیا ہوں۔ آنحضرت نے کلمہ تکبیر پڑھا اور تمام صحابہ خوش ہو گئے۔

عمر کے مسلمان ہونے کا نتیجہ | حضرت حمزہ اور حضرت عمر کے ایمان لانے سے

۲۵

مسلمانوں میں جو اس وقت تقریباً پچاس کے قریب تھے حوصلہ پیدا ہو گیا۔ اس وقت مسلمان اپنے مذہبی فرائض کو علانیہ ادا نہیں کر سکتے تھے اور نہ کعبہ میں نماز پڑھ سکتے تھے۔ لیکن اب انہوں نے علانیہ اسلام ظاہر کیا۔ حضرت عمر قریش سے لڑتے رہے یہاں تک کہ انہوں نے کعبہ میں نماز پڑھی اور ان کے ساتھ دوسرے بھی نماز میں شریک ہوئے۔ لیکن قریش مخالفت پر تلے رہے۔ ادھر آنحضرت کے اصحاب بھی اپنی دھن کے پکے تھے چنانچہ انہوں نے ایک روز آپس میں صلاح کی کہ آج تک قریش نے قرآن کو بآواز بلند پڑھتے نہیں سنا۔ کسی شخص کو انہیں قرآن بآواز بلند پڑھکر سنانا چاہیئے۔ عبداللہ بن مسعود نے کہا میں سناؤنگا۔ اصحاب نے کہا کہ نہیں تم اکیلے تن تنہا شخص ہو۔ کوئی ایسا شخص ہونا چاہیئے۔ جس کے قبیلہ اور کنبے کے خوف سے قریش اُس کو اذیت نہ پہنچائیں عبداللہ بن مسعود نے نہ مانا اور کہنے لگا کہ میرا خدا میرا حافظ ہوگا۔ دوسرے روز عبداللہ حجر اسود کے پاس آیا جہاں قریش بیٹھے تھے اور اس نے بآواز بلند سورہ الرحمٰن پڑھنی شروع کر دی۔ اس پر قریش نے عبداللہ کو زدوکوب کیا لیکن وہ پڑھتا گیا جب فارغ ہوا تو صحابہ کے پاس آیا۔ انہوں نے زدوکوب کے نشانات دیکھکر کہا

کہ ہم اسی لئے تم کو منع کرتے تھے۔ عبداللہ نے کہا میں دشمنان خدا سے ہرگز نہیں ڈرتا۔ کل پھر جاکر اُن کو قرآن سناؤنگا۔ لیکن صحابہ نے اُس کو اس ارادے سے باز رکھا۔

مسلمانوں کو ایذا رسانی

اب قریش کا یہ وطیرہ ہوگیا کہ وہ غریب اور بے یار و مددگار مسلمانوں کو طرح طرح کی ایذائیں پہنچاتے تھے لیکن صاحب اثر مسلمانوں کو اُن کے قبیلوں کے خوف کے سبب ظلم کا نشانہ نہ بناتے۔ جب کوئی شخص مسلمان ہوجاتا تو قریش اس کو بھوک پیاس۔ مارپیٹ اور قید کی تکالیف پہنچاتے اور ہاتھ پاؤں باندھ کر گرم زمین پر ڈال دیتے۔ چنانچہ خباب بن الارث ایک غلام تھا۔ قریش نے اُس کو طرح طرح کی تکلیفیں دیں۔ وہ لوہار تھا۔ جب وہ مسلمان ہوا عاص بن وائل پر اس کا کچھ قرض تھا۔ جب وہ مانگتا تو جواب ملتا کہ اگر محمد کا انکار کروگے اور ہمارے بتوں کی پوجا کروگے تو تمہارا قرض ادا کردونگا۔ یا جب میں مرکر جس طرح تم کہتے ہو زندہ ہوجاؤنگا تب تمہارا قرض تمکو واپس ادا کردونگا۔[126] قریش نے ایک دن اُس کو پکڑ کر زمین پر چت لٹادیا اور کروٹ بدلنے کی اجازت نہ دی یہاں تک کہ کوئلے پیٹھ کے نیچے پڑے پڑے ٹھنڈے ہوگئے اس سے اُسکی پیٹھ تمام عمر کوڑھ کے داغ کی طرح بالکل سفید رہی۔[96]

امیہ بن خلف اپنے غلام بلالؓ کو جو مسلمان تھا بے حد تکلیف پہنچاتا تھا۔ حرّہ کی زمین مکہ میں گرمی کے سبب توے کی مانند گرم ہوجاتی تھی۔ امیہ ٹھیک دوپہر کے وقت اُس کو جلتی زمین پر چت لٹا کر سینہ پر ایک وزنی پتھر رکھ دیتا تاکہ ہل نہ سکے اور اس سے کہتا کہ محمد کا انکار کرکے لات اور عزیٰ پر ایمان لے آ ورنہ اسی طرح عذاب دے کر میں تجھے ہلاک کردونگا۔[92] لیکن بلالؓ جواب میں یہی کہتا اَحَدٌ اَحَدٌ یعنی خدا ایک ہی ہے پھر امیہ نے اُس کے گلے میں رسہ باندھا اور اُس کو شہر کے لڑکوں کے حوالہ کردیا جو اُس کو شہر کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک گھسیٹتے پھرے لیکن وہ اسلام سے منحرف نہ ہوا ایک روز جب امیہ اس کو

تکلیف اور اذیت دے رہا تھا تو ورقہ بن نوفل کا اُدھر سے گذر ہوا اور انہوں نے امیہ کو منع کیا لیکن وہ باز نہ آیا۔ پھر ایک اور دن ابوبکر صدیق کا ادھر سے گذر ہوا بلال کی تکلیف دیکھ کر وہ رہ نہ سکے اور انہوں نے بلال کے عوض ایک حبشی غلام امیہ کو دیکر اُس کو تکلیفوں سے رہائی دی۔ اور اُسکو آزاد کر دیا۔ ابوبکر صدیق نے اسی طرح سات غلاموں کو ان کی مصیبتوں سے رہائی دی۔ اس پر اُس کے والد نے کہا کہ تم کیوں ایسے ضعیف اور کمزور غلام خرید کر آزاد کرتے ہو۔ اگر تم قوی ہیکل غلام خریدو تو وہ تم کو دشمنوں سے بچا سکینگے اور وقت بے وقت کام آئینگے۔ حضرت ابوبکر نے جواب دیا کہ میں یہ کام کسی نفع کی غرض سے نہیں بلکہ خدا کی خاطر کرتا ہوں۔

عمار بن یاسر اپنے والدین سمیت مسلمان ہوگیا تھا۔ ابوجہل نے اس کی ماں کی شرمگاہ میں نیزہ داخل کر کے اس کو مار دیا۔ اس کا باپ بھی کافروں کے ہاتھ سے اذیت اٹھاتا اٹھاتا ہلاک ہوگیا۔ بنی مخزوم عمار کو جلتی زمین پر لٹاتے اور اس قدر زدوکوب کرتے کہ وہ بے ہوش ہو جاتا۔ بالآخر شدت تکلیف کی حالت میں وہ اپنے ایمان کے خلاف اقرار کر بیٹھا اور حضرت کے پاس آیا۔ قرآن میں اس انکار کی نسبت آیا ہے "جو شخص ایمان لانے کے بعد کفر پر مجبور کیا جائے مگر اس کا دل ایمان کی طرف سے مطمئن ہو (تو اس سے کچھ مواخذہ نہیں)"۔ (سورہ نحل آیت ۱۰۶)۔ آنحضرت نے اس کو صبر کی تلقین کی اور کہا کہ اگر وہ تجھے پھر ایذا دیں تو پھر اُن کی طرف لوٹ جانا اور پھر وہی کہہ دینا جو تو نے پہلے کہا تھا۔ قریش کا ظلم یہاں تک بڑھ گیا تھا کہ اگر کوئی اجنبی نووارد مکہ میں آنحضرت کی نسبت پوچھ بیٹھتا تو اس کو بھی زدوکوب کیا جاتا تھا۔ سعد بن ابووقاص کی ماں نے قسم کھائی کہ جب تک سعد نئے دین کو ترک نہ کریگا آب و دانہ اس پر حرام ہوگا۔ لیکن سعد نے اسلام کو نہ چھوڑا۔ اس پر بنی اسد نے اس کو سخت ایذائیں دیں۔

جب حضرت عثمانؓ مسلمان ہوئے تو ان کے اپنے چچا نے ان کو رسی سے باندھ کر مارا۔ جب ابوذرؓ نے اپنے اسلام کا اعلان کیا تو قریش نے اُس کو اس قدر مارا کہ وہ بے ہوش ہو گیا۔ جب زبیرؓ بن العوام مسلمان ہوا تو اُس کے چچا نے اُس کو چٹائی میں لپیٹ کر ناک میں دھواں دیدیا۔ غرضیکہ کفار سے جہاں تک ہو سکا انہوں نے مسلمان مردوں اور عورتوں کو اسلام لانے کی وجہ سے سخت سے سخت ایذائیں دیں۔ یہ سلوک دیکھ کر کسی نے کہا "یارسول اللہ مشرکوں پر بددعا کریں اور اُن پر لعنت کریں۔ آپ نے جواب دیا کہ میں تو صرف رحمت کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ مجھ کو خدا نے اسواسطے نہیں بھیجا کہ میں لوگوں کو لعنت کروں اور ان کو بددعا دوں[129]۔ پھر آپ نے کہا تم سے پہلے ایک نبی تھے ان کی قوم نے اُن کو اسقدر مارا کہ خون آلود کر دیا اور وہ نبی اپنے منہ پر سے خون پونچھتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے اے اللہ میری قوم کی خطاؤں کو بخش دے کیونکہ یہ نہیں جانتے[130]۔

(۴) حبشہ کی ہجرت یا جلاوطنی

جب آنحضرت نے دیکھا کہ قریش اپنے جور و ظلم اور تعدی سے کسی طرح باز نہیں آتے تو آپ نے مسلمانوں کو بلا کر ان کو ہدایت کی کہ ملکِ حبش کو جو ایک عیسائی سلطنت تھی ہجرت کر جائیں۔ اس ارشاد کے مطابق اول اول گیارہ مرد اور چار عورتوں نے ماہ رجب ۵ نبوی میں اپنے مذہب کی خاطر جلاوطنی اختیار کی۔ اس کے بعد اور لوگوں نے ہجرت اختیار کی یہاں تک کہ چھوٹے بچوں کے علاوہ تراسی [۸۳] مرد اور اٹھارہ [۱۸] عورتیں حبش کو چلی گئیں جن میں سے حضرت عثمانؓ اور ان کی بیوی رقیہ جو آنحضرت کی دختر تھیں۔ ابوسلمہ مخزومی اور اس کی زوجہ ام سلمہ اور عبداللہ بن مسعود خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں[131]۔

مسلمانوں نے ملک حبش میں جاکر اطمینان حاصل کیا۔ اس ملک کے

بادشاہ کا اصلی نام اصحمہ تھا۔ عرب اس کو "نجاشی" پکارتے تھے۔ نجاشی عیسائی تھا اور حبش ایک عیسائی سلطنت تھی۔ اس عیسائی سلطنت نے ان بیچارے غریب مصیبت زدہ مسلمانوں کو پناہ دی اور وہ اس کے زیر سایہ نہایت فراغت اور بے فکری سے اسلام کے احکام اور فرائض ادا کرنے لگے۔

نجاشی کے دربار میں قریش کا وفد

جب قریش نے دیکھا کہ نجاشی نے مسلمانوں کو پناہ دی ہے تو انہوں نے عبد اللہ بن ربیعہ اور عمرو بن العاص کو قیمتی تحایف دیکر حبش روانہ کیا تاکہ نجاشی سے ملاقات کر کے مسلمانوں کو اس کی سلطنت سے نکلوا دیں۔ جب یہ دونوں شخص حبش پہنچے تو پہلے امرا اور ارکان سلطنت کو ملے اور اُن سے کہا کہ ہم بادشاہ سے یہ درخواست کرنا چاہتے ہیں کہ ہمارے اہل وطن کو جو اپنا آبائی مذہب ترک کر کے یہاں پناہ گزیں ہوگئے ہیں ہمارے ساتھ کر دے آپ ہماری مدد کریں۔ انہوں نے قبول کیا۔ پھر وہ بادشاہ سے ملے اور عرض کی "اے بادشاہ۔ ہماری قوم میں سے چند جاہل اپنے آبائی مذہب کو ترک کر کے یہاں چلے آئے ہیں انہوں نے آپ کا مذہب بھی اختیار نہیں کیا۔ وہ ایک ایسے مذہب کے پیرو ہوگئے ہیں جس کی نہ تو ہم کو خبر ہے اور نہ آپ کو خبر ہے۔ اُن کے رشتہ داروں نے ہم کو آپ کی خدمت میں بھیجا ہے اور عرض کی ہے کہ آپ ان کو ہمارے ساتھ روانہ کر دیں"۔ ارکان سلطنت نے بھی قریش کی سفارت کی تائید کی۔ یہ کلام سن کر نجاشی کا چہرہ غصہ کے مارے لال ہوگیا اور اس نے کہا "میں ان مہمانوں کو جو میرے ملک میں آکر پناہ گزیں ہوئے ہیں ہرگز نہ نکالونگا۔" پھر اُس نے مسلمانوں کو بلوایا اور تمام حال دریافت کیا اور پوچھا کہ یہ نیا دین کیا ہے جو تم نے اختیار کر لیا ہے۔ مسلمانوں کی طرف سے حضرت علیؑ کے بھائی جعفر طیار نے عرض کی "اے بادشاہ ہم لوگ جاہل تھے۔ بتوں کی پرستش کرنا ہمارا مذہب تھا۔ ہم مردار خوار تھے۔ بدکار تھے۔ ظلم و ستم کو ہم نے جائز سمجھ رکھا تھا۔ اللہ نے ہم پر کرم کیا اور ہمارے پاس اپنا رسول بھیجا جو شریف اور

امین ہے۔ اس نے ہم کو خدا کی وحدانیت اور معرفت حق کی تعلیم دی اور یہ سکھایا کہ ہم اپنے آبائی مذہب سنگ پرستی کو ترک کریں۔ اس نے ہمکو سچی بات کہنے اور امانت کو ادا کرنے۔ صلہ رحم اور پڑوس کے حقوق کی تعلیم دی ہے اور گناہوں سے بچنے اور بدکاری کو چھوڑنے کا حکم دیا ہے۔ یتیم کا حق تلف کرنے اور عفیفہ عورتوں کو بدنام کرنے سے منع کیا ہے۔ واحد خدا کی عبادت اور نماز اور روزہ اور زکوٰۃ کو ہم پر فرض کیا ہے ہم نے کفر کو چھوڑ کر اس دین حق کو قبول کیا ہے جس کی وجہ سے ہمارے اہل وطن ہمکو ستاتے ہیں۔ جب ان کا ظلم برداشت سے باہر ہوگیا تو ہم وہاں سے نکل کر آپ کے ملک میں آگئے تاکہ ہم ظلم سے محفوظ رہیں"۔ نجاشی نے کہا "جو قرآن تمہارے نبی نے تم کو سکھایا ہے سناؤ"۔ جعفر نے سورہ مریم کی چند آیات پڑھیں نجاشی بہت متاثر ہوا اور اس نے کہا "یہ تو وہی کلام ہے جو یسوع مسیح پر نازل ہوا تھا۔ یہ کلام اور انجیل دونوں ایک ہی نور کے سرچشمہ سے نکلے ہیں"۔ اور عمرو بن العاص سے مخاطب ہو کر اس نے کہا "تم واپس چلے جاؤ۔ میں ان کو تمہارے ساتھ کبھی روانہ نہ کرونگا"۔

دوسرے دن عمرو بن العاص نے بادشاہ کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا اور کہا کہ جن لوگوں کو آپ نے پناہ دی ہے وہ یسوع مسیح کو سخت سست کہتے ہیں۔ نجاشی نے صحابہ کو بلایا اور پوچھا "یسوع مسیح کی نسبت تم کیا خیال رکھتے ہو"۔ جعفر طیار نے جواب دیا کہ "ہمارے رسول نے ہم کو یہ بتایا ہے کہ عیسیٰ بن مریم خدا کے بندے اور اس کے رسول اور اس کے کلمہ ہیں جو اس نے حضرت مریم کی طرف ڈالا جو کنواری اور پارسا تھیں"۔ اس پر نجاشی نے ایک تنکا زمین پر سے اٹھا کر کہا "تم نے جو کچھ بیان کیا ہے اس میں اس تنکے کے برابر بھی حضرت عیسیٰ کے خلاف بیان نہیں کیا"۔ [۲۳]

پس قریش کے دونوں سفیر ناکام اور نامراد اور ذلیل و خوار ہو کر واپس لوٹ آئے آنحضرت عیسائیوں کا یہ احسان کبھی نہ بھولے چنانچہ قرآن میں ہے "جو لوگ عیسیٰ کے تابع ہیں ہم نے ان کے دلوں میں شفقت اور رحمت ڈالی (حدید آیت ۲۷)" "اے مسلمانو! سب سے زیادہ دوست تم عیسائیوں کو پاؤ گے" (مائدہ آیت ۸۵) جب نجاشی نے

وفات پائی تو آنحضرت نے اس کا غائبانہ جنازہ پڑھا۔

(۵) حضرت محمد کا مقاطعہ سوشل بائیکاٹ اور دیگر مظالم۔

مقاطعہ کا عہدنامہ جب قریش نے دیکھا کہ اُن کے سفیر شاہ حبش کے دربار سے بے نیل مرام واپس آئے ہیں تو ان کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ اب انہوں نے یہ ٹھان لیا کہ اسلام کو کچل کر چھوڑینگے۔ کیونکہ اب ان کو یہ خدشہ لاحق ہوگیا کہ مسلمان شاہ حبش کے ساتھ رابطہ اتحاد قائم کرکے قریش کو پاؤں تلے روند ڈالیں گے اور یوں اُن کے سیاسی نظام میں خلل واقع ہو جائیگا۔ اب مسلمان ان کی نظروں میں محض حقیر مظلوم ہی نہ تھے بلکہ ایک ایسی جماعت کے شرکا تھے جس کا حامی شاہِ حبش تھا اور جو ظلم کے باوجود بڑھتی جاتی تھی۔ پس قریش نے یہ مصمم ارادہ کرلیا کہ اُن کے سیاسی نظام اور وقعت میں کسی طرح کا فتور آنے نہ پائے۔ پس انہوں نے باہم اتفاق کرکے بنی ہاشم اور بنی مطلب کا مقاطعہ کردیا اور ایک عہدنامہ لکھ کر کعبہ کے اندر لٹکا دیا۔ اس کا مضمون یہ تھا[۳۳] کہ ہم بنی ہاشم اور بنی مطلب کا مقاطع کرتے ہیں۔ نہ ان سے شادی بیاہ کے تعلقات رکھیں گے اور نہ اُن کے ساتھ خرید وفروخت کرینگے۔ حضرت کا چچا ابولہب اور اس کی بیوی اس امر میں اپنے قبیلے کے خلاف اور دیگر قریش کے ہمراہ تھے۔ لیکن بنی ہاشم اور بنی مطلب کا باقی قبیلہ ابوطالب کے ساتھ متفق رہا۔ ان لوگوں نے تین سال اس طرح گذارے کہ کوئی شئے اُن کو علانیہ دستیاب نہیں ہوتی تھی۔ ان کے رشتہ دار خفیہ طور پر اشیا بھیجتے تھے۔ لیکن دشمن ہمیشہ اس تاک میں رہتے اور ہر ممکن طور سے کوشش کرتے کہ ان کو پوشیدہ طور پر بھی چیزیں نہ جائیں چنانچہ ایک روز ابوجہل نے دیکھا کہ حکیم بن حزام اپنے غلام کے سر پر گیہوں لدائے اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ کے گھر جا رہا ہے اس نے روکا اور زدوکوب تک نوبت پہنچی۔ اس عہدنامہ سے بنی ہاشم اور بنی مطلب کو سخت نقصان پہنچا۔ یہ زمانہ ایسا سخت گذرا کہ وہ بھوک کے مارے طلح کے پتے کھا کر گذارہ کرتے تھے سعد بن وقاص کا بیان ہے کہ ایک دفعہ اس کو سوکھا ہوا چمڑہ ہاتھ آگیا۔ اس نے

اسی کو آگ پر بھونا اور پانی کے ساتھ کھا لیا۔ جب بچے بھوک سے روتے تو سنگدل قریش ان کے رونے کی آواز سن کر خوش ہوتے تھے۔ آخر دشمنوں ہی کو ان کی حالت زار پر رحم آگیا اور ان میں سے چند رحم دل اشخاص عہدنامہ کو پھاڑنے کیلئے خانہ کعبہ میں گئے۔ وہاں جاکر کیا دیکھتے ہیں کہ عہدنامہ کو مٹی کھا گئی ہے۔ اور یوں اس ظلم کا خاتمہ ہوا۔

آنحضرتؐ کا تمسخر

جب کفار نے دیکھا کہ ان کی کچھ پیش نہیں چلی اور وہ آنحضرتؐ کو نیچا نہیں دکھا سکے تو انہوں نے یہ وطیرہ اختیار کیا کہ جہاں آپ کو دیکھ پاتے آپ سے تمسخر کی باتیں کرتے اور آپ کا مضحکہ اڑاتے۔ وہ آپ کو بجائے محمد کے مذمم ملا کر نہایت بُرے الفاظ آپ کی شان میں کہتے لیکن آنحضرتؐ ہنس کر صحابہ سے کہتے "یہ لوگ مذمم کو برا کہتے ہیں لیکن میرا نام تو محمد ہے۔" امیہ بن خلف جہاں آپ کو دیکھ پاتا تو آنکھ سے اشارے کرکے سخت سست کہتا چنانچہ قرآن میں اس شخص کی نسبت آیا ہے "خرابی ہے ہر ایک بے ہودہ گو آنکھ مارنے والے کے لئے جو مال جمع کرکے اس کو گنتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اس کا مال اس کو ہمیشہ زندہ رکھیگا۔" (ہمزہ آیت ۱) اخنس بن شریق حضرتؐ پر آوازے کستا تھا اور زبان درازی سے پیش آتا تھا۔

قیامت پر اعتراض

ایک دفعہ اُبی بن خلف مُردوں کی قیامت پر اعتراض کرنے کی خاطر ایک بوسیدہ ہڈی لے کر آنحضرتؐ کے پاس آیا۔ ہڈی کو اپنے ہاتھ سے مل کر ریزہ ریزہ کرکے آنحضرتؐ کی طرف پھینک کر ہوا میں اڑا دیا اور کہنے لگا "اے محمد تو کہتا ہے کہ تیرا خدا اس ہڈی کو ریزہ ریزہ ہونے کے بعد دوبارہ زندہ کریگا!" اس کی نسبت قرآن میں آیت نازل ہوئی کہ "ہمارے واسطے اس نے ایک مثال بیان کی اور اپنی پیدائش کو بھول گیا اور کہنے لگا کہ بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کریگا۔ تو (اے محمد) کہہ کہ وہی ان کو زندہ کریگا جس نے پہلی مرتبہ ان کو پیدا کیا۔" (سورہ یس آیت ۷۸)
جب یہ آیت نازل ہوئی کہ "درخت ملعونہ جس کا ذکر قرآن میں ہے (یعنی درخت زقوم)

سے ہم کافروں کو ڈراتے ہیں" (صافات آیت ۶۰)۔ تو ابوجہل نے قریش کو کہا "تم جانتے ہو کہ زقوم جس سے محمد تم کو ڈراتا ہے کیا چیز ہے؟ وہ تو مدینہ کی کھجوریں ہیں پس دوزخ میں ہم انہی کو کھایا کرینگے"۔ اس کے جواب میں قرآن میں آیا ہے کہ "بے شک زقوم کا درخت گنہگاروں کا کھانا ہے۔ وہ مثل سیسہ گداختہ کے پیٹ میں جوش کھائیگا جس طرح گرم پانی جوش کھاتا ہے" (دخان آیت ۴۳)

ولید بن مغیرہ

ولید بن مغیرہ کہا کرتا تھا کہ اگر قرآن حق ہوتا تو یا مجھ پر نازل ہوتا کیونکہ میں قریش کا سردار ہوں اور یا ابومسعود عمرو پر نازل ہوتا کیونکہ وہ بنی ثقیف کا سردار ہے۔ ہم کو چھوڑ کر محمد پر کیوں نازل ہوا جو کسی قبیلہ کا سردار نہیں ہے۔ چنانچہ قرآن میں ہے کہ "کفار کہتے ہیں کہ یہ قرآن دونوں شہروں کے کسی بڑے سردار پر کیوں نازل نہ ہوا" (سورہ زخرف آیت ۳۰)۔ حضرت کی بڑی خواہش تھی کہ ولید بن مغیرہ راہ راست اختیار کرے۔ چنانچہ ایک روز آپ اس سے گفتگو کر رہے تھے کہ ابن ام مکتوم جو اندھے صحابی تھے آئے اور آپ سے قرآن شریف کی آیات پوچھنے لگے۔ آنحضرت کو اس طرح ان کا دخل دینا شاق گذرا اور آپ نے ان کو دریافت کرنے سے منع کیا اور وہ آشفتہ خاطر ہو کر چلے گئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو تنبیہہ فرمائی اور یہ آیت نازل ہوئی "(محمد) نے تیوری چڑھائی اور منہ موڑا اس لئے کہ اس کے پاس اندھا آیا اور تجھے (اے محمد) کیا معلوم کہ وہ (تیری تعلیم سے) سنور جاتا یا نصیحت سنتا اور وہ نصیحت اس کے لئے مفید ہوتی۔ وہ جو پرواہ نہیں کرتا (ولید بن مغیرہ) تو اس کی فکر میں ہے حالانکہ اگر وہ ٹھیک نہ ہو تو تجھ پر کچھ الزام نہیں۔ اور جو (خدا سے) ڈر کر تیرے پاس دوڑتا ہوا آیا تو اس سے تغافل کرتا ہے۔ ہرگز نہیں یہ تو نصیحت ہے۔ جو چاہے اسے یاد کرے اور یہ ان صحیفوں (یعنی انجیل میں یعقوب کے خط) میں لکھا ہے۔ جن کی تعظیم کی جاتی ہے جو بلند قدر اور مقدس ہیں اور (ایسے) لکھنے والوں کے ہاتھوں میں رہتے ہیں جو بزرگ اور نیکو کار ہیں" (سورہ عبس آیات ۱-۱۴)۔

رؤسائے قریش اور آنحضرت ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ خانہ کعبہ میں تھے ولید بن مغیرہ اور امیہ بن خلف اور عاص بن وائل رؤسائے قریش حضرت کے پاس آئے اور کہنے لگے "اے محمد آؤ ہم اس قضیہ کا جو ہمارے تمہارے درمیان ہے فیصلہ کرلیں۔ ہم تمہارے اللہ کی پرستش کرلیتے ہیں اور تم ہمارے بتوں کی پرستش کرلو اگر تم حق پر ہو تو تمہارے خدا کی پرستش سے ہم کو نفع ہوگا اور اگر ہم حق پر ہیں تو ہمارے معبودوں کی پرستش سے تم کو فایدہ ہوگا۔" یہ بڑی سخت آزمایش تھی جو رؤسائے قریش نے آنحضرت کے سامنے رکھی لیکن حضرت نے اس تجویز کو ٹھکرادیا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی "(اے محمد) تو کہہ دے کہ اے کافرو میں ان چیزوں کی ہرگز پرستش نہ کرونگا جن کی تم پرستش کرتے ہو۔ اور جس کی میں پرستش کرتا ہوں تم اس کی پرستش کرنے کے نہیں۔ تمہارے واسطے تمہارا دین اور میرے واسطے میرا دین ہے۔" ایک اور دفعہ آنحضرت ولید بن مغیرہ اور دیگر قریش کے ساتھ کعبہ میں بیٹھے تھے کہ نضر بن حرث بھی آیا اور مجلس میں بیٹھ گیا اور حضرت کے کلام میں خلل انداز ہوا۔ حضرت نے اس کو سخت تنبیہہ فرمائی اور یہ آیت پڑھی "(اے کافرو) تم اور جن کی تم علاوہ اللہ کے پرستش کرتے ہو سب جہنم کے ایندھن ہو۔ تم اور وہ سب ہمیشہ جہنم میں رہوگے۔ دوزخ میں ان کا شور ہوگا۔ اور اس میں وہ ایک دوسرے کی بات بھی نہ سننگے۔" یہ کہہ کر آپ مجلس میں سے اٹھ کر چلے گئے۔ اس پر قریش سخت برہم ہوگئے۔ ابوجہل (جس کا اصلی نام عمر تھا اور جس کو اس کی دانش کے سبب لوگ "ابوالحکمت" کہتے تھے) آنحضرت کے پاس آیا اور کہنے لگا "اے محمد۔ تم ہمارے معبودوں کو برا کہنا چھوڑ دو ورنہ ہم تمہارے اس خدا کو برا کہیں گے جس کی تم پرستش کرتے ہو۔" اس پر یہ آیت نازل ہوئی "اے مسلمانو۔ تم کفار کے بتوں کو جن کو وہ سوائے اللہ کے پوجتے ہیں برا نہ کہو کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ جہالت کے سبب اللہ کو برا کہیں" (انعام آیت ۱۰۸) اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آنحضرت نے بتوں کو برا کہنا چھوڑ دیا اور

صرف دعوتِ حق پر اکتفا کیا۔

آنحضرت کا چچا ابولہب آپ کا سخت دشمن تھا۔ اس کی بیوی کانٹے جنگل سے لاکر آپ کی راہ میں بچھایا کرتی تھی۔ ان کی عداوت کے باعث یہ سورت نازل ہوئی۔ "(جیسے ابولہب نے محمد کو کوسا تھا) ابولہب (ہی) کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ ہلاک ہوا نہ تو اس کا مال ہی اس کے کچھ کام آیا اور نہ اس کی کمائی عنقریب وہ ڈیک مارتی ہوئی آگ میں داخل ہوگا اور اس کی بیوی بھی جو سر پر ایندھن اٹھالاتی ہے۔ اس کی گردن میں کھجور کی چھال کی رسی ہوگی" (سورہ لہب)

کفار کی نسبت جو مسلمانوں کو طرح طرح کی ایذائیں دیتے تھے۔ قرآن میں عذاب کا ذکر آیا چنانچہ کفار قریش کی نسبت کہا "وہ جو کافر ہیں ان کے لئے آگ کے کپڑے قطع کئے جائینگے۔ ان کے سروں پر کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا اسی پانی سے ان کا چمڑا اور جو کچھ ان کے پیٹ میں ہے گلایا جائیگا اور ان کیلئے لوہے کے ہتھوڑے ہونگے اور جب دوزخ سے نکلنے کا ارادہ کرینگے کہ غم سے بچیں پھر اسی میں لوٹائے جائینگے کہ جلنے کا عذاب چکھا کرو" (سورہ حج آیت ۲۰-۲۱)۔

بتوں کی تعریف کی حدیث

ان ایام میں جب آنحضرت قرآن کی باآوازِ بلند تلاوت کرتے تو کفار کی عادت تھی کہ وہ شور مچاتے اور اپنی طرف سے فقرے ملا دیتے چنانچہ قرآن میں آیا ہے کہ کفار کہتے تھے "اس قرآن کو نہ سنو اور اس میں گڑبڑ کردو شاید تم غالب آؤ"۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ جب حضرت سورہ نجم کی تلاوت کر رہے تھے تو جب آپ نے یہ آیت پڑھی "تم دیکھو لات وعزیٰ اور منات تیسرا پچھلا" (آیت ۲۰) ومناة الثالث الاخریٰ تو بعض راویوں کے قول کے مطابق شیطان نے آپ کی زبان سے یہ الفاظ نکلوا دئے کہ "یہ بت معظم اور محترم ہیں اور ان کی شفاعت مقبول ہے"۔ اس کے بعد آنحضرت نے سجدہ کیا اور کفار نے یہ سمجھ کر کہ آنحضرت نے ہمارے معبودوں کی تعریف کردی ہے آپ کے ساتھ ہی سجدہ کیا۔ اس روایت کی صحت میں اختلاف ہے۔ بعض مثلاً بیہقی۔ قاضی عیاض حافظ منذری

علامہ نووی اس کو باطل اور موضوع خیال کرتے ہیں۔ لیکن بہت سے محدثین اور مورخین نے اس کو صحیح مانا ہے۔ مثلاً امام طبری نے اس کو صحیح مانا ہے اور وہ "اس درجہ کے شخص ہیں کہ تمام محدثین ان کے فضل و کمال۔ تفقہ اور وسعت علم کے معترف ہیں" (سیرۃ النبی جلد ا ص ۲۶) موسیٰ بن عقبہ اس کو صحیح خیال کرتے ہیں اور وہ اس پایہ کے شخص ہیں کہ امام مالک ان کے شاگرد تھے۔ حافظ ابن حجر جن کے فن حدیث میں کامل ہونے پر سب کو اتفاق ہے اس روائت کی صحت پر مُصر ہو کر کہتے ہیں کہ "اس روایت کی تین سندیں صحیح کی شرط کے موافق ہیں اور یہ روائتیں مرسل ہیں اور ان سے وہ لوگ استدلال کر سکتے ہیں جو مرسل روایتوں کو مانتے ہیں"۔ ان کے علاوہ ابن ابی حاتم ۔ ابن المنذر ۔ ابن اسحاق ۔ ابن مردویہ اور ابو معشر جیسے مشہور محدث اس روایت کی صحت کے قائل ہیں۔

بہرحال اس بات کا ہر طرف چرچا ہو گیا تب آنحضرت پر یہ آیت نازل ہوئی "ہم نے جو رسول اور نبی تجھ سے پہلے بھیجا تو جب وہ کچھ خیال کرنے لگا۔ تو شیطان نے اس کے خیال میں کچھ نہ کچھ ڈال دیا۔ پس اللہ شیطان کی ڈالی ہوئی بات مٹاتا ہے پھر اللہ اپنی آیتوں کو پکا کرتا ہے اور (یہ شیطانی القا) اس لئے ہوتا ہے کہ خدا اس شیطان کے ملائے ہوئے سے اُن کو جن کے دل میں بیماری ہے اور اُن کو جن کے دل سخت ہیں آزمائے" (سورہ حج آیت ۵۱-۵۳)۔ اس پر کفار نے مسلمانوں پر اور بھی زیادہ ظلم کرنا شروع کر دیا۔

مہاجرین حبشہ کی واپسی

اس بات کا عام چرچا ہو گیا کہ آنحضرت میں اور کفار میں صلح ہو گئی اور یہ خبر ملک حبش میں مہاجرین کو ملی کہ آنحضرت نے کفار کے ساتھ صلح کر لی ہے اور اہل مکہ مسلمان ہو گئے ہیں اس خبر کو سن کر تینتیس ۳۳ مرد اور وہاں سے واپس مکہ آ گئے۔ لیکن جب وہ مکہ کے قریب پہنچے تو ان کو معلوم ہوا کہ یہ افواہ غلط تھی اور کہ کفار قریش بدستور اسلام کی مخالفت پر تلے ہوئے ہیں۔ اب ان غریب مہاجرین کا یہ حال تھا کہ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔ قریش کا جور و ظلم

آگے سے دوچند ہوگیا۔

قریش کے مظالم

اب قریش کی تعدی کمزور بیکس مسلمانوں پر محدود نہ تھی بلکہ معزز قبائل کے مسلمان بھی کفار کے ظلم سے تنگ آگئے۔ مسلمانوں نے دوبارہ ہجرت کرنی چاہی لیکن اب کی بار ہجرت کرنا آسان نہ تھا تاہم تقریباً سو صحابہ قریش کے ہاتھوں تنگ آکر حبشہ میں جاکر پناہ گزین ہوگئے۔ بعض معزز مسلمانوں کو اُن کے عزیز واقارب نے پناہ دیدی۔ چنانچہ حضرت ابوبکر ہجرت کی خاطر حبش جارہے تھے کہ راستہ میں ان کی ملاقات ابن الدغنہ سے ہوگئی جو قبیلہ قارہ کا رئیس تھا۔ وہ حضرت ابوبکر کو پناہ کا وعدہ دے کر اپنے ساتھ لے آیا۔ حضرت ابوبکر نرم دل ہونے کی وجہ سے قرآن پڑھتے وقت بے اختیار رویا کرتے تھے جس سے قریش کے بچوں اور عورتوں کے دل متاثر ہوجاتے تھے اس پر قریش نے ابن الدغنہ سے شکایت کی اور اس نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ اب میں تمہاری حفاظت کا ذمہ نہیں لے سکتا۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ "اللہ میری حفاظت کریگا میں تمہاری پناہ واپس کرتاہوں"[۱۳۵]۔ اسی طرح عثمان بن مظعون کو ولید بن مغیرہ نے پناہ دی اور وہ امن سے زندگی بسر کرنے لگا لیکن دوسرے صحابہ کی تکلیفوں اور اذیتوں کو دیکھ کر اُس سے نہ رہا گیا۔ وہ ولید کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ میں تمہاری پناہ کو واپس کرتاہوں۔ ولید نے کہا "اے بھتیجے۔ کچھ ہوش کر۔ اگر تو نے پناہ واپس کردی تو قوم تجھ کو ایذا دیگی۔ عثمان نے کہا کہ مجھ کو فقط خدا کی پناہ درکار ہے۔ ایک دفعہ لبید بن ربیعہ جو قریش کا مشہور شاعر تھا قریش کی مجلس میں اپنے شعر سنا رہا تھا۔ جب اس نے اپنے شعر کا پہلا مصرعہ پڑھا کہ "خبردار! ہر ایک چیز سوائے اللہ کے باطل ہے" تو عثمان بن مظعون نے کہا "اے لبید تو نے سچ کہا"۔ پھر لبید نے مصرعہ ثانی پڑھا کہ "ہر ایک نعمت لامحالہ زوال پذیر ہے"۔ عثمان نے کہا "یہ تو نے غلط کہا کیونکہ بہشت کی نعمتیں زوال پذیر نہیں"۔ لبید نے قریش کو مخاطب کرکے کہا کہ اگر یہ شخص خلل انداز ہوگا تو میں شعر کس طرح سناؤنگا ایک نے

جواب دیا کہ یہ ایک جاہل شخص ہے اور چند جاہلوں کے ساتھ مل کر ہمارے قومی مذہب سے جدا ہو گیا ہے اس کی بات کا برا نہ مانو۔ اس پر عثمان نے اُس کو جواب دیا۔ اس تُو تُو مَیں مَیں سے نوبت ہاتھا پائی کی پہنچی اور کسی نے عثمان کو ایسا طمانچہ مارا کہ اسکی آنکھ کو صدمہ پہنچا۔ ولید بن مغیرہ پاس کھڑا تھا اس نے کہا "بھتیجے۔ اگر تو میری پناہ میں ہوتا تو تیرا یہ حال نہ ہوتا۔ اب بھی دوبارہ میری پناہ میں آجا"۔ لیکن عثمان نے کہا کہ مجھے اللہ کی پناہ درکار ہے۔[۳۰]

ایک دفعہ ابوبکر خانہ کعبہ کو جا رہے تھے کہ راہ میں ایک شخص نے آپ کے سر پر خاک ڈال دی۔ ولید بن مغیرہ پاس تھا کہنے لگا اگر تم مسلمان نہ ہوتے تو ایسا سلوک تمہارے ساتھ نہ ہوتا۔ ابوبکر صدیق نے کہا "اے پروردگار تو بڑا حلم والا ہے۔ اے پروردگار تو نہایت بردبار ہے۔ اے پروردگار تو بڑا حلیم ہے"۔

ایک دفعہ آنحضرت کہیں جا رہے تھے۔ ولید بن مغیرہ۔ امیہ بن خلف اور ابوجہل راہ میں کھڑے تھے۔ انہوں نے آپ کا مضحکہ اڑایا۔ خدا نے آپ کی تسلی کے لئے یہ آیت نازل کی کہ "جیسا یہ لوگ تیرے ساتھ مضحکہ کرتے ہیں تجھ سے پہلے رسولوں کے ساتھ بھی مضحکہ کیا گیا ہے پس جو لوگ مضحکہ کرتے تھے اُن کے مضحکہ کے وبال نے انہیں آگھیرا" (انعام آیت ۱۰)۔

قریش کا موازنہ قرآن | جب کبھی آنحضرت قریش کے سامنے قرآن پڑھتے اور کہتے کہ قرآن لوح محفوظ پر ہے۔ جہاں سے وہ جبرئیل امین کے ذریعہ آپ پر اترتا ہے تو قریش قرآنی آیات کا مضحکہ اڑاتے اور کہتے "یہ قرآن تو نرا جھوٹ ہے جس کو محمد نے گھڑ لیا ہے اور اس گھڑت میں اور لوگوں نے اس کی مدد کی ہے۔ . . . یہ اگلوں کی کہانیاں ہیں جن کو اس نے کسی سے لکھوا لیا ہے اور وہی صبح و شام اس کو پڑھ پڑھ کر سنائی اور یاد کرائی جاتی ہیں (فرقان آیت ۵ و ۶)" "یہ قرآن تو پریشان خیالات کا مجموعہ ہے" (انبیا آیت ۵)۔ جب آنحضرت آواز اٹھا کر قرآن پڑھتے تو کفار قرآن کو اور اس کے نازل کرنے والے اور لانے والے کو گالیاں دیتے۔ پس

آپ کو حکم ہوا کہ قرآن کو "اونچی آواز سے نہ پڑھ"[۳۹] (بنی اسرائیل آیت ۱۱۰)۔

آنحضرت بارگاہِ الٰہی میں شکایت کرتے تھے "اے میرے رب میری قوم قریش نے قرآن کو ٹھہرایا ہے جھک جھک" (فرقان آیت ۳۲) پس آنحضرت کو حکم ہوا کہ "اے محمد تیری قوم نے قرآن جھٹلایا جب تو ان لوگوں کو دیکھے جو ہماری آیتوں میں بکتے ہیں تو ان سے ایک طرف ہو جایا کر اور تو بعد نصیحت کے ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھ" (انعام آیت ۶۶ و ۶۷)۔ پس جب قریش قرآن یا اسلام کے خلاف بولتے تو آنحضرت ان سے کنارہ کش ہو جاتے۔

قریش کی تضحیک | جب آنحضرت خانہ کعبہ میں جاتے اور آزاد کردہ غلام اور دیگر غریب اور مسکین مسلمان آپ کے ہمراہ ہوتے تو قریش اُن کا مضحکہ اُڑاتے۔ چنانچہ قرآن میں ہے "وہ جو گنہگار ہیں ایمانداروں پر ہنستے ہیں اور جب ان کے پاس سے ہو کر گذرتے ہیں تو آنکھیں مارتے ہیں اور جب ایمانداروں کے پاس سے لوٹ کر اپنے گھر جاتے ہیں تو ان ہی کے تذکرہ کا مشغلہ بناتے ہیں اور جہاں ان کو دیکھتے ہیں کہتے ہیں کہ یہی تو وہ لوگ ہیں جو گمراہ ہو گئے ہیں۔ ایک دن ایسا آئیگا جب مومن کافروں پر ہنسیں گے" (سورہ تطفیف آیت ۳۰-۳۵) قریش مکہ کہتے تھے کہ اگر محمد حق پر ہوتا تو پہلے ہم اس کی متابعت کرتے۔ خدا نے ہم کو چھوڑ کر ان مفلس اور قلاش لوگوں پر احسان کیا ہے۔ قرآن میں ہے "اے محمد تو اپنے پاس سے اُن لوگوں کو نہ ہٹا جو صبح شام اپنے رب کو یاد کرتے ہیں اگر ان کو ہٹا دیگا تو ظالموں میں سے ہو جائیگا اور ہم نے اسی طرح لوگوں میں سے بعض کو بعض کے ساتھ آزمائش کی ہے یعنی غربا کو ایمان نصیب کیا ہے اور دولتمندوں کو اس سے محروم رکھا ہے تاکہ دولتمند کہیں کہ کیا ہم رئیسوں اور شریفوں کو چھوڑ کر خدا نے مفلسوں پر احسان کیا ہے کہ ان کو ہدایت دی۔ خدا شکر گذاروں کو خوب جاننے والا ہے" (سورہ انعام آیت ۵۲ و ۵۳)

وفات ابوطالب | جب آنحضرت کو دعوئ نبوت کئے دس سال ہو گئے تو

ابوطالب مرض الموت میں گرفتار ہو گیا۔ جب سرداران قریش نے دیکھا کہ وہ مرض موت سے جانبر نہ ہوگا تو وہ اس کی عیادت کے لئے آئے اور کہنے لگے "اے ابوطالب اب تمہارا آخری وقت ہے۔ بہتر ہے کہ تمہاری زندگی ہی میں ہمارے اور محمد کے درمیان عہد و پیمان ہو جائے کہ وہ ہم سے اور ہمارے دین سے سروکار نہ رکھے اور ہم اس سے سروکار نہ رکھیں"۔ ابوطالب نے آنحضرت کو بلایا تو آپ نے کہا۔ "اگر یہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا کلمہ پڑھ لیں اور اللہ کے سوا سب کی پرستش چھوڑ دیں تو مجھے ان کی بات منظور ہے"۔ اس پر قریش نہایت برہم ہو کر چلے گئے۔ آنحضرت نے ابوطالب سے کہا "اے چچا آپ ہی یہ کلمہ پڑھ لیں"۔ ابوجہل پاس بیٹھا تھا کہنے لگا "ابوطالب کیا آخری وقت اپنے باپ عبدالمطلب کے دین سے مرتد ہو جاؤ گے"۔ ابوطالب نے بالآخر کہا "میں عبدالمطلب کے دین پر مرتا ہوں"۔ پس یہ آیت نازل ہوئی "اے رسول تو نہیں ہدایت کر سکتا جس کو چاہے لیکن اللہ ہدایت کرتا ہے جس کو چاہتا ہے"۔ آنحضرت نے اپنے چچا سے کہا "اے چچا میں تیرے لئے دعائے مغفرت کرتا رہوں گا جب تک خدا مجھ کو منع نہ فرمائے"۔ پس قرآن میں حکم ہوا "نبی کو اور مسلمانوں کو نہیں چاہئے کہ مشرکوں کے واسطے مغفرت کی دعا کریں خواہ وہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں"۔

ابوطالب تمام عمر آپ کی پشت و پناہ اور مددگار رہا۔ آپ کی خاطر اس نے تمام قوم قریش کو اپنا دشمن بنا لیا۔ آپ کی خاطر اس نے طرح طرح کے صدمے سہے لیکن جب تک زندہ رہا اس نے آپ کا بال بیکا نہ ہونے دیا۔ قدرتاً ایسے شخص کی موت آنحضرت پر نہایت شاق گذری۔

وفاتِ خدیجہ ابھی ابوطالب کی موت کی یاد آپ کے دل میں تازہ ہی تھی کہ چند روز کے بعد آپ کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ نے ۶۵ سال کی عمر میں ماہ رمضان میں انتقال کیا۔ حضرت خدیجہ آپ کی مونس و غمخوار تھیں اور آنحضرت ہر بات میں ان کی طرف رجوع کرتے تھے اور ان کی صلاح پر عمل کرتے تھے۔ پچیس برس تک

وہ آنحضرت کی مددگار اور غمگسار رہیں اور ہم اندازہ کرسکتے ہیں کہ آنحضرت کو ان کی وفات نے کس قدر صدمہ پہنچایا ہوگا۔ حضرت اس سال (سنہ ۱۰ نبوی) کو عام الحزن یعنی سال غم کہا کرتے تھے۔

ابوطالب کی وفات کا نتیجہ

یہ زمانہ اسلام کا سخت ترین زمانہ تھا۔ آنحضرت اب بے یار و مددگار رہ گئے تھے۔ اب کوئی ابوطالب نہ تھا جو آپ کو اپنی قوم کے ہاتھوں سے بچاتا پس اب قریش کو کسی شخص کا ڈر خوف نہ رہا اور وہ نہایت بے رحمی اور بیباکی سے آنحضرت کو انواع و اقسام کی ایذائیں دیتے تھے۔

جب آپ نماز میں مشغول ہوتے تو وہ آپ پر ناپاک اشیا پھینک دیتے۔ آپ کی اشیائے خوردنی میں ناپاک اشیا ملا دیتے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ راہ میں جا رہے تھے کہ قریش میں سے ایک نے آپ کے سر پر خاک ڈالدی۔ اسی حالت میں آپ گھر آئے۔ آپ کی صاحبزادی آپ کے سر کو دھونے لگیں۔ آنحضرت نے کہا جب تک ابوطالب زندہ تھے قریش نے کبھی ایسی حرکت نہ کی تھی۔ اس پر آپ کی صاحبزادی رو پڑیں تو آپ نے ان کو تسلی دی اور کہا "بیٹی مت روؤ۔ خدا تیرے باپ کا محافظ ہے"[۵۴۲]

بی بی سودہ سے نکاح

حضرت خدیجہ کے انتقال کی وجہ سے آنحضرت نہایت غمگین اور پریشان خاطر رہتے تھے۔ اُن کی وفات سے گھر بار بال بچوں کا بوجھ اور دیگر ذمہ داریاں آپ پر آ پڑیں۔ پس آپ نے بی بی سودہ سے نکاح کرلیا یہ بی بی حبش کی ہجرت سے اپنے خاوند سکران بن عمرو کے ساتھ واپس مکہ آگئی تھی اور اس کا خاوند مکہ میں فوت ہوگیا تھا۔

بی بی عائشہ سے نکاح

حضرت عائشہ کا نکاح بھی آنحضرت کے ساتھ قریب قریب اسی زمانہ میں ہوا۔ آنحضرت سے نکاح کرنے سے پہلے بی بی عائشہ کی نسبت جبیر بن مطعم کے بیٹے سے قرار پاچکی تھی۔ خولہ بنت حکیم نے آنحضرت سے اس نکاح کے بارے میں ذکر کیا تو آپ نے رضامندی ظاہر کی۔ پس اس نے ابوبکر سے اس کا ذکر کیا تو

اس نے جواب دیا کہ میں جبیر بن مطعم سے وعدہ کر چکا ہوں۔ جب آنحضرت نے ابوبکر سے بی بی عائشہ کے بارے میں ذکر کیا تو اس نے آپ سے کہا کہ میں تو آپ کا بھائی ہوں۔ آپ نے جواب دیا کہ تو اللہ کے دین اور اس کی کتاب کے رو سے میرا بھائی ہے پس عائشہ مجھ پر حلال ہے[۱۲۳]۔ بہرحال بی بی عائشہ بی بی خدیجہ کی وفات کے چند روز بعد ماہ شوال مطابق مئی سنہ ۶۲۰ء میں آنحضرت کے حبالۂ نکاح میں آگئیں۔ نکاح کے وقت بی بی عائشہ کی عمر چھ سال کی تھی۔

ابن تیمیہ[۱۲۴] کہتے ہیں کہ خدیجہ اور عائشہ میں جداگانہ خصوصیات تھیں۔ خدیجہ کا اثر ابتدائے اسلام پر ہے وہ نبی کے لئے باعث تسکین و ثبات تھی جو آنحضرت کی کسی اور بیوی کو حاصل نہیں۔ بی بی عائشہ کا اثر ترقیٔ اسلام کے ایام پر ہے جو تفقہ اس نے دین میں حاصل کیا اور جو تبلیغ امت کو دی اور علم نبوت کی اشاعت میں جو مساعی کیں ایسا درجہ آنحضرت کی کسی اور بیوی کو حاصل نہیں۔ کتب احادیث میں بی بی عائشہ کی مرویات کی تعداد دو ہزار دو سو دس ہے۔

قبائل عرب اور حضرت کی تبلیغ

آنحضرت کی عادت تھی کہ حج کے موقعہ پر آپ مختلف قبائل کے پاس جاتے اور تبلیغ کا فرض ادا کرتے اسی طرح جب عرب کے مختلف مقامات پر میلے لگتے تو آپ ان میلوں میں بھی جا کر اپنا پیغام سناتے۔ آپ مختلف قبائل کے پاس جاتے اور کہتے[۱۲۵] "اے بنی فلاں۔ میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں تم اللہ کے سوا کسی دوسرے معبود کی پرستش نہ کرو اور میری تصدیق کرو"۔ لیکن آپ کا چچا ابولہب ہر جگہ آپ کے ساتھ ساتھ جاتا اور کہتا "اے بنی فلاں۔ یہ شخص دین سے پھر گیا ہے اور تم کو بھی بدعت اور گمراہی کی طرف بلاتا ہے اور چاہتا ہے کہ تم لات اور عزیٰ کی پرستش چھوڑ دو۔ اس کی باتیں مت سنو"۔ بنی کندہ نے آپ کی دعوت قبول نہ کی۔ بنی حنیفہ نے نہایت سخت جواب دیئے۔ جب آپ نے قبیلہ بنی عامر کو دعوت دی تو ایک قیافہ شناس شخص نے جس کا نام فراس تھا کہا کہ "اگر میں اس قریشی جوان کو لے لوں تو تمام عرب کو نگل جاؤں" اور پھر آنحضرت سے خطاب کر کے

کہا "ہم اس شرط پر تمہارے تابع ہوتے ہیں کہ اگر تم اپنے مخالفین پر غالب آجاؤ تو تمہارے بعد ہم تمہارے جانشین ہونگے"۔ آنحضرت نے جواب دیا کہ "یہ بات خدا کے دستِ قدرت میں ہے"۔ اس نے کہا "یہ نہیں ہوسکتا کہ اس وقت ہم تمہاری طرف ہوکر تمام عرب کی مخالفت سہیڑ لیں اور پھر حکومت غیروں کے ہاتھ آئے"۔

قریش کے ظلم قریش نے جب دیکھا کہ آپ عرب کے دیگر قبائل کو بھی دعوتِ اسلام دے رہے ہیں تو انہوں نے ارادہ کرلیا کہ آپ کو اس قدر تکلیف پہنچائیں کہ آپ مجبور ہوکر تبلیغ کا فرض ادا کرنے سے دست بردار ہو جائیں۔ قریش کے رؤسا مثلاً ابوجہل۔ ابولہب۔ ولید بن مغیرہ۔ امیہ بن خلف۔ نضر بن حارث۔ عقبہ بن ابی معیط۔ حکم بن ابی العاص وغیرہ جو آپ کی مخالفت پر تلے ہوئے تھے آپ کے پڑوس میں رہتے تھے اور آپ کی ایذا دہی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے تھے چنانچہ ایک دفعہ آپ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ وہاں رؤسائے قریش بھی بیٹھے تھے ابوجہل نے آپ کو سجدہ کرتے دیکھ کر کہا کاش اس وقت اونٹ کی اوجھ نجاست سمیت یہاں ہوتی تو وہ محمد کی گردن پر ڈال دی جاتی۔ عقبہ دوڑا دوڑا گیا اور اوجھ لاکر اس نے نجاست سمیت آنحضرت کی گردن پر ڈال دی۔ آپ کی صاحبزادی فاطمہ کو خبر ملی وہ اس وقت صرف پانچ برس کی تھی مگر فرطِ محبت سے دوڑی آئی اس نے اوجھ کو آپ کی گردن پر سے ہٹا کر عقبہ کو برا بھلا کہا جب حضرت نماز ختم کر چکے تو آپ نے ایک ایک کا نام لے کر انکے حق میں بددعا دی۔[۱۴۶]

ایک دفعہ آپ نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبہ نے آپ کی گردن میں چادر لپیٹ کر نہایت زور سے کھینچی اتفاقاً حضرت ابوبکر کا ادھر سے گذر ہوا۔ انہوں نے آپ کو چھڑایا۔ اور عقبہ سے کہا "تم اس شخص کی جان کے درپئے ہوئے ہو جس کا جرم صرف یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ اللہ میرا رب ہے اور تم کو صراطِ مستقیم کی طرف بلاتا ہے"۔[۱۴۷]

آنحضرت کے صحابہ ایسی بدسلوکیاں دیکھتے لیکن بےبس کچھ نہ کر سکتے تھے۔

ایک دفعہ خباب بن الارث نے کہا "حضرت آپ ان کے حق میں بد دعا کریں"۔ یہ سن کر آپ کا چہرہ غصہ کے مارے لال ہو گیا اور آپ نے کہا "تم سے پہلے وہ لوگ ہو چکے ہیں جن کے بدن پر آرے چلائے گئے اور وہ چیر ڈالے گئے لیکن وہ اپنے فرض سے باز نہ آئے۔ جو کام میرے سپرد ہوا ہے وہ خدا کا کام ہے اور خدا خود اس کو انجام تک پہنچائیگا اور وہ وقت آئیگا جب شتر سوار صنعاء سے حضرموت تک سفر کریگا اور اس کو اللہ کے سوا کسی دوسرے کا خوف نہ ہوگا"۔

معراج | انہی ایام میں آنحضرت کو جب وہ خانۂ کعبہ کے صحن حطیم میں تھے معراج ہوا اس کا ذکر سورہ بنی اسرائیل میں یوں آیا ہے "پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندہ (محمد) کو راتوں رات مسجد حرام (کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) تک جس کے گرداگرد ہم نے برکت دی ہے لے گیا تاکہ ہم اسے اپنی بعض نشانیاں دکھلائیں" (آیت اول) یہ عالم رویا کے متعلق بات تھی لیکن حدیثوں میں اور مولود ناموں میں اس واقعہ کے گرد قصص اور افسانے جمع ہو گئے ہیں جو اہل اسلام کی خوش اعتقادی پر دال ہیں۔ لیکن قرآن کی آیت فیصلہ کن ہے "نہیں کیا ہم نے اس رویا کو جو تجھ کو دکھلایا مگر آزمائش لوگوں کے واسطے" (بنی اسرائیل آیت ۶۲) علاوہ ازیں یہ حدیثیں اور روایتیں باہم اس قدر مختلف متعارض اور متناقض ہیں کہ وہ ہرگز قابل اعتبار نہیں ہو سکتیں۔ تفسیر کبیر میں ہے کہ حذیفہ نے کہا کہ "یہ رویا تھا اور رسول اللہ صلعم کا جسم نہیں گیا تھا اور معراج صرف روحانی تھی" اور یہی قول عائشہ اور معاویہ سے بیان کیا گیا ہے۔

جب صبح ہوئی تو آنحضرت نے قریش کو واقعہ معراج کی خبر دی تو انہوں نے آپ کی ہنسی کی اور جھٹلایا۔

شق صدر | معراج کے واقعہ کے ساتھ اہل سیرت شق صدر بھی ملحق کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جبرئیل نے آنحضرت کا سینہ چاک کرکے آپ کا دل نکالا اور دھو کر پھر ویسا ہی رکھ دیا۔ قرآن کی آیت اس امر کے متعلق ہے "کیا ہم نے

تیرے لئے سینہ کو نہیں کھول دیا ہے"؟ (سورہ انشراح آیت ۱) ظاہر ہے کہ اس سے مراد عرفانِ الٰہی ہے نہ کہ سینہ کا جسمانی طور پر چاک ہونا۔ پس اس کا صحیح نام شرح صدر ہونا چاہیئے نہ کہ شق صدر۔ شقِ صدر کے متعلق روایات ایسی مختلف ہیں کہ اُن کی باہمی تطبیق محال ہے۔ پس وہ سب غیر معتبر اور نا قابلِ قبول ہیں۔

(۶) قبائل عرب کو دعوت اور واقعۂ ہجرت

طایف کا حضرت کو رد کرنا

الٰہی حکم "اے محمد۔ تو اپنے نزدیک کے خاندان والوں کو ڈرا" (شعرا آیت ۲۱۴) کے تابع ہو کر آنحضرت سات سال تک اپنے خویش و اقارب اور اہلِ مکہ کو دعوتِ اسلام کرتے رہے۔ اب (سنہ نبوی) اُن کے جور و ستم اور ظلم و تعدی کے باعث آنحضرت اُن سے قطعی نا امید ہو گئے۔ لہٰذا آپ نے ارادہ کیا کہ طایف جا کر وہاں کے باشندوں کو دعوتِ اسلام دیں۔ جب آپ وہاں پہنچے تو وہاں کے اُمرا اور رؤسا نے آپ کی طرف مطلق توجہ نہ کی۔ ایک نے کہا "کیا خدا کو تیرے سوا اور کوئی نہ ملتا تھا جسکو رسول بناتا"۔ دوسرے نے کہا "میں ہرگز تجھ سے بات نہیں کرونگا کیونکہ اگر تو حق پر ہے تو تجھ سے کلام کرنے میں بڑا خطرہ ہے اور اگر تو کاذب ہے تو تجھ سے کلام کرنا بھی ناواجب ہے"۔ ان لوگوں نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ انہوں نے شہر کے غنڈوں کو اُبھارا اور وہ ہر جانب سے آپ کے گرد جمع ہو گئے اور جب آپ چلنے لگے تو انہوں نے آپ کے پاؤں پر پتھر برسانے شروع کر دیئے یہانتک کہ آپ کی جوتیاں خون سے بھر گئیں۔ جب آپ زخموں سے چور ہو کر گر پڑتے تو وہ آپ کو پکڑ کر کھڑا کر دیتے اور جب آپ چلنے لگتے تو پھر پتھر برساتے۔ آوازے کستے۔ پھبتیاں اڑاتے اور گالیاں دیتے تھے۔ آخر آپ نے ایک باغ میں انگور کی بیل کے سایہ تلے پناہ لی اور اللہ سے دعا کی "اے خدا۔ میں تیرے حضور اپنی ضعفِ قوت لاچاری کی نسبت عرض کرتا ہوں۔ اے ارحم الراحمین تو ہی بے چاروں کا چارہ اور میرا کارساز ہے۔ مجھ کو تو کس کے سپرد کرتا ہے؟ کیا تُرش رو اجنبیوں کے اور دشمنوں کے؟

اگر تیرا غضب مجھ پر نہیں ہے تو مجھ کو کچھ پرواہ نہیں ہے۔ تیری عافیت وسیع ہے"۔ اتفاقاً باغ کے مالک کا ادھر سے گذر ہوا۔ آنحضرت کی حالتِ زار دیکھ کر اسے ترس آیا اور اس نے ایک عیسائی غلام عداس کے ہاتھ طباق میں انگور کے خوشے بھیجے جن کو کھا کر آپ کی مضمحل طبیعت برقرار ہوئی۔ طائف سے ناامید ہوکر آنحضرت نخلہ آئے اور پھر حرا میں چلے گئے۔ وہاں سے آپ نے مطعم بن عدی کے پاس پیغام بھیجا کہ مجھ کو اپنی پناہ میں رکھ لو۔ یہ مطعم ان قریش کے لوگوں میں سے تھا جو مقاطع کا عہدنامہ پھاڑنے کے لئے خانہ کعبہ گئے تھے۔ مطعم نے آنحضرت کی درخواست منظور کی اور آپ مکہ واپس آگئے۔

عقبہ کی پہلی بیعت

اس سال (سنہ۱۰ نبوی) جب عرب کے قبائل حج کیلئے مکہ آئے تو آنحضرت حسب معمول ان کے پاس گئے اور دعوتِ اسلام دی۔ مقام عقبہ کے پاس آپ نے چند اشخاص دیکھے تو پوچھا کہ تم کون ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم مدینہ کے رہنے والے قبیلہ خزرج کے لوگ ہیں۔ آپ نے ان کو دعوتِ اسلام دی اور قرآن سنایا یہ لوگ گو بت پرست تھے لیکن چونکہ مدینہ میں ان کو اہل یہود کے ساتھ سابقہ پڑتا تھا لہذا ان کے کان نبوت اور کتب آسمانی سے آشنا تھے۔ چونکہ ان میں اور یہودیں جنگ رہتی تھی اور یہود ان کو کہتے تھے کہ عنقریب ہمارا نبی (یعنی مسیح موعود) آئیگا اور ہم اس کے ساتھ مل کر تم کو کچل ڈالینگے۔ پس جب آنحضرت نے ان کو کہا کہ میں اللہ کی طرف سے رسول ہو کر آیا ہوں تو ان لوگوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور کہا یہ وہی نبی ہے جس کی خبر یہودی ہم کو دیا کرتے ہیں۔ آؤ ہم اہل یہود سے پہلے اِن کی اطاعت کرلیں۔ پس چھ آدمیوں نے اسلام قبول کرلیا۔ جب وہ واپس مدینہ گئے تو انہوں نے آنحضرت کا چرچا گھر گھر میں کردیا۔ جب یہ سال ختم ہوا تو دوسرے سال بارہ شخص مدینہ سے حج کرنے کو آئے۔ آنحضرت ان کو پھر مقام عقبہ میں ملے اور انہوں نے آپ کی بیعت منظور کی۔ بیعت اس پر تھی کہ ہم خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرینگے۔ ہم چوری اور زنا سے پرہیز کرینگے اور اپنی لڑکیوں کو زندہ درگور

نہیں کرینگے۔ ہم دوسروں پر تہمت اور الزام نہیں لگائینگے اور ہم ہر جائز بات میں رسول کی متابعت کرینگے اور خوشی اور غمی میں اس کا ساتھ دینگے"۔ جب وہ واپس جانے لگے تو آنحضرت نے مُصعب بن عُمیرؓ کو ان کے ساتھ کر دیا تاکہ ان کو اسلام کے احکام کی تعلیم دیں۔

مدینہ میں اسلام کا قدم

جب مُصعب مدینہ پہنچا تو وہ مدینہ کے ایک معزز رئیس کے گھر اترا۔ اس کا روزانہ معمول تھا کہ قبیلۂ خزرج کے ایک ایک گھر میں جاتا لوگوں کو دعوتِ اسلام دیتا اور قرآن پڑھکر سناتا۔ لوگ اُس کی دعوت کو قبول کر کے اسلام میں داخل ہو جاتے تھے۔

قبیلۂ اوس کے سردار کا نام سعد بن معاذ تھا۔ اس کو مصعب کا مدینہ میں آنا ناگوار گذرا۔ آخر جب اس کی ملاقات مصعب سے ہوئی اور اس نے اسلام کے احکام سنے تو وہ بھی مسلمان ہو گیا۔ چونکہ وہ اپنے قبیلہ کا سردار اور صاحب اثر شخص تھا لہٰذا اس کے رسوخ سے اوس کے تمام قبیلے نے اسلام قبول کر لیا۔

مدینہ کے مسلمان جن کو "انصار" یعنی مددگار کا معزز لقب دیا گیا۔ ان دو قبائل یعنی خزرج اور اوس پر ہی مشتمل تھے۔ اسلام نے انصار میں اتنی ترقی کی کہ ان میں کوئی گھر ایسا نہ تھا جس میں مرد و زن سب مسلمان نہ ہوں۔ صرف خطمہ۔ وائل اور واقف کے چند گھرانوں نے (جو بنی اوس کے قبیلہ میں سے تھے) اسلام کو قبول نہ کیا۔

عقبہ کی دوسری بیعت

اگلے سال (سنہ ۱۳ نبوی) بہتر اشخاص حج کے موسم میں مکہ آئے۔ وہ اپنے ساتھیوں سے (جو بت پرست اور مشرک تھے) چھپ کر آنحضرت سے ملاقات کرنے آئے۔ جب مقررہ شب کی ایک تہائی گذر گئی تو وہ ملاقات کے لئے اپنے ڈیروں سے نکل کر عقبہ (منیٰ) کی گھاٹی میں جمع ہوئے۔ آنحضرت بھی عباس بن عبدالمطلب کے ساتھ آگئے۔ عباس اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے لیکن وہ ہر طرح سے آپ کی امداد کرتے تھے۔

انہوں نے انصار سے خطاب کر کے کہا "اے گروہ خزرج۔ تم کو معلوم ہو کہ محمد ہماری قوم کے معزز اور محترم فرد ہیں۔ ہم ان کے مخالفین کے مقابلہ میں ہمیشہ ان کے سینہ سپر رہے ہیں۔ مگر اب ان کا خود یہ ارادہ ہے کہ وہ ہمارے شہر کو چھوڑ کر تمہارے شہر میں رہائش اختیار کریں۔ پس اگر تم ان کے دشمنوں سے ان کو محفوظ رکھ سکتے ہو تو بہتر ورنہ ابھی سے جواب دیدو۔ کیونکہ ہم نہیں چاہتے کہ تم ان کو یہاں سے لیجا کر اُن کو ان کے دشمنوں کے سپرد کردو۔ براء بن معرور نے آنحضرت کا ہاتھ پکڑا اور کہا "یا حضرت۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے ہم آپ کی ایسی ہی حمایت اور حفاظت کرینگے جیسی اپنے اہل و عیال کی کرتے ہیں۔ ہم جنگجو لوگ ہیں اور جنگ و پیکار ہماری وراثت میں چلی آئی ہے۔ ہم تلواروں کی گود میں پلے ہیں۔" ابوالہیثم نے کہا "یا رسول اللہ۔ ہمارے اور یہودیوں میں قدیمی عداوت ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ جب آپ کو قوت اور غلبہ حاصل ہو جائے آپ ہم کو چھوڑ کر واپس اپنی قوم میں آجائیں"۔ آنحضرت مسکرائے اور کہا "نہیں تم اطمینان رکھو میں تمہارا ہو کر رہونگا۔ تمہارے دشمن میرے دشمن ہونگے اور تمہارے دوست میرے دوست ہونگے۔" ۵۰

اس عہد و پیمان کے بعد آنحضرت نے انصار کو کہا "تم اپنے میں سے بارہ اشخاص منتخب کرو تاکہ میں ان کو تمہاری قوم پر نقیب یا سردار بناؤں" چنانچہ بارہ نام پیش کئے گئے جن میں سے نو خزرج کے اور تین اوس کے تھے۔ آپ نے ان کو نقیب مقرر کر کے کہا "تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کی طرح اپنی اپنی قوموں پر کفیل ہو اور میں تمام اہل اسلام پر کفیل ہوں"۔

قریش کا جاسوس جب سب لوگ بیعت کر چکے تو عقبہ کی پہاڑی پر سے کسی شیطان (کافر) نے بآواز بلند کہا "تم کو مذمم کی کیا ضرورت ہے وہ خود گمراہ ہے اور تم کو بھی تمہارے آبائی دین سے گمراہ کرنا چاہتا ہے"۔ آنحضرت نے کہا "اے خدا کے دشمن۔ واللہ۔ میں تیری خبر لونگا"۔ پھر انصار سے کہا "اب تم جا کر اپنے ڈیروں میں

آرام کرو"۔ عباس بن عبادہ نے جواب دیا "اگر آپ حکم دیں تو ہم علی الصبح اہل منیٰ پر تلواریں لے کر جا پڑیں"۔ حضرت نے کہا "مجھ کو ایسا کرنے کے لئے حکم نہیں پہنچا۔ تم اپنے ڈیروں میں جا کر سو رہو"۔[151]

جب صبح ہوئی تو قریش کے رؤسا اہل مدینہ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ "ہم کو معلوم ہوا ہے کہ تم محمد کو یہاں سے لے جانا چاہتے ہو اور تم نے اس سے ہمارے خلاف لڑنے پر بیعت کی ہے"۔ اہل مدینہ میں سے جو بت پرست تھے ان کو گذشتہ شب کی کارروائی کی خبر نہ تھی۔ انہوں نے صاف انکار کیا۔ لیکن قریش کو اس بات کا یقین نہ آیا اور وہ اُن کے قافلہ کے کوچ کے وقت تک ان کی تاک میں رہے۔ قافلہ تو اُن کی زد سے دور نکل گیا لیکن سعد بن عبادہ (جو نقیبوں میں سے تھا) اُن کے ہاتھ آ گیا اور وہ اس کو مارتے پیٹتے مکہ لے آئے۔ یہاں جبیر بن مطعم اور حرث بن حرب نے اس کو پناہ دی اور یوں وہ قریش کے دست ظلم سے رہا ہو کر مدینہ گیا۔

صحابہ کی ہجرت مدینہ

جب مدینہ میں اسلام کی اشاعت ہوئی اور وہ دار الامان ثابت ہوا تو آنحضرت نے صحابہ کو کہا کہ تم مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ چلے جاؤ۔ قریش کو معلوم ہوا تو وہ مزاحم ہوئے لیکن مسلمانوں نے چوری چھپے ہجرت شروع کر دی اور رفتہ رفتہ اکثر مسلمان مدینہ چلے گئے۔ حضرت علی اور حضرت ابوبکر آنحضرت کے ساتھ مکہ ہی میں رہے۔ اس پر بھی قریش کے مظالم کم نہ ہوئے۔ جو لوگ مفلسی یا دیگر وجوہ کے باعث مدینہ نہ جا سکے ان کی آہ و بکا کا نالہ بلند ہوتا۔ قرآن میں انہی لوگوں کی طرف اشارہ ہے۔ "ناتواں مرد، عورتیں اور بچے جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں اس شہر (مکہ) سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں (جو مدینہ میں جانے سے روکتے ہیں اور مسلمان ہونے سے منع کرتے ہیں) اور اپنی طرف سے ہمارے لئے کوئی حامی پیدا کر اور مددگار بھیج" (سورہ نسا آیت ۷۷)۔

جب قریش نے دیکھا کہ مکہ میں گھروں کے گھر رہنے والوں سے خالی اور سنسان ہو گئے ہیں تو وہ نہایت برہم ہوئے۔ ابوجہل نے کہا یہ تمام کارروائی

میرے بھتیجے محمد کی ہے۔ اُسی نے ہماری جماعتوں کو متفرق کیا ہے اور ہمارے درمیان
تفرقہ اور جدائی ڈالی ہے[152]۔ ان کو یہ فکر بھی دامنگیر ہوئی کہ اب مسلمان اپنی قوت کو
جمع کرکے اور مدینہ کے انصار کے ساتھ مل کر ہم سے بدلہ لینگے[153]۔ پس انہوں نے
دار الندوہ میں اجلاس عام کیا اور آپس میں مشورہ کیا۔ ایک نے صلاح دی کہ محمد کے
ہاتھ پاؤں زنجیروں سے جکڑ کر قید کردو اور دروازہ پر پہرہ لگادو کہ تا زیست وہاں سے
نہ نکل سکے"۔ دوسرے نے کہا "نہیں اس کو شہر بدر کردو۔ خود ہی راہ بھٹک کر اور
گم گشتہ ہو کر مرجائیگا"۔ اسی طرح کسی نے کچھ کہا کسی نے کچھ۔ بالآخر ابوجہل نے کہا
"میری یہ رائے ہے کہ کل قبایل اپنے میں سے ایک ایک جوان کو چھانٹ کر مسلح
کردیں اور جب محمد سو رہا ہو تو سب جوان ایکبارگی اس پر حملہ کرکے تلواروں سے
اس کا خاتمہ کردیں۔ اس صورت میں اگر آل ہاشم اُس کا قصاص لینا چاہینگے۔
تو اکیلے تمام قبائل سے مقابلہ نہ کر سکینگے"۔ اس رائے پر سب نے اتفاق کرلیا۔
اس دن کی کارروائی کا اشارہ قرآن کی اس آیت میں ہے "(اے محمد) وہ وقت
یاد کر جب کافر تمہارے ساتھ مکر کرنے کی فکر میں تھے تاکہ تم کو قید کریں یا قتل کریں یا
جلا وطن کردیں۔ وہ تو تدبیریں کر رہے تھے اور خدا بھی تدبیر کر رہا تھا اور خدا بہتر
تدبیر کرنے والا ہے" (سورہ انفال آیت ۳۰)

حضرت کی ہجرت مدینہ

اُس دن آنحضرت ابوبکر کے گھر گئے اور کہا "سب کو
ہٹادو تم سے مشورہ کرنا ہے" پھر کہا مجھے خدا نے ہجرت کی اجازت دیدی ہے۔ تم
میرے ہمراہ چلو۔ ابوبکر نے کہا "یا رسول اللہ۔ میں نے اسی دن کے واسطے دو اونٹنیاں
تیار کر رکھی ہیں" اور ابوبکر کی بیٹی اسما نے سفر کا سامان تیار کر دیا۔
آنحضرت نے حضرت علی کو کہا "مجھ کو ہجرت کا حکم ہوا ہے۔ میں آج مدینہ
روانہ ہو جاؤنگا۔ تم میرے بستر پر میری سبز چادر اوڑھ کر سو رہو۔ صبح لوگوں کی جو
امانتیں میرے پاس پڑی ہیں اُن کو واپس دیدینا"۔ علی کو معلوم تھا کہ آج رات
آنحضرت کا بستر قتل کا بستر ہے۔ لیکن اس نے خوشی سے حضرت کے فرمان کو

قبول کیا۔

رات کے وقت کفار نے آنحضرت کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ لیکن جب رات زیادہ گذر گئی تو ان پر نیند کا غلبہ ہو گیا آنحضرت ان کو سوتا چھوڑ کر ابوبکر صدیق کے گھر گئے اور دونوں مکہ سے نکل کر جبل ثور کے غار میں چھپ گئے جو مکہ سے تین میل دہنی طرف آج بھی موجود ہے۔ حضرت ابوبکر کا بیٹا عبداللہ شام کو غار میں آکر آنحضرت کو قریش کے مشوروں سے اطلاع دیدیتا۔ حضرت ابوبکر کی بیٹی اسما کھانا پکا کر غار میں پہنچا آتی۔ اور ان کا غلام شام کو بکریاں چراتا چراتا اُدھر لے جاتا اور آنحضرت اور ابوبکر ان کا دودھ پی لیتے۔ اسی طرح انہوں نے تین روز غار میں بسر کئے۔

صبح کے وقت جب قریش کی آنکھیں کھلیں تو بستر پر آنحضرت کی بجائے علیؓ کو پایا۔ اُس کو پکڑ کر کشاں کشاں کعبہ لے آئے اور تھوڑی دیر مقید کر کے رہا کر دیا۔ پھر آپ کی تلاش میں انہوں نے تمام مکہ چھان مارا۔ جب مکہ میں آپ کا نشان نہ پایا تو ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے غار کے منہ تک آگئے۔ ابوبکر ڈر گیا اور کہنے لگا "اگر کسی نے سر اٹھایا تو سوراخ میں سے ہم کو ضرور دیکھ لیگا"[۵۵] آنحضرت نے تسلی دی اور کہا "گھبراؤ نہیں خدا ہمارے ساتھ ہے"۔ سورہ توبہ میں اس واقعہ کا یوں بیان ہوا ہے۔ "خدا نے اس کی (محمد کی) مدد اُس وقت کی تھی جب کافروں نے اُس کو مکہ سے اس حال میں نکال باہر کیا کہ وہ دو میں دوسرے تھے۔ جب وہ دونوں (ابوبکر اور محمد) غار ثور میں چھپے تھے تو اس وقت (محمد) اپنے ساتھی (ابوبکر) کو کہتا تھا مت ڈر بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پھر اللہ نے اپنی طرف سے اس پر (محمد پر) تسلی نازل کی" (توبہ آیت ۴۰)

روایات میں آیا ہے کہ خدا کے حکم سے غار ثور کے منہ پر فی الفور ببول کا درخت اُگا اور اس کی شاخوں نے آنحضرت کو چھپا لیا اور کبوتروں نے گھونسلے بنا کر انڈے دیدئے۔ لیکن یہ روایات باطل اور موضوع ہیں۔ اُن کے راوی کی نسبت امام بخاری کہتے ہے کہ "وہ مجہول ہے"۔ بہرحال انتظام الٰہی نے

آنحضرت کی جان بچالی اور ان کے دشمنوں کی نظر اُن پر نہ پڑی۔

قبا میں داخلہ

چوتھے دن جب قریش کی شورش کم ہوگئی تو عبداللہ بن ابوبکر دو اونٹنیاں لے آیا۔ اور اسما بنت ابوبکر سفر کے لئے کھانا لے آئی۔ ایک معتمد کافر عبداللہ بن اریقط آنحضرت کا راہنما تھا۔ اور آنحضرت ۸ ربیع الاول ۱۳ نبوی مطابق ۲۰ ستمبر ۶۲۲ء بروز جمعرات بوقتِ ظہر بخیریت قبا پہنچ گئے جو مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر تھا اور جہاں انصار کے بہت سے خاندان آباد تھے۔

انصار کو آنحضرت کی مکہ سے روانگی کی اطلاع مل چکی تھی۔ وہ ہر روز اپنے شہر سے نکل کر صبح سے دوپہر تک انتظار کرتے اور جب دھوپ تیز ہو جاتی واپس اپنے گھروں میں چلے جاتے۔ جس دن آنحضرت پہنچے لوگ بعد انتظار واپس جا چکے تھے۔ ایک یہودی نے آپ کو دیکھ کر پکار کر کہا "جن کے تم منتظر تھے وہ آگئے ہیں"۔ یہ آواز سنتے ہی لوگ آپ کے استقبال کے لئے گھروں سے نکل پڑے۔ آپ نے کلثوم بن ہدم کی مہمانی قبول کی اور اس کے گھر میں رہائش اختیار کی۔

حضرت علی آنحضرت کے مکہ سے روانہ ہونے کے تین دن بعد مدینہ کی طرف روانہ ہوگئے اور قبا پہنچ کر وہ بھی یہیں ٹھہرے۔

حصۂ دوم

محمد مدنی

سنہ ۱ ھ

دعوئی نبوت کے بعد حضرت کی مکی زندگی غم و الم۔ ستم اور تعدی کی ایک طول و طویل داستان بن گئی تھی۔ ابتدا ہی میں آپ کو عیسائی عالم ورقہ بن نوفل نے جو آپکا رشتہ دار تھا۔ خبردار کر دیا تھا اور کہا تھا کہ تم کو مصائب و آلام کا مقابلہ کرنا ہو گا اور کہ قوم کی اصلاح ایک پُرخار راہ ہے جو نہایت دشوار گذار ہے۔ حضرت ورقہ کی پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہوئی۔ رؤسائے قریش نے ہر ممکن طور پر آپ کو اور آپ کے پیروؤں کو ایذائیں دیں۔ اُن کو طرح طرح سے ستایا اور تعذیب و عقوبت کے وہ وہ طریقے استعمال کئے جن کے خیال سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں پھر اس پر طرہ یہ کہ عذاب دینے والے کوئی غیر نہیں تھے بلکہ اپنے ہی خویش و اقارب عزیز اور رشتہ دار تھے۔ لیکن آنحضرت کا یقین تھا کہ خدا نے آپ کو اپنی قوم کی رہنمائی کے لئے بلایا ہے۔ لہذا تمام مصائب اور تکالیف اور ایذا رسانیوں کے باوجود آپ مکہ میں ہی سکونت گزیں رہے۔ صحابہ کو آپ نے حبش اور مدینہ جانے کی اجازت دیدی لیکن آپ خود مکہ میں قریش کے طعن و تشنیع اور ایذا ہی کی آماجگاہ بنے رہے۔ اور جب تک کہ قریش آپ کے خون کے پیاسے نہ ہوئے آپ مکہ ہی میں رہے کیونکہ مکہ کا اثر خانہ کعبہ کی وجہ سے عرب کے کل قبائل پر تھا۔ پس اگر مکہ آنحضرت کو قبول کر لیتا تو کل عرب اللہ اور اسلام پر ایمان لے آتا۔ عرب کا کوئی دوسرا شہر ایسا بارسوخ نہ تھا۔ بالخصوص مدینہ کا اثر اس کی چار دیواری تک ہی محدود تھا۔ لیکن عالم خیالیم و فلک درچہ خیال خدا کو یہی منظور تھا کہ آنحضرت اپنے عزیز وطن مکہ سے نکل آئیں اور مدینہ میں اقامت گزیں ہوں۔

قبا میں مسجد کی تعمیر

مقام قبا میں آپ نے چودہ روز تک قیام کیا۔ اس جگہ آپکا پہلا کام مسجد کا تعمیر کرانا تھا۔ کلثوم کی زمین میں آپ نے مسجد کی بنیاد ڈالی۔ آپ خود اپنے ہاتھوں سے پتھر اٹھا اٹھا لاتے اور مسجد کی تعمیر میں

مدد دیتے تھے۔ اسی مسجد کا ذکر قرآن میں آیا ہے "وہ مسجد ہے جسکی بنیاد پہلے ہی دن پرہیز گاری پر رکھی گئی ہے زیادہ لائق ہے کہ تو اس میں کھڑا ہو" (توبہ آیت ۱۰۹)۔

مدینہ میں داخلہ چودہ روز کے بعد بروز جمعہ آپ شہر مدینہ کی طرف چلے ہر طرف سے لوگ خیر مقدم کے لئے آئے۔ قبا سے مدینہ تک راہ کی دونوں جانب لوگ آپ کی آمد کے اشتیاق میں کھڑے تھے۔ ہر قبیلہ یہی چاہتا تھا کہ آپ اس کے ہاں ہی ٹھہریں۔ صحیح مسلم میں ہے کہ آپ نے کہا کہ "میں بنو نجار کے ہاں اتروں گا جو عبدالمطلب کے ماموں ہیں"۔ جب بنی نجار نے یہ سنا تو نہایت خوش ہوئے کمسن لڑکیاں دف بجا بجا کر گاتی تھیں کہ "ہم بنی نجار کی لڑکیاں ہیں۔ محمد ہمارا اچھا پڑوسی ہے"۔ حضرت ابوایوب بنی نجار میں سے تھے اور ان کا گھر دو منزلہ تھا۔ آنحضرت انہی کے گھر کے نیچے کے حصہ میں فروکش ہوئے اور سات ماہ تک یہیں رہے۔

نماز جمعہ اور پہلا خطبہ مدینہ میں آکر آنحضرت نے جمعہ کی نماز ادا کی اور نماز سے پہلے خطبہ دیا اور کہا "حمد و نعت خدائے برحق کے واسطے ہے اسی کی میں تعریف کرتا ہوں اور اسی سے اعانت اور امداد کا خواستگار ہوں۔ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ خدا وحدہ لاشریک ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ شخص بڑا خوش نصیب ہے جس کے دل میں خدا نے نور چمکا کر کفر کی حالت سے اسلام میں داخل کیا۔ اے لوگو۔ تم ان باتوں کو پسند کرو جو خدا کو پسند ہیں اور خدا کے ذکر سے غافل نہ ہو اور نہ اپنے دلوں کو اس کی طرف سے سخت کرو۔ خدا نے اپنے کلام کی تلاوت کو بہترین شئے قرار دیا ہے۔ تمام حرام و حلال کے احکام اس میں موجود ہیں بس خدا سے ڈرو اور جو عہد تم نے خدا سے کیا ہے اس کو سچا کر کے دکھلاؤ۔ بے شک اللہ اس بات سے ناراض ہوتا ہے کہ اس کا عہد توڑا جائے۔ والسلام علیکم"۔

مسجد کی تعمیر

مدینہ میں آکر سب سے پہلا کام آپ نے یہ کیا کہ مسجد کی تعمیر شروع کی۔ آپ خود تعمیر کے کام میں شریک ہوکر مسلمانوں کو اس کام کی رغبت دلاتے اور دعا کرتے "اے خدا اصل خیر صرف آخرت کی خیر ہے۔ اے خدا تو مہاجرین اور انصار کے گناہوں کو معاف کر۔" اس مسجد کی دیواریں کچی اینٹوں کی تھیں اور اس کے چھپر برگِ خرما کے تھے۔ اس کا فرش کنکریوں کا تھا تاکہ بارش کے ایام میں کیچڑ نہ ہو جائے۔ اس کا قبلہ یروشلم کی جانب رکھا گیا۔

مکان کی تعمیر

جب مسجد تعمیر ہو چکی تو مسجد کے ساتھ ہی آنحضرت کی ازواج کے لئے مکان بنائے گئے اس وقت تک آنحضرت نے بی بی سودہ اور بی بی عائشہ سے نکاح کیا تھا۔ اس لئے دو مکان بنے۔ جب آنحضرت نے دیگر ازواج سے نکاح کیا تو اِن مکانوں کے ساتھ اور مکانات بھی بنتے گئے۔ یہ مکانات بھی کچی اینٹوں کے تھے۔ اور دس فٹ چوڑے۔ پندرہ فٹ لمبے اور آٹھ فٹ اونچے تھے اور مسجد کے متصل واقع تھے۔ ماہِ صفر میں مسجد اور مکان تیار ہوگئے اور آپ نے اُن میں رہائش اختیار کر لی۔

حضرت کے اہل و عیال کا مدینہ آنا

حضرت نے زید کو عبداللہ بن ابوبکر کے ساتھ مکہ بھیجا تاکہ وہ آپ کی ازواج کو اور صاحبزادیوں کو مدینہ لے آئیں آپ کی صاحبزادی زینب کو اُس کے شوہر نے آنے نہ دیا۔ پس وہ صرف حضرت فاطمہ زہرا کو حضرت سودہ اور حضرت عائشہ کی معیت میں لے آئے۔

ماہِ شوال میں آنحضرت نے بی بی عائشہ کے ساتھ رسم عروسی ادا کی اس وقت حضرت عائشہ کی عمر نو سال کی تھی۔[٩٢]

اذان کی ابتدا

جب مسجد تیار ہوگئی۔ سوال یہ پیدا ہوا[٩٣] کہ نماز کے لئے لوگوں کو کس طرح اکٹھا کیا جائے۔ لوگ عموماً نماز کے وقت کا اندازہ کرکے مسجد آجایا کرتے تھے جس کا نتیجہ یہ تھا کہ لوگ مختلف اوقات پر آگے پیچھے آتے اور نماز پڑھ کر چلے جاتے تھے۔ آنحضرت کو یہ بات بُری لگی پس آپ نے

صحابہ سے مشورہ لیا۔ کسی نے کہا نماز کے وقت مسجد پر جھنڈا کھڑا کر دیا جائے جس کو دیکھ کر لوگ جمع ہو جائیں۔ کسی نے صلاح دی کہ نماز کے وقت آگ روشن کر دیں۔ بعض نے کہا کہ عیسائیوں کے ناقوس کی طرح ناقوس بنا لو۔ بعض نے کہا نہیں بلکہ یہود کے سنکھ کی طرح ایک سنکھ بنا لو۔ آخر حضرت عمر نے رائے دی کہ نماز کے اوقات پر لوگوں کو اذان دے کر یکجا جمع کیا جائے۔ آنحضرت نے اس رائے کو پسند کیا اور بلال کو مؤذن کے عہدے پر مقرر کیا۔

مہاجرین کی بے سروسامانی

مسلمانوں کے افلاس کا یہ عالم تھا کہ ایک بھوکا شخص آنحضرت کے پاس آیا۔ آپ نے اپنی بیویوں کے پاس آدمی بھیجا تاکہ اس کے لئے کچھ کھانے کو لے آئے مگر انہوں نے کہلا بھیجا کہ ہمارے پاس پانی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ آپ نے پوچھا کہ کون ہے جو اس کو اپنے ہمراہ لے جائے اور اس کی مہمانی کرے۔ پس انصاریں سے ایک شخص اس کو اپنے ہمراہ لے گیا۔ اس کی بی بی نے اس کو کہا کہ ہمارے پاس سوا بچوں کے کھانے کے اور کچھ نہیں ہے انصاری نے کہا کہ وہی کھانا لے آؤ اور بچوں کو سُلا دو اور چراغ بجھا دو۔ وہ کھانا مہمان کے آگے رکھا گیا اور وہ دونوں اندھیرے میں اپنے منہ کو ہلاتے رہے تاکہ مہمان خیال کرے کہ وہ بھی اس کے ہمراہ کھا رہے ہیں لیکن وہ دونوں بھوکے سو رہے۔ ان کی بابت یہ آیت نازل ہوئی "وہ دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ وہ خود تنگی میں ہوں اور جو شخص اپنے حرص نفس سے بچا یا گیا وہی لوگ کامیاب ہونگے"

جب مسلمان ہجرت کر کے مدینہ آئے تو بالکل بے سروسامان تھے اور مدینہ کی ناموافق آب و ہوا کی وجہ سے اکثر بیمار بھی رہتے تھے۔ اس پر مشرکین اور اہل یہود ان پر طعن کرتے اور ان کا مضحکہ اڑاتے تھے۔ آنحضرت کا اور آپ کے صحابہ کا یہ دستور تھا کہ مشرکین اور اہل کتاب کو معاف کرتے اور تکلیف پر صبر کرتے تھے۔ پس قرآن میں آیا "تم ان لوگوں سے جن کو تم سے

پہلے کتاب پہنچی اور مشرکوں کے ہاتھوں سے بہت تکلیف پاؤگے۔ اگر تم صبر کرو اور ڈرو تو یہ بڑی ہمت والوں کا کام ہے۔" پس آنحضرت ان کو معاف کرتے تھے یہاں تک کہ آپ کو اُن سے جنگ کرنے کا حکم ہوا۔[۵۵]

رشتۂ اخوت | جو مسلمان مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ آئے تھے وہ بالکل بے سروسامان تھے۔ آنحضرت نے ارادہ کیا کہ انصار اور مہاجرین میں رشتۂ اخوت قایم کردیا جائے۔ جب مسجد کی تعمیر اختتام کے قریب پہنچی تو آپ نے انصار کو طلب کیا اور کہا کہ تم خدا کی راہ میں مہاجرین کے بھائی بن جاؤ۔ انصار نے اس بات کو قبول کرلیا۔ اس پر آپ نے انصار اور مہاجرین میں سے ایک ایک کو بلاکر کہا کہ "یہ اور تم بھائی بھائی ہو۔" چنانچہ قرآن میں آیا ہے کہ "جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں مال اور جان سے جہاد کیا اور وہ لوگ جنہوں نے اُن کو پناہ دے کر مدد کی وہی سچے مسلمان ہیں۔ وہ تم میں داخل ہیں" (سورہ انفال آیت ۷۵) چنانچہ آنحضرت نے علی بن ابی طالب کو اپنا بھائی بنایا۔ حمزہ کو زید بن حارثہ کا بھائی بنایا۔ جعفر طیار معاذ بن جبل کے بھائی بنے ابوبکر خارجہ بن زید کے۔ سعد بن زید عمرو ابی بن کعب کے۔ عبدالرحمن بن عوف سعد بن الربیع کے بھائی بنے۔ اسی طرح قریباً چالیس مہاجرین اور انصار ایک دوسرے کے بھائی بن گئے۔ انصار مہاجرین کو اپنے اپنے گھروں میں لے گئے اور گھر کی چیزوں کو آدھا آدھا کرکے بانٹ لیا۔ سعد بن الربیع کی دو بیویاں تھیں۔ اس نے عبدالرحمن بن عوف کو جو اس کا بھائی بنایا گیا تھا کہا "اے بھائی میرے پاس دو بیویاں ہیں ان میں سے تم جس کو پسند کرو اس کو میں طلاق دیدونگا۔ تم اس کے ساتھ نکاح کرلو۔"[۵۶] لیکن عبدالرحمن نے شکریہ ادا کرکے انکار کردیا۔ یہ مواخات کا رشتہ حقیقی بن گیا۔ مہاجرین قریش کھجوروں وغیرہ کی بابت جن پر انصار مدینہ کا گذارہ تھا کچھ نہیں جانتے تھے۔ پس وہ[۵۷] لکڑیاں کاٹ کاٹ کر اور کنوؤں میں سے پانی نکال کر انصار کی مدد کرتے۔ بعض

مہاجرین اپنی پیٹھوں پر مشکیں اٹھا اٹھا کر لے جاتے اور کھجوروں کے درختوں کو پانی دیتے۔ مہاجرین میں سے بعض نے دکانیں کھول لیں۔ ابوبکر بازار میں کپڑے بیچا کرتے تھے۔ عثمان بن عفان بنو قینقاع سے کھجوریں خرید کر منافع پر بیچ دیتے تھے۔ عبدالرحمن بن عوف نے دودھ کی دکان کھول لی۔ عمر بازار میں سودا سلف خرید کر بیچا کرتے۔ رشتۂ مواخات کی وجہ سے انصار اپنے نخلستانوں کی پیداوار کا نصف حصہ مہاجرین کو دیدیتے۔ مابعد کے زمانہ میں جب بنو نضیر کی زمین اور نخلستان مسلمانوں کے قبضہ میں آئے تو انصار نے یہ نخلستان بھی مہاجرین کو دیدیئے۔ یہ مواخات کا رشتہ بالکل حقیقی رشتہ بن گیا۔ اگر کوئی انصاری مرتا تو اس کی جائداد کا وارث اس کا مہاجر بھائی ہوتا اور متوفی کے اپنے رشتہ دار محروم رہ جاتے۔ یہ حالت قریباً ڈیڑھ سال تک زمانۂ جنگ بدر تک رہی۔ اس کے بعد جب مہاجرین کو مدد کی ضرورت نہ رہی تو یہ آیت اتری "رشتہ دار ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں" (انفال آیت ۷۶)۔

اصحاب صفہ مسجد کے ایک سرے پر چبوترہ تھا جس پر چھت تھی اس جگہ بالعموم وہ مہاجرین رہتے تھے جن کے پاس رہنے کو مکانات نہیں تھے اور بالکل بے سروسامان تھے۔ ان میں سے ستر آدمی ایسے تھے جن کے پاس ردا تک نہ تھی۔ یا ازار تھی اور یا چادر جو اپنے گلے میں انہوں نے باندھ لی تھی۔ ان چادروں میں سے کوئی تو آدھی پنڈلیوں تک پہنچتی تھی اور کوئی ٹخنوں تک پہنچ جاتی تھی اور وہ اسے اپنے ہاتھ سے پکڑے رہتا کہ کہیں اس کا جسم کسی عورت کو دکھائی نہ دے۔[95] بعض اوقات ان کی روزانہ خوراک ایک کھجور اور چند پتیاں ہوتیں۔ ابوہریرہ جو ان میں سے تھے کہتے ہیں کہ "قسم ہے اللہ کی بعض دفعہ میں بھوک کی وجہ سے زمین پر پیٹ لگا کر لیٹ جاتا تھا اور بعض دفعہ پیٹ سے پتھر باندھ لیتا تھا۔"[96] مہاجرین اور انصار ان لوگوں کو

بعض اوقات اپنے گھر کھانا کھلانے کے لئے لے جاتے تھے۔ آنحضرت کو ان لوگوں کا خاص خیال ہوتا۔ یہ لوگ قرآن پڑھنے حدیث سننے اور عبادت الٰہی میں اپنا وقت صرف کر دیتے تھے۔ مابعد کے زمانہ میں آنحضرت انہی میں سے بعض کو دعوت اسلام کے لئے ضرورت کے وقت بھیج دیتے۔ چنانچہ بئر معونہ کو انہی میں سے ستر اشخاص کو اسلام کی تعلیم کیلئے بھیجا گیا تھا۔

قریش کی دھمکیاں آنحضرت کے ہجرت کرنے کے چھ ماہ بعد تک قریش مکہ نے آپ سے کوئی تعرض نہ کیا۔ آپ کی سرگرمیوں نے قریش کو دس سال تک لگاتار حیران و پریشان کر رکھا تھا۔ آپ کی ہجرت کی وجہ سے شہر میں امن اور سکون ہوا۔ لیکن قریش مکہ نے جب دیکھا کہ آنحضرت اطمینان سے مدینہ میں بیٹھے ہیں اور اشاعت اسلام ہو رہی ہے اور لوگ جوق در جوق اسلام کے حلقہ بگوش ہو رہے ہیں تو انہوں نے عبداللہ بن اُبَی سلول کو جو مدینہ کا سردار تھا اور مسلمان نہیں تھا اس مضمون کا خط لکھا کہ "تم نے ہمارے آدمی کو پناہ دی ہے پس یا تو تم اس کو قتل کر دو اور یا اپنے شہر سے نکال دو۔ ورنہ اللہ کی قسم ہم سب جمع ہو کر تم پر حملہ آور ہونگے اور تم کو قتل کر کے تمہاری عورتوں پر قبضہ کر لینگے"۔ لیکن چونکہ اکثر انصار آنحضرت پر ایمان لا چکے تھے لہذا عبداللہ بن اُبَی کچھ نہ کر سکا۔

انہی دنوں میں سعد بن معاذ جو قبیلہ اوس کا سردار تھا عمرہ کرنے کیلئے مدینہ سے مکہ گیا اور آنحضرت کے دشمن امیہ بن خلف کے ہاں ٹھہرا۔ ابوجہل کو معلوم ہوا تو کہنے لگا "تم لوگوں نے اُن اشخاص کو پناہ دی ہے جو ہمارے دین سے مرتد ہو گئے ہیں۔ اگر تم امیہ بن خلف کے ساتھ نہ ہوتے تو کبھی زندہ واپس نہ جاتے"۔ سعد نے جواب دیا کہ اگر تم نے ہماری مزاحمت کی تو ہم تمہارا مدینہ کا راستہ روک دینگے اور تم ملک شام کے ساتھ تجارت نہ کر سکو گے[۱۵]"

قریش کی ان دھمکیوں کی وجہ سے آنحضرت جب مدینہ میں آئے تو

راتوں کو جاگا کرتے تھے۔ اور صحابہ رات کو ہتھیار باندھ کر سوتے تھے۔ پس آنحضرت مدینہ میں آکر اپنی حفاظت کی تدابیر سوچنے لگے۔

یہود کے ساتھ معاہدہ

پہلے آپ نے مدینہ کے یہود کے ساتھ معاہدہ کیا۔ مدینہ میں صرف یہود اور انصار بستے تھے۔ انصار تو اکثر مسلمان ہو گئے تھے اور جو دل سے مسلمان نہیں تھے وہ اسلام کا غلبہ دیکھ کر مسلمان ہو گئے تھے باقی رہے یہود۔ اُن کے تین قبائل یعنی بنو قینقاع۔ بنو نضیر اور قریظہ مدینہ اور اُس کے گرد و نواح میں آباد تھے۔ انہوں نے مضبوط بُرج اور قلعے بنا رکھے تھے۔ ان اسباب کو دیکھ کر آنحضرت نے ان سے معاہدہ کر لیا تاکہ مسلمانوں کے اور اہل کتاب کے تعلقات مضبوط ہو جائیں۔ معاہدہ کی ضروری شرائط یہ تھیں:۔ مسلمان اور یہود اپنے اپنے مذہب کے فرائض کو ادا کرنے کیلئے آزاد ہونگے۔ دونوں باہم دوستانہ سلوک روا رکھیں گے اور دونوں فریقوں میں سے اگر کسی کو کسی دشمن سے جنگ درپیش ہو گی تو دوسرا فریق اس کا معاون اور مددگار ہوگا۔ بالخصوص اگر مدینہ پر کوئی حملہ ہوگا تو دونوں فریق ایک دوسرے کا ساتھ دینگے۔ کوئی فریق بھی قریش مکہ کو پناہ نہ دیگا۔ اگر ایک فریق کسی دشمن سے صلح کریگا تو دوسرے فریق کو بھی وہ صلح منظور ہو گی۔ لیکن مذہبی جنگ میں ایک فریق کی صلح دوسرے فریق کے لئے حجت نہ ہو گی۔

جب آنحضرت نے اہل کتاب یعنی یہود کے ساتھ رابطۂ اتحاد قائم کیا۔ تو مسلمانوں کو کہا کہ یہودیوں کے ہاں جو روایات ہیں ان کے بیان کرنے میں کچھ حرج نہیں۔ چنانچہ بخاری میں ہے کہ "عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے کہا کہ پہنچاؤ مجھ سے اگرچہ ایک ہی آیت ہو اور حدیث بیان کرو بنی اسرائیل سے۔ اس میں کچھ حرج نہیں"۔

عاشورے کے روزے

اسی سال عاشورے کے روزے مقرر ہوئے

ایک روز آنحضرت نے دیکھا کہ یہود روزہ دار ہیں۔ آپ نے دریافت کیا کہ یہ کیسے روزے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ آج کے دن بنی اسرائیل کو خدا نے موسیٰ کے ذریعہ فرعون سے نجات دی۔ آنحضرت نے کہا حضرت موسیٰ کی پیروی کے ہم تم سے زیادہ حق دار ہیں پس ان روزے رکھنے کے ہم زیادہ حقدار ہیں پس اس دن سے یہ روزے مقرر ہوئے[۱۲]۔ روایت ہے کہ آپ نے کہا کہ میں اللہ سے امید رکھتا ہوں کہ عاشورہ کے روزہ کو گذشتہ سال کی برائیوں کا کفارہ کردے[۱۳]۔ پھر جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو عاشورے کا روزہ چھوڑ دیا گیا۔ جس کا جی چاہا اس نے عاشورہ کا روزہ رکھا۔ جس کا نہ چاہا اس نے نہ رکھا[۱۲]۔

سنہ ۲ ھ

سلسلۂ غزوات اور سرایا

جب آنحضرت نے اہل یہود سے معاہدہ کرلیا۔ تب آپ نے اہل مکہ کی مخالفت کا زور توڑنے کے لئے دیگر تدابیر اختیار کیں۔ اول آپ نے قریش کی شامی تجارت کا راستہ بند کرنے کی تجاویز اختیار کیں۔ تاکہ قریش مکہ مجبور ہو کر آپ سے صلح کرلیں۔ چنانچہ اسی سال سے آنحضرت کے غزوے اور سریہ شروع ہوتے ہیں۔ اسلامی اصطلاح میں "غزوہ" اس لڑائی کو کہتے ہیں جس میں آنحضرت نے خود شرکت کی اور ایسی جنگیں تعداد میں انیس ہیں[۱]۔ اور "سریہ" اس مہم کا نام ہے جس میں آنحضرت خود شریک نہ ہوئے بلکہ کسی صحابی کو لشکر کا سردار مقرر کرکے جنگ کرنے کو بھیجا۔ اس رسالہ میں ہم بخوف طوالت تمام غزوات اور مہمات کا مفصل ذکر نہیں کرینگے۔ لہذا ہم صرف ان جنگوں کے بیان پر ہی اکتفا کرینگے جو مشہور ہیں۔ کتاب کے آخر ضمیمہ میں ہم نے جنگوں کی فہرست شامل کردی ہے۔

حمزہ۔ عبیدہ اور سعد کے سریے

حضرت نے حمزہ کو تیس مہاجرین کے ساتھ روانہ کیا۔ حمزہ کی ملاقات ساحل سمندر کے قریب ابوجہل کے ساتھ ہوئی

جس کے ساتھ تین سو سوار تھے۔ اسی طرح آپ نے عبیدہ بن حرث کو ساٹھ یا اسّی مہاجرین کے ساتھ روانہ کیا۔ اور سعد بن ابی وقاص کو آٹھ مہاجرین کے ساتھ روانہ کیا یہ تینوں مہمیں بغیر جنگ کئے واپس مدینہ آگئیں۔

دوسری تدبیر جو آنحضرت نے قریش کی مخالفت کو توڑنے کے لئے اختیار کی یہ تھی کہ آپ نے مدینہ کے اردگرد کے قبائل کے ساتھ امن و امان کا معاہدہ کیا۔

غزوۂ الابواء

ماہ صفر ۲ھ میں آنحضرت ساٹھ مہاجرین کے ہمراہ مقام وَدّان گئے جس کو الابوار بھی کہتے ہیں۔ آنحضرت کا یہ پہلا غزوہ ہے لیکن قبیلہ بنی ضمرہ نے جن کا سردار مخشی بن عمرو ضمری تھا آپ سے صلح کر لی۔ معاہدہ کے الفاظ یہ تھے "یہ محمد رسول اللہ کی تحریر بنی ضمرہ کے لئے ہے۔ ان کا مال اور جان محفوظ ہوگا۔ ان کے دشمنوں اور حملہ آوروں کے مقابلہ میں ان کی مدد کی جائیگی۔ لیکن اگر یہ اللہ کے دین کے مقابلہ میں لڑینگے تو ان کی مدد نہ کیجائیگی اور جب نبی ان کو مدد کے لیئے بلائیگا تو وہ مدد کو پہنچینگے"۔

غزوۃ العشیرۃ

اس سال کی جمادی الثانی میں آنحضرت نے دو سو مہاجرین کے ساتھ مدینہ سے کوچ کیا اور مقام عشیرہ گئے۔ یہاں آپ نے بنی مدلج سے ساتھ جو بنی ضمرہ کے حلیف تھے معاہدہ کیا۔ اس غزوہ میں بھی کوئی جنگ نہیں ہوئی۔

غزوہ سفوان

ابھی آنحضرت کو غزوہ عشیرہ سے واپس مدینہ آئے دس دن بھی نہ گذرے تھے کہ کرز بن جابر فہری نے جو مکہ کے رؤسا میں تھا۔ ماہ جمادی الثانی میں نواح مدینہ میں آکر آنحضرت کے اونٹ لوٹ لئے۔ آپ اس کی تلاش میں وادی سفوان تک گئے لیکن وہ بچ کر نکل گیا۔

اسی سال کے ماہِ صفر کی بارھویں تاریخ جہاد کے جواز میں پہلی آیت نازل ہوئی اور وہ یہ ہے " اُن مسلمانوں کو جن سے لڑائی کی جاتی ہے جہاد کرنے کی

اجازت ہے کیونکہ اُن پر ظلم ہوا ہے اور اللہ ان کی مدد کرنے پر یقیناً قادر ہے"۔ (سورہ حج آیت ۴۰) بعض لکھتے ہیں کہ جہاد کے متعلق سب سے پہلی آیت جو نازل ہوئی وہ یہ ہے "ان لوگوں سے تم خدا کی راہ میں جنگ کرو جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی نہ کرو۔ جہاں کہیں پاؤ ان کو قتل کرو اور وہاں سے ان کو نکالو جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا ہے (یعنی مکہ سے)" (سورہ بقر آیت ۱۸۶)۔

تبدیل کعبہ

اس سال ماہ شعبان میں قبلہ کا رخ بدل دیا گیا۔ جب تک آنحضرت مکہ میں رہے آپ بیت المقدس یروشلیم کی طرف رخ کرکے نماز پڑھتے تھے۔ آپ نے مدینہ میں آکر بھی سولہ یا سترہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف ہی رخ کرکے نماز پڑھی۔ ۲ھ ماہ شعبان میں پیر کے روز جب آنحضرت ظہر کی نماز ادا کر رہے تھے تو آپ نے دفعتہً بیت المقدس کا رخ چھوڑ کر کعبہ کی طرف منہ کر لیا۔ اس پر اُن لوگوں نے بھی جو آنحضرت کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے اپنا منہ کعبہ کی طرف موڑ لیا اُن لوگوں میں سے جنہوں نے آپ کے ہمراہ کعبہ کی طرف منہ موڑ لیا تھا ایک مسجد قبا کی طرف گیا۔ وہاں اُس نے دیکھا کہ لوگ بیت المقدس کی طرف رخ کرکے نماز پڑھتے ہیں تو اس نے ان کو قبلہ کی تبدیلی کا پتہ دیا۔ تب قبا کے نمازیوں نے بھی اپنا رخ بیت المقدس سے کعبہ کی طرف موڑ لیا۔ قرآن میں اس واقعہ کا یوں ذکر ہے "تو اپنا منہ مسجد الحرام کی طرف پھیر دے اور جہاں کہیں ہو اسی طرف منہ پھیرو" (سورہ بقر آیت ۱۳۹ و ۱۴۵)۔ قبلہ کے بدلنے پر اہل یہود آنحضرت سے ناراض ہوگئے اور کہنے لگے "چونکہ محمد ہر بات میں ہماری مخالفت کرتا ہے لہذا اس نے اپنا قبلہ بدل دیا ہے"۔ یہود آنحضرت کے پاس آئے اور کہنے لگے "اے محمد تم جس قبلہ پر پہلے تھے اس سے کیوں پھر گئے حالانکہ تم کہتے ہو کہ میں ملت ابراہیمی پر ہوں"۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی "جاہل کہیں گے کہ کس چیز نے مسلمانوں کو ان کے قدیم قبلہ (یعنی بیت المقدس یروشلیم) سے پھیر دیا تو کہہ مشرق اور مغرب خدا ہی کے واسطے ہے۔ جس کو چاہتا ہے

اس کی ہدایت سیدھے رستہ کی طرف کرتا ہے" (سورہ بقرہ آیت ۱۴۲)۔

قبلہ کے بدلنے سے ضعیف الایمان مسلمانوں میں بے چینی شروع ہو گئی۔ ان کا خیال تھا کہ قبلہ ایک مستقل اور غیر مبدل شے ہے جس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ ان لوگوں کی مشکلات دور کرنے کے لئے ذیل کی آیات نازل ہوئیں "تیرا جو پہلے قبلہ تھا (یعنی کعبہ) اس کو ہم نے پھر قبلہ کر دیا تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ رسول کا تابع کون ہے اور کون پیچھے پھر جانے والا ہے اور یہ قبلہ گراں اور ناگوار معلوم ہوتا ہے سوائے ان لوگوں کے جن کو خدا نے ہدایت دی ہے۔ پورب یا پچھم رخ کرنا کوئی ثواب کی بات نہیں۔ ثواب کی بات یہ ہے کہ انسان خدا اور قیامت پر اور فرشتوں پر اور کتب سماوی پر اور نبیوں پر ایمان لائے اور اللہ کی محبت میں رشتہ داروں کو، یتیموں کو مسکینوں کو اور مسافروں کو اور سائلوں کو اور غلاموں کو اپنا مال دے" (سورہ بقرہ آیات ۱۴۲ تا ۱۴۳ و ۱۷۷)۔

جب مسجد نبوی تعمیر ہوئی تھی تو اس کا قبلہ بیت المقدس کی جانب رکھا گیا تھا۔ لیکن جب قبلہ بدل گیا تو شمالی جانب ایک نیا دروازہ قائم کر دیا گیا اور قبلہ کا رخ کعبہ کی طرف ہو گیا۔

رمضان کے روزے

اس سال رمضان کے روزے فرض ہو گئے۔

عبداللہ بن جحش کا سریہ

ماہ رجب میں آنحضرت نے عبداللہ بن جحش کو بارہ مہاجرین کے ساتھ نخلہ کی جانب روانہ کیا جو مکہ اور طائف کے درمیان ہے۔ آپ نے عبداللہ کو ایک خط دے کر کہا کہ دو منزل راہ طے کر کے اس خط کو کھولنا۔ جب عبداللہ نے خط کھولا تو اس میں یہ لکھا پایا "مقام نخلہ میں جاؤ اور وہاں قریش کے قافلہ کا انتظار کرو اور ان کے حالات کا پتہ لگا کر ہم کو خبر دو"۔ جب وہ نخلہ پہنچے تو قریش کا ایک قافلہ ان کے سامنے سے نکلا جو کشمش اور چمڑا وغیرہ لے کر شام سے آ رہا تھا۔ عمرو بن حضرمی اس قافلہ کے

ہمراہ تھا۔ چونکہ یہ مہینہ رجب کا تھا جس میں جنگ کرنا حرام تھا۔ کفار مطمئن تھے لیکن عبداللہ نے ان پر حملہ کر دیا اور عمرو بن حضرمی مارا گیا اور دو شخص قید ہوئے اور مال غنیمت ہاتھ آیا جس میں سے عبداللہ نے پانچواں حصہ آنحضرت کے لئے الگ کر دیا۔ جب عبداللہ مدینہ آیا تو آنحضرت اس سے بہت ناراض ہوئے اور کہا "میں نے تم کو یہ اجازت نہیں دی تھی کہ تم حرام مہینہ میں جنگ کرو"۔ آپ نے مال غنیمت کا خمس قبول کرنے سے بھی انکار کر دیا۔ دیگر مسلمان بھی عبداللہ کے فعل کو بری نظر سے دیکھتے تھے کیونکہ قریش کہتے تھے کہ محمد نے حرام مہینہ کو بھی حلال کر لیا۔ جب اس واقعہ کے سبب لوگوں میں بہت قیل و قال ہوئی تو یہ آیت نازل ہوئی "(اے محمد) تجھ سے لوگ پوچھتے ہیں کہ حرام مہینہ میں لڑنا کیسا ہے کہہ حرام مہینہ میں لڑنا بہت گناہ ہے لیکن لوگوں کو خدا کی راہ سے روکنا اور مسجد حرام میں نہ جانے دینا اور مسلمانوں کو اس سے نکال دینا خدا کے نزدیک اس سے بھی بہت بڑا گناہ ہے اور فتنہ برپا کر دینا قتل سے بھی بڑا گناہ ہے۔ یہ مشرکین تم سے لڑتے رہینگے یہاں تک کہ اگر مقدور پائیں تو تم کو تمہارے دین سے پھیر دینگے" (سورہ بقر آیت ۲۱۴)۔ اس آیت کے نازل ہونے پر بےچینی اور تردد رفع ہوا اور آنحضرت نے خمس قبول کر لیا اور قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عبداللہ بن جحش کی رائے کے مطابق مال غنیمت کا فیصلہ فرمایا یعنی مال غنیمت کے پانچ حصہ کر کے چار حصے مجاہدین کے مقرر کئے اور پانچواں حصہ خدا اور رسول کا مقرر ہوا (سورہ انفال آیت ۴۲)

اس سریہ میں عمرو بن حضرمی جو مقتول ہوا اور دو شخص جو گرفتار ہوئے معزز لوگ تھے۔ عمرو کا باپ حرب بن امیہ کا حلیف تھا جو قریش کا رئیس اعظم تھا۔ جو گرفتار ہوئے وہ مغیرہ کے پوتے تھے جو حرب کے بعد دوسرے درجہ کا

رئیس تھا۔ پس اس واقعہ نے تمام قریش میں آگ لگادی۔ علامہ طبری کہتے ہیں کہ جنگ بدر اور تمام دیگر لڑائیوں کا جو قریش سے در پیش ہوئیں اصلی سبب یہی ہے کہ واقد بن عبداللہ سہمی نے عمرو بن حضرمی کو قتل کر دیا تھا۔

جنگِ بدر

عمرو بن حضرمی کے قتل کے واقعہ سے پہلے قریش کا ایک بہت بڑا قافلہ ابوسفیان کے ماتحت تجارت کی غرض سے شام گیا ہوا تھا۔ اس سال قریش کا مال تجارت بہت کثیر تھا اور تیس آدمی قافلہ کے ساتھ تھے۔ ابھی یہ قافلہ شام سے روانہ نہیں ہوا تھا کہ عمرو بن حضرمی کے قتل کا واقعہ پیش آگیا۔ ابھی ابوسفیان ملک شام ہی میں تھا کہ اس کو یہ خبر ملی کہ جس طرح مسلمانوں نے نخلہ پر قریش کے قافلہ کو لوٹ لیا ہے اسی طرح وہ اِس قافلہ کو بھی لوٹ لینگے۔ پس اُس نے ایک آدمی کو مکہ بھیجا تاکہ قریش کو اس امر کی اطلاع دے۔ اس خبر نے قریش اور گرد و نواح کے قبائل میں آگ لگادی کیونکہ ایک تو وہ عمرو بن حضرمی کے قتل کی وجہ سے جلے بُھنے بیٹھے تھے اس پر قریش اور دیگر قبائل کا مال کثیر ابوسفیان کے قافلہ کے ساتھ تھا پس اس خبر سے ان کے تن بدن میں آگ لگ گئی اور وہ جنگ کی تیاریاں کرنے لگے۔

اِدھر مدینہ میں آنحضرت کو خبر ملی کہ شام کی جانب سے ابوسفیان کا قافلہ آرہا ہے اور مکہ کی جانب سے قریش اور دیگر قبائل قافلہ کی حمایت کی خاطر مکہ سے خروج کر رہے ہیں۔ پس آپ نے مہاجرین اور انصار کو طلب کر کے قافلہ کی آمد اور قریش کے کوچ کی خبریں دیں اور ان کا عندیہ دریافت کیا۔ ابوبکر اور عمر بن خطاب وغیرہ نے جان نثارانہ تقریریں کیں لیکن حضرت انصار کی جانب دیکھتے تھے۔ کیونکہ انصار نے عقبہ کی بیعت کے وقت صرف یہ اقرار کیا تھا کہ اگر دشمن مدینہ پر حملہ آور ہوں تب انصار آنحضرت کی جان کی حفاظت کرینگے۔ آپ کو یہ اندیشہ تھا کہ انصار شاید اِس وقت جب قریش مدینہ پر حملہ آور نہیں ہوئے۔ آپ کا ساتھ نہ دینگے

اس پر سعد بن عبادہ جو قبیلہ خزرج کا سردار تھا کھڑا ہوا اور پوچھا "یا رسول اللہ
کیا آپ ہم کو مخاطب کرتے ہیں"۔ آپ نے جواب دیا "ہاں"۔ اس پر سعد نے
کہا "یا رسول اللہ ہم آپ پر ایمان لائے ہیں اور ہم نے آپ کی تصدیق کی ہے
ہم نے آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری کا عہد کیا ہے۔ جس طرف آپ کی مرضی
ہو ہم کو لے چلیں۔ اللہ کی قسم اگر آپ ہم کو سمندر میں گرنے کا حکم دیں تو ہم ضرور
اس میں آپ کے ساتھ کود پڑیں گے۔" آنحضرت ﷺ یہ تقریر سن کر خوش ہوئے اور
کہا "خوش ہو کیونکہ خدا نے مجھ سے ان دونوں طائفوں (یعنی ابوسفیان
کے قافلہ اور قریش کے لشکر) میں سے ایک طائفہ کا وعدہ کیا ہے۔ چنانچہ
اس واقعہ کی نسبت قرآن میں وارد ہے "جس طرح اے پیغمبر تیرا خدا تجھ کو
حق پر تیرے گھر سے نکال لایا حالانکہ مسلمانوں کا ایک گروہ اس سے ناخوش
تھا۔ وہ تجھ سے حق ظاہر ہوئے پیچھے بھی جھگڑتا ہے گویا کہ وہ موت کی طرف
ہانکے جا رہے ہیں اور موت ان کے سامنے کھڑی ہے اور جب خدا تم سے
دو جماعتوں (قریش کے قافلہ اور قریش کی فوج) میں سے ایک کا وعدہ کرتا
ہے کہ وہ تمہارے قبضہ میں آ جائیگی۔ تم چاہتے ہو کہ بے خرخشہ والا گروہ
تم کو مل جائے (یعنی قافلہ) اور خدا یہ چاہتا ہے کہ حق کو اپنے حکم سے
ثابت کرے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے اگرچہ گنہگار اس سے رنجیدہ
ہوں" (انفال آیت ۵ تا ۸)

غرض ۱۲ رمضان ۲ھ کو آپ تین سو انیس (۳۱۹) اشخاص کے ہمراہ جن میں
ستر مہاجرین اور باقی انصار تھے مدینہ سے نکلے۔ آپ کے ساتھ دو سوار اور
ستر اونٹ تھے۔ اُدھر قریش مکہ سے بڑے سروسامان کے ساتھ نکلے۔ ان کے ساتھ
ہزار (۱۰۰۰) آدمی تھے اور سو سواروں کا رسالہ تھا۔ قریش کے رؤسا تمام کے تمام اس
لشکر میں تھے اور عتبہ بن ربیعہ لشکر کا سپہ سالار تھا۔ انہی کی بابت قرآن میں ہے
کہ وہ اپنے گھروں سے اتراتے اور شان دکھلاتے بڑے غرور اور تمکنت کے ساتھ

نکلے تھے اور اللہ کی راہ روکتے تھے (انفال آیت ۴۹)

جب آنحضرت کا لشکر بدر کے قریب پہنچا تو انصار میں سے دو اشخاص اونٹوں پر سوار ہو کر بدر کے کنوئیں پر پانی بھرنے اور ابوسفیان کے قافلہ اور قریش کے لشکر کی خبر لینے گئے جب وہ چلے گئے تو ابوسفیان کا قافلہ بھی اس کنوئیں پر آ پہنچا۔ جب ابوسفیان نے وہاں اونٹوں کی مینگنیاں دیکھیں تو اس نے ان کو کریدا۔ ان میں سے کھجور کی گٹھلی نکلی۔ اس پر ابوسفیان نے کہا۔ یہ تو مدینہ کے اونٹوں کا چارہ ہے۔ ضرور یہ شتر سوار مدینہ ہی کے تھے۔ فوراً ابوسفیان قافلہ کو لے کر بدر کو بائیں ہاتھ چھوڑ ساحل کی طرف نہایت سرعت سے نکل گیا اور یوں مسلمانوں کی زد سے بچ گیا۔

قریش کو بدر کے قریب پہنچکر معلوم ہوا کہ ابوسفیان کا قافلہ صحیح سلامت نکل گیا ہے۔ اس پر قبیلہ زہرہ اور عدی کے سرداروں نے کہا "اب لڑنے کی کیا ضرورت ہے"۔ لیکن ابوجہل واپس مکہ جانے پر رضامند نہ ہوا۔ اس پر زہرہ اور عدی کے قبیلوں کے لوگ واپس چلے گئے۔

حکیم بن حزام (بی بی خدیجہ کا بھتیجا) جو مسلمان نہیں تھا۔ قریش کے سرِلشکر عتبہ بن ربیعہ کے پاس آیا اور کہا "آپ قریش کے رئیس اور لشکر کے سردار ہیں۔ اگر آپ چاہیں تو آج کے دن کی وجہ سے آپ ہمیشہ تک نیک نام رہ سکتے ہیں"۔ عتبہ کے استفسار پر حکیم نے کہا کہ قافلہ بچ کر نکل گیا ہے۔ باقی رہا عمرو بن حضرمی کے قتل کا انتقام۔ وہ آپ کا حلیف تھا۔ آپ اس کا خون بہا ادا کر دیں اور اعلان کر دیں کہ آپ نے اس کا خون بہا اپنے ذمہ لے لیا ہے اور اس کا جسقدر مال مسلمانوں نے لوٹا ہے وہ بھی ادا کر دینگے۔ اس طرح یہ جنگ نہ ہوگی اور آپ کی نیکنامی کی ابدی یادگار رہ جائیگی"۔ عتبہ نے اس تجویز کو خوشی سے منظور کر لیا اور حکیم سے کہا "تم جا کر ابوجہل کو اس امر پر راضی کر لو کیونکہ اس کی رضامندی کے بغیر لوگ واپس جانے پر خوش نہ ہونگے"۔ جب حکیم ابوجہل کے پاس گیا تو وہ اپنے ہتھیار درست کر رہا تھا۔ حکیم کی تجویز سن کر اس نے خیال کیا کہ چونکہ

عتبہ کا فرزند ابوحذیفہ اس جنگ میں محمدؐ کے ساتھ ہے لہٰذا عتبہ لڑائی سے جی چراتا ہے۔ یہ خیال کر کے اس نے جواب دیا "محمدؐ کو دیکھ کر عتبہ کی ہمت نے جواب دے دیا ہے۔ اللہ کی قسم ہم واپس نہیں جائیں گے جب تک اللہ ہمارے اور محمدؐ کے درمیان فیصلہ نہ کرے"۔ پھر ابوجہل نے عمرو بن حضرمی مقتول کے بھائی عامر کو بلا کر کہا "تو جا کر اپنے بھائی کے خون کی فریاد کر"۔ عامر نے عرب کے دستور کے مطابق اپنا گریبان پھاڑا اور گرد اڑا کر واعمرہ واعمرہ کے نعرے مارے اور قریش میں لڑائی کی آگ شعلہ زن ہوگئی۔

چونکہ قریش میدان جنگ میں پہلے پہنچ گئے تھے انہوں نے اچھے موقعوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ بخلاف اس کے مسلمانوں کی طرف کنواں تک نہ تھا اور زمین بڑی ریتلی تھی۔ اس پر خزرج کے علم بردار حُباب بن منذر نے عرض کی "یا رسول اللہ آپ نے اس جگہ حکم الٰہی سے قیام کیا ہے یا جنگی مصلحت کے لحاظ سے"۔ آپ نے جواب دیا کہ "جنگی مصلحت کے لحاظ سے"۔ حباب نے کہا "یا رسول اللہ جنگی مصلحت کے لحاظ سے یہ مقام درست نہیں۔ آپ آگے بڑھ کر چشمہ پر قبضہ کر لیں تو بہتر ہوگا"۔ آنحضرتؐ نے اس صلاح پر عمل کیا۔ حسن اتفاق سے زور کی بارش بھی ہوگئی جس سے ریت اور گرد جم گئی اور مسلمانوں نے پانی جا بجا روک کر چھوٹے چھوٹے حوض بنا لئے تاکہ وضو اور غسل کے کام آئیں۔ کفار کے لشکر میں اس بارش سے کیچڑ ہوگیا۔ اسی بارش کی نسبت قرآن میں اشارہ ہے کہ "اللہ نے آسمان سے زور کا پانی برسایا تاکہ تم کو پاک کرے اور شیطان کی ناپاکی تم سے دور کرے اور تمہارے دلوں پر گرہ لگائے اور تمہارے قدم ثابت کرے" (انفال آیت ۱۱)۔

صبح کے وقت حضرتؐ نے صف آرائی کی۔ ایک طرف قریش کا لشکر تھا دوسری طرف مسلمانوں کا۔ جن پر قریش نے طرح طرح کے ظلم ڈھائے تھے حتیٰ کہ ان کو اپنے دین اور ایمان کی خاطر اپنا وطن عزیز چھوڑنا پڑا تھا۔ رشتہ دار ایک دوسرے کے مقابل تھے۔ اگر ایک طرف باپ تھا تو دوسری طرف بیٹا تھا۔ چچا زاد اور

خالہ زاد بھائی ایک دوسرے کی جان کے پیاسے تھے لیکن ایک طرف بت پرست تھے اور دوسری طرف خدائے واحد کے پرستار۔ قرآن میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے "جو فوجیں ایک دوسرے کے ساتھ لڑیں ان میں تمہارے لئے عبرت کی نشانیاں ہیں۔ ایک فوج خدا کی راہ میں لڑ رہی تھی اور دوسری فوج کافروں کی تھی" (سورہ آل عمران آیت ۱۱)

لشکر کے پیچھے ایک چھپر کے سائبان کے نیچے آنحضرت دعا میں مصروف تھے۔ آپ پر سخت خضوع کی حالت طاری تھی۔ آپ اپنے خدا سے کہہ رہے تھے "اے پروردگار اگر کافر فتحمند ہو گئے تو شرک پھیل جائیگا۔ اگر مسلمانوں کی یہ قلیل جماعت ہلاک ہو گئی تو پھر تیری پرستش کون کریگا۔ یا اللہ جو تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے وہ مجھے دے۔ الٰہی یہ بھوکے ہیں ان کا پیٹ بھر دے۔ الٰہی یہ ننگے ہیں ان کو کپڑا پہنا۔ یہ ننگے پاؤں ہیں ان کو سواری دے۔ اے ہمیشہ زندہ رہنے والے۔ اے سب کے تھامنے والے میں تیری رحمت سے فریاد چاہتا ہوں۔"[۵۵]

حضرت ابوبکر پاس بیٹھے تسلی دیتے تھے کہ "یا رسول اللہ خدا نے جو وعدہ آپ سے کیا ہے وہ اس کو ضرور پورا کریگا"۔ آپ بار بار سجدہ میں جاتے اور خدا سے فتح کے لئے دعا کرتے۔ آخر آپ کے منہ سے یہ کلمہ نکلا "فوج کو شکست دی جائیگی اور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے" (سورہ قمر آیت ۴۵)۔

جنگ کے آغاز میں قریش کا سپہ سالار عتبہ مع اپنے بھائی شیبہ اور بیٹے ولید کے صفوں سے نکلا کیونکہ ابو جہل کے جگر خراش طعنہ نے اس کو سخت برہم کر دیا تھا۔ آنحضرت نے ان کے مقابل انصار کو بھیجا لیکن انہوں نے پکار کر کہا "اے محمد۔ یہ لوگ ہماری جوڑ کے نہیں۔ ہمارے مقابلہ میں ہماری قوم کے لوگ بھیج۔ اس پر آنحضرت نے مہاجرین کو بھیجا۔ پس حضرت حمزہ نے عتبہ کو اور حضرت علی نے ولید کو قتل کیا۔ حضرت عبیدہ کو شیبہ نے زخمی کر دیا اس پر حضرت علی نے شیبہ کو قتل کر دیا۔ اب عام حملہ شروع ہو گیا۔ ابو جہل دشمنِ اسلام

تھا پس معوذ اور معاذ جو بھائی تھے اس کے قتل کو نکلے اور اس کو گھیر کر زمین پر گرا دیا۔ ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے عقب سے آکر معاذ کے بائیں شانہ پر تلوار کا ایسا ہاتھ مارا کہ معاذ کا بازو کٹ گیا لیکن جسم کے ساتھ لٹکتا رہا۔ معاذ نے اپنے ہاتھ کو پاؤں کے نیچے رکھ کر ایسا کھینچا کہ بازو بدن سے بالکل الگ ہوگیا اور وہ اسی حالتمیں لڑتا رہا۔ معاذ کے بھائی معوذ نے ابوجہل کو کاری زخم لگایا۔ عبداللہ بن مسعود نے دیکھا کہ وہ زخمی پڑا دم توڑ رہا ہے۔ ابوجہل نے کسی زمانہ میں عبداللہ کو تھپڑ مارا تھا اب اس کے انتقام میں عبداللہ نے اس کی گردن پر پاؤں رکھا تو ابوجہل نے کہا "اے بکری چرانے والے کسان۔ دیکھ تو کہاں اپنا پاؤں رکھتا ہے"۔ اس پر عبداللہ نے اس کا سر کاٹ لیا اور آنحضرت کے قدموں میں لاکر رکھ دیا۔[۵۶]

جب گھمسان کی لڑائی ہورہی تھی تو حضرت نے ایک مٹھی بھر کر سنگریزے اٹھائے اور ان کو قریش کی جانب پھینکا۔ سورہ انفال میں اسی بات کا ذکر ہے "تو نے (اے محمد) ان کو نہیں مارا بلکہ اللہ نے مارا اور جب تو نے مٹھی خاک کی پھینکی تھی تو تو نے نہیں بلکہ اللہ نے پھینکی تھی اور وہ مومنین پر اپنی طرف سے خوب احسان کیا چاہتا تھا" (آیت ۱۷) اس وقت بڑے زور کا حملہ کیا گیا۔ آنحضرت نعمائے بہشت کی ترغیب دے کر حملہ آوروں کے دل بڑھاتے تھے اور وہ میدان کارزار میں داد شجاعت دیتے تھے۔

عتبہ اور ابوجہل کے مارے جانے سے قریش کی فوج کا دل ٹوٹ گیا۔ اس جنگ میں قریش کے متعدد رؤسا کام آئے اور آنحضرت کے بہت جان لیوا مارے گئے۔[۵۷] نوفل بن خویلد جس نے ابوبکر اور طلحہ کو اسلام قبول کرنے پر رسی سے باندھا تھا اس جنگ میں مقتول ہوا۔ آنحضرت کا دشمن امیہ بن خلف بھی قتل کیا گیا۔ جب قریش نے دیکھا کہ ان کے سردار قتل ہوگئے ہیں تو انہوں نے جی چھوڑ دیا اور مسلمانوں نے ان کو گرفتار کرنا شروع کر دیا۔ اسیران جنگ میں سے آنحضرت کے چچا عباس اور علی کے بھائی عقیل اور آنحضرت کی صاحبزادی

زینب کے خاوند ابو العاص بھی تھے ۔ ان قیدیوں میں نضر بن حارث بھی تھا جو
مکہ میں آنحضرت کا بڑا دشمن تھا اور قرآن کو اگلے زمانے کے لوگوں کے قصے کہا کرتا تھا
آنحضرت کے حکم سے علی نے اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔ عُقبہ بن ابی معیط جس نے
آنحضرت کی گردن پر نماز کی حالت میں اونٹ کی اوجھ مع نجاست ڈال دی تھی
اسیروں میں سے تھا۔ اس کو بھی قتل کر دیا گیا۔

جنگ کے خاتمہ پر معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں سے صرف چھ مہاجر اور
آٹھ انصار یعنی کل چودہ شخص کام آئے لیکن قریش کے مقتولین کی تعداد
ستر تھی۔ اور قیدیوں کی تعداد بھی تقریباً اتنی ہی تھی۔ قریش میں جتنے بہادر اور
نامور اشخاص تھے ایک ایک کر کے مارے گئے۔ مسلمانوں کی تین سو کی پیدل فوج نے
قریش کے ایک ہزار کو جس میں سو سوار تھے شکستِ فاش دی۔ مؤرخین کہتے ہیں
کہ اس جنگ میں خدا نے ہزار فرشتے بھیج کر مسلمانوں کی مدد کی چنانچہ قرآن میں
ہے "یاد کرو جب تم اپنے پروردگار سے فریاد کر رہے تھے اس نے تمہاری تسلی
اور کہا میں تمہاری ہزار فرشتوں سے مدد کرونگا۔ خدا نے یہ صرف مسلمانوں کی
خوشی اور اطمینانِ قلب کے لئے کہا اور فتح تو صرف خدا کے پاس ہے اور یقیناً
خدا غالب اور دانا ہے" (انفال آیت ۹)

قریش کے مقتولین

آنحضرت نے سب مقتولوں کی لاشوں کو ایک گندے
کنوئیں میں ڈال دیا۔ لیکن جب اُمیہ کی لاش اٹھانے لگے تو وہ پھول گئی تھی
اور اس کا گوشت گرنے لگا پس وہ اسی جگہ خاک میں دبا دی گئی۔

فتح کے بعد آنحضرت نے زید بن حارثہ کو مدینہ بھیجا تاکہ وہ فتح کی خبر
پہنچائے۔ اس وقت وہاں مسلمان آنحضرت کی صاحبزادی بی بی رقیہ کو جو
حضرت عثمان کی بیوی تھیں دفن کر رہے تھے۔ ان کی بیماری کی وجہ سے
آنحضرت کے حکم کے مطابق حضرت عثمان جنگ بدر میں شریک نہ ہوئے تھے۔

قریش کے اسیرانِ جنگ

جب آنحضرت مدینہ آئے تو آپ نے

اسیرانِ جنگ کو اصحاب میں تقسیم کردیا اور حکم دیا کہ اُن کو تکلیف یا گزند نہ پہنچے اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے۔ اس حکم کے مطابق اصحاب خود کھجوروں پر گذارہ کرتے لیکن قیدیوں کو روٹی کھلاتے تھے ان قیدیوں کے پاس کپڑے نہ تھے چنانچہ آنحضرت نے سب کو کپڑے دلوائے۔

ان قیدیوں کے بارہ میں آنحضرت کو جنابِ باری سے تنبیہہ ہوئی۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی "نبی کے لئے یہ مناسب نہ تھا کہ بغیر اچھی طرح خونریزی کرنے کے لوگوں کو قیدی بنائے۔ تم دنیا کی دولت چاہتے ہو (کہ اگر قیدی ہاتھ آئینگے تو ان کا زرِ فدیہ ملیگا) اور خدا آخرت چاہتا ہے خدا دانا اور توانا ہے اگر خدا کی تقدیر پہلے نہ ہوچکی ہوتی تو تم نے جو قیدیوں سے لے لیا ہے اس پر تم کو دردناک عذاب پہنچتا" (انفال آیت ۶۸)۔

بہرحال اسیرانِ جنگ سے چار چار ہزار درہم (تقریباً بیس ہزار روپیہ) لیا گیا۔ جو لوگ حضرت عباسؓ کی طرح امیر تھے ان سے زیادہ رقم وصول کی گئی اور جو غریب تھے ان کو مفت چھوڑ دیا گیا۔ ان میں سے جو لکھے پڑھے تھے ان کو حکم ہوا کہ جب وہ مسلمانوں کے دس دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دینگے تو وہ رہا کر دئے جائینگے۔ چنانچہ حضرت زیدؓ بن ثابت نے اسی طرح لکھنا پڑھنا سیکھا تھا۔ آنحضرت کے داماد ابوالعاص نے (جس نے ہجرت کے وقت حضرت کی صاحبزادی بی بی زینب کو جو اس کی زوجہ تھیں زید بن حارثہ کے ساتھ مدینہ بھیجنے سے انکار کیا تھا) اپنی بیوی کو کہلا بھیجا کہ فدیہ کی رقم بھیجدو۔ بی بی زینب نے ایک قیمتی ہار (جو اُن کی والدہ بی بی خدیجہؓ نے جہیز کے موقعہ پر اُن کو دیا تھا) فدیہ کے لئے بھیجا۔ جب آنحضرت نے اس ہار کو دیکھا تو پچیس برس کے واقعہ کا سماں ان کی آنکھوں کے سامنے بندھ گیا اور آپ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکل آئے اور صحابہ سے کہا اگر تمہاری مرضی ہو تو بیٹی کو ماں کی یادگار واپس کردو۔ پس ابوالعاص معہ اس ہار کے رخصت

کردیا گیا لیکن اس سے یہ عہد لیا گیا کہ وہ بی بی زینب کو مدینہ بھیج دیگا۔ زید بن حارثہ بی بی زینب کو لینے کے لئے گئے۔ جب بی بی زینب مکہ سے مدینہ جانے کو نکلیں تو ہبار بن اسود اور ایک اور شخص مزاحم ہوئے۔ ہبار نے اپنے نیزہ سے بی بی زینب کو ڈرایا جس کے خوف سے ان کا حمل ساقط ہوگیا[۱۰]۔ بالآخر بی بی زینب مدینہ آنحضرت کے پاس پہنچ گئیں۔ جب آپ نے حالات پر آگاہی پائی تو حکم دیا کہ اگر تم ان دو شخصوں میں سے کسی کو پکڑو تو ان کو آگ میں جلا دینا۔ جب اگلی صبح ہوئی تو آپ نے کہلوا بھیجا کہ میں نے جو تم کو حکم دیا تھا کہ آگ میں جلا دینا ایسا ہرگز نہ کرنا کیونکہ آگ سے تو صرف اللہ ہی عذاب کرتا ہے۔ اگر تم ان کو گرفتار کرو تو ان کو قتل کر ڈالنا[۱۱]۔

مال غنیمت جو مال غنیمت بدر کی لڑائی میں ہاتھ آیا اس کے متعلق مسلمانوں میں اختلاف برپا ہوگیا۔ جن لوگوں نے مال غنیمت کو جمع کیا تھا وہ کہتے تھے کہ یہ ہمارا مال ہے کیونکہ ہم نے جمع کیا ہے۔ جو لوگ کفار سے بڑے تھے وہ کہتے تھے کہ یہ مال ہمارا ہے کیونکہ اگر ہم کفار کو جنگ میں مشغول نہ رکھتے تو تم کو لوٹنے کا موقعہ نہ ملتا۔ اس اختلاف کو مٹانے کے لئے خدا نے مال غنیمت کی تقسیم کے متعلق یہ آیت نازل کی "تم کو معلوم ہو کہ مال غنیمت میں جو چیز تمہارے ہاتھ آئے اس کا پانچواں حصہ خدا کے لئے اور اس کے رسول کے لئے اور اہل قرابت کے لئے اور یتیموں کے لئے اور مسکینوں کے لئے اور مسافروں کے لئے ہے۔ اگر تم اللہ پر اور اس چیز پر ایمان لائے ہو۔ جو ہم نے اپنے بندے (محمد) پر نازل کی اس دن جب حق اور باطل میں جدائی ہوئی اور حق غالب ہوا جب دونوں فوجیں آمنے سامنے آگئیں اور خدا ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے" (انفال آیت ۴۲)۔ اس حکم کے مطابق آنحضرت نے چار حصوں کو بحصہ مساوی مسلمانوں میں تقسیم کردیا۔

بدر کی اہمیت جنگ بدر تاریخ اسلام میں ایک نہایت اہم واقعہ ہے

اس لئے ہم نے کسی قدر تفصیل کے ساتھ اس کو لکھا ہے۔ قرآن کی سورہ انفال میں اس جنگ کی تفصیل موجود ہے۔ قرآن میں بدر کے دن کو "یوم الفرقان" کہا ہے (انفال آیت ۴۲)۔ اللہ تعالیٰ نے اُن تمام مجاہدین کے گناہ معاف کر دئے جو اس جنگ میں شریک تھے۔ کسی صحابی کے نام کے ساتھ "بدری" کہنا طرۂ امتیاز تھا۔ یہ فیصلہ کُن معرکہ اسلام کی ترقی کا پہلا زینہ تھا۔ آنحضرت کے سخت ترین دشمن ہلاک ہو گئے اور آنحضرت کی طاقت اور اسلام کی رونق بڑھ گئی۔ جو لوگ اب تک حالتِ کُفر یا تذبذب میں تھے اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے۔ مثلاً مدینہ میں عبداللہ بن اُبئے بن سلول (جس کو جنگِ بدر سے پہلے قریش نے خط لکھا تھا کہ محمد کو نکال دو) اب بظاہر دائرۂ اسلام میں آگیا گو تمام عمر منافق رہا۔ قبائل عرب اس جنگ کی وجہ سے سہم گئے لیکن اہل یہود کی آتشِ بغض و عداوت بھڑک اٹھی۔ انہوں نے اپنے معاہدہ کو توڑ دیا اور آنحضرت نے یہودی قبیلہ بنی قینقاع سے اسی سال لڑائی کی جس کا مفصل ذکر بعد میں آئیگا۔ اس لڑائی سے آنحضرت اہل یہود پر غالب آئے اور آپ کی طاقت عرب میں روز بروز بڑھتی گئی۔

اہل مکہ پر شکست کا اثر بدر کی شکست اور مقتولین کی خبر سُن کر مکہ ماتم کدہ بن گیا۔ گھر گھر میں ماتم تھا لیکن کسی شخص کو علانیہ نوحہ اور زاری کرنے کی اجازت نہ تھی تاکہ ان کے رونے اور ماتم کی خبر سن کر اہلِ مدینہ خوشی نہ منائیں۔ لیکن ہر ایک کا دل بھرا پڑا تھا۔ جنگ بدر میں اسود کے تین بیٹے مارے گئے اور وہ اپنے بیٹوں پر ماتم کرنا چاہتا تھا۔ ایک رات کسی طرف سے رونے کی آواز اس کے کان میں پڑی۔ اپنے غلام کو بلا کر کہا دیکھو تو کون روتا ہے کیا قریش نے رونے کی اجازت دیدی ہے۔ میرے سینہ میں آگ لگی ہوئی ہے۔ غلام نے آکر خبر دی کہ ایک عورت اپنے اونٹ کیلئے جو کھو گیا ہے رو رہی ہے۔ اسود بے اختیار کہنے لگا "تو اونٹ کے گم ہونے پر

روتی ہے اور رات کو نہیں سوتی۔ تو اونٹ پر مت رو بلکہ بدر پر رو جہاں قسمت نے پلٹا کھایا۔ اگر تجھ کو رونا ہی ہے تو میرے بیٹے عقیل پر اور حارث پر رو جو شیروں کا شیر تھا"۔

غزوۂ سویق

اب مکہ میں ابوسفیان قریش کا رئیس اعظم تھا۔ اس نے مکہ پہنچ کر قسم کھائی کہ جب تک مقتولین بدر کا انتقام نہ لونگا نہ سر میں تیل ڈالونگا اور نہ غسل جنابت کرونگا۔ پس اپنی قسم پوری کرنے کی خاطر دوسو شتر سواروں کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ اور مدینہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر مقام کیا۔ رات کو ابوسفیان مدینہ کے اندر جاکر یہود کے قبیلہ بنو نضیر کے سردار کے پاس گیا اور سب حالات معلوم کرکے واپس اپنی فوج کے پاس چلا گیا۔ صبح کے وقت عریض پر حملہ آور ہوا جو مدینہ سے تین ۳ میل کے فاصلہ پر ہے۔ وہاں اس نے ایک مسلمان کو قتل کیا اور کھیتوں اور کھجوروں کے درختوں کو آگ لگا کر بھاگ گیا۔ ان باتوں سے اس نے اپنی قسم کو پورا کیا۔ جب آنحضرت کو خبر ہوئی تو آپ نے ابوسفیان کا تعاقب کیا لیکن وہ نکل گیا۔ گھبراہٹ میں وہ ستو کے بورے پھینک گیا جو مسلمانوں نے اپنے قبضہ میں کر لئے۔ اسی سبب سے اس غزوہ کا نام غزوۂ سویق پڑا کیونکہ عربی میں ستو کو سویق کہتے ہیں۔

بی بی فاطمہ کی شادی

آنحضرت کی صاحبزادی بی بی فاطمہ آپ کی سب سے چھوٹی بیٹی تھیں اور اب اٹھارہ سال کی تھیں۔ حضرت علی کے ساتھ ذی الحجہ ۲ھ میں اُن کی شادی ہو گئی۔ اُن کا مہر ایک زرہ تھی جو جنگ بدر میں ہاتھ آئی تھی اور جس کی قیمت تقریباً ایک روپیہ تھی۔ اس زرہ کے سوا آپ کے گھر میں صرف ایک بھیڑ کی کھال اور ایک پرانی یمن کی چادر تھی۔ شادی کے وقت آنحضرت نے ایک بان کی چارپائی اور ایک چمڑے کا گدا جس میں روئی کی بجائے کھجور کے پتے بھرے تھے اور ایک چھاگل

ایک مشک۔ دو چکیاں اور دو مٹی کے گھڑے جہیز میں عطا کئے۔

نماز عید الفطر عید الفطر کی نماز پہلی دفعہ اسی سال ادا ہوئی۔ اور عید الفطر کے صدقہ کا حکم اسی سال ملا۔

غزوۂ بنی سلیم آنحضرت ابھی جنگ بدر سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ ماہ شوال میں مخبروں نے اطلاع دی کہ بنی سلیم اور غطفان کے قبیلے شورش اور فساد برپا کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ یہ سن کر آنحضرت مدینہ سے روانہ ہوئے اور بنی سلیم کے کنوئیں پر پہنچے جس کا نام قرقرہ الکدر ہے۔ وہاں کوئی کافر آنحضرت کے مقابل نہ آیا اور آپ بغیر جنگ کئے واپس مدینہ آگئے۔

آیات جہاد اسی سال جہاد کے متعلق آیات قرآن میں آئیں:۔ "ان مسلمانوں کو جن سے (اہل مکہ) لڑتے ہیں۔ جہاد کی اجازت دی گئی ہے اس لئے کہ ان پر ظلم ہوا ہے اور اللہ ان کی مدد پر قادر ہے۔ یہ وہ ہیں جو صرف اتنا کہنے پر کہ ہمارا رب اللہ ہے ناحق اپنے گھروں سے نکالے گئے" (حج آیت ۴۰) "قتال تم پر فرض ہوا ہے اور وہ تم کو برا معلوم ہوتا ہے اور شاید تم کسی چیز کو برا سمجھو اور وہ تمہارے لئے بہتر ہو" (بقر آیت ۲۱۲)۔ "خدا کی راہ میں ان سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی نہ کرو۔ جہاں کہیں پاؤ ان کو قتل کرو اور وہاں سے ان کو نکالو جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا ہے فتنہ قتل سے زیادہ سخت ہے۔ ان سے یہاں تک لڑو کہ فساد باقی نہ رہے اور دین خدا کا ہو جائے۔ پھر اگر وہ باز آجائیں تو بجز ظالموں کے کسی پر زیادتی نہیں چاہئے" (سورہ بقر آیت ۱۸۶-۱۸۹)۔ "جب تم کافروں سے بھڑو تو ان کی گردنیں مارو یہاں تک کہ جب تم ان میں خوب خونریزی کر چکو تو ان کی مشکیں باندھ لو اس کے بعد یا تو احسان کر کے چھوڑ دو یا فدیہ لے کر یہاں تک کہ لڑائی اپنے ہتھیار رکھ دے۔ جو لوگ اللہ کی راہ میں

مارے گئے ان کے اعمال وہ ہرگز نہ کھوئیگا۔ انہیں ہدایت کریگا اور ان کا حال درست کریگا اور انہیں بہشت میں داخل کریگا جس کا بیان اس نے ان کے لئے کر دیا ہے" (سورہ محمد آیت ۴-۷)۔ "جنگ کفار کے ملئے جس قدر تم سے ہوسکے قوت اور گھوڑے باندھنے کی تیاری کرو تاکہ ایسا کرنے سے تم اپنے اور خدا کے دشمنوں کو ڈراؤ اور ان کے سوا اور لوگوں کو بھی ڈراؤ جن کو تم نہیں جانتے۔ ان کو اللہ ہی جانتا ہے۔ اور جو کچھ تم اللہ کی راہ میں خرچ کروگے تم کو پورا ملیگا اور تم پر ظلم نہ ہوگا اور اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو تو بھی اس کی طرف جھک۔ اور خدا پر بھروسہ رکھ وہ سنتا جانتا ہے" (سورہ انفال آیت ۶۲-۶۳)۔

سنہ ۳ ھ

جنگِ اُحد قریشِ مکہ کے سینوں میں جنگِ بدر کے واقعہ کی وجہ سے عداوت اور انتقام کا جذبہ شعلہ زن تھا۔ اس آگ کو غزوۂ سویق کسی طرح فرو نہ کرسکتا تھا۔ پس سردارانِ قریش نے جن کے اقربا جنگِ بدر میں قتل ہوئے تھے باہم صلاح و مشورہ کرکے یہ فیصلہ کیا کہ قافلہ کا سامانِ تجارت تمام کا تمام آنحضرت کے ساتھ جنگ کرنے میں صرف کیا جائے اور ایک جنگ زبردست پیمانہ پر کی جائے جس سے اسلام کا استیصال ہوجائے۔ قرآن میں اس فیصلہ کی طرف اشارہ ہے کہ "بے شک کفار اپنا مال اس واسطے خرچ کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو اسلام سے روکیں پس قریب ہے کہ وہ اپنا تمام مال خرچ کردینگے اور پھر پچھتائینگے پھر عاجز اور مغلوب ہوں گے اور کفار جہنم کی طرف ہانکے جائینگے" (انفال آیت ۳۶)۔

اہلِ عرب کو اشتعال دلانے کا سب سے بڑا ذریعہ شعر گوئی تھا۔ قریش میں دو شاعر مشہور تھے۔ ایک عمرو جمحی اور دوسرا مسافع۔ مقدم الذکر بدر کے اسیروں میں تھا لیکن آنحضرت نے اس کو رہا کرکے یہ وعدہ لیا تھا۔

کہ وہ کبھی مخالفین اسلام کا ساتھ نہ دے گا لیکن قریش کی درخواست پر وہ اپنا وعدہ بھول گیا اور اس نے اور مسافع نے قبائل قریش کو جوشیلے اشعار سنا سنا کر جنگ پر برانگیختہ کر دیا۔ جنگ بدر میں حمزہؓ نے ابو سفیان کی بیوی ہندہ کے باپ عتبہ کو اور جبیر بن مطعم کے چچا طعیمہ کو قتل کیا تھا۔ پس جبیر نے اپنے حبشی غلام وحشی کو لشکر کے ساتھ کر دیا اور وعدہ کیا کہ اگر تو حمزہ کو قتل کر دیگا تو میں تجھے آزاد کر دونگا۔

اہل عرب کو جنگ کے وقت اشتعال دلانے اور ان کو جنگ پر ثابت قدم رکھنے کا ایک بڑا ذریعہ ان کی عورتیں ہوتی تھیں۔ جس جنگ میں عورتیں ساتھ ہوتی تھیں عرب کٹ مرتے تھے تاکہ شکست کھا کر عورتوں کے طعنے نہ سنیں۔ اس وقت مکہ میں بہت عورتیں تھیں جن کے عزیز جنگ بدر میں قتل ہو گئے تھے اور وہ مسلمانوں کے خون کی پیاسی تھیں۔ وہ بھی فوج کے ہمراہ ہو گئیں۔

حضرتؐ کے چچا عباسؓ نے جو اس وقت مسلمان ہو کر مکہ میں مقیم تھا آنحضرتؐ کے پاس قاصد بھیج کر تمام حالات کی اطلاع دیدی۔ اس خبر کے پہنچتے ہی آپؐ نے دو مخبر بھیجے جنہوں نے آ کر اطلاع دی کہ لشکر قریش مدینہ کے پاس آ گیا ہے۔ آپؐ نے صحابہؓ کو بلا کر مشورہ کیا اور خود یہ صلاح دی کہ مدینہ ہی میں رہ کر جنگ کی جائے۔ عبداللہ بن اُبیّ سلول نے بھی یہی رائے دی لیکن جو لوگ جنگ بدر میں شریک نہ ہوئے تھے اور جہاد کے شوقین تھے وہ اس بات پر مُصر ہوئے کہ مدینہ سے باہر نکل کر قریش کا مقابلہ کیا جائے یہاں تک کہ آنحضرتؐ نے گھر جا کر زرہ پہنی۔

قریش ۴ ماہ شوال بدھ کے روز مدینہ کے قریب پہنچے اور انہوں نے کوہ احد پر ڈیرے ڈال دئیے۔ آنحضرتؐ جمعہ کے دن نماز جمعہ پڑھ کر ایک ہزار صحابہ کے ساتھ مدینہ سے نکلے۔ لیکن جنگ سے پہلے جب مسلمان

صبح کی نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو عبداللہ بن اُبی تین سو آدمیوں کے ہمراہ واپس مدینہ چلا گیا۔ لوگوں نے بہتیرا سمجھایا لیکن اس نے کہا جب میری صلاح پر عمل نہیں کیا جاتا تو میرا یہاں ساتھ رہنا بے فائدہ ہے۔

اہل یہود انصار کے حلیف تھے۔ اہل یہود کے عالم مخیریق نے ان سے کہا کہ اب مقام اُحد پر جنگ ہونے والی ہے۔ معاہدہ کے رُو سے محمد کی مدد کرنی تم پر فرض ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ آج سبت کا روز (ہفتہ کا دن) ہے۔ ہم نہیں جائینگے۔ آنحضرت نے یہ سنکر کہا "مجھ کو بھی اُن کی کچھ ضرورت نہیں"۔ اب آنحضرت کے پاس صرف سات سو آدمی تھے جن میں سے صرف ایک سو زرہ پوش تھے اور سوائے دو شخصوں کے کسی کے پاس گھوڑا نہ تھا۔ اُدھر ابوسفیان کے پاس تین ہزار آدمی تھے جن میں سات سو زرہ پوش تھے اور دو سو سوار تھے۔

آنحضرت نے اُحد کو پُشت پر رکھ کر جنگ کی صفوں کو تیار کیا۔ چونکہ یہ اندیشہ تھا کہ دشمن پشت کی جانب سے حملہ آور ہونگے اسلئے آپ نے پچاس تیر اندازوں کو عبداللہ بن جبیر کی سرکردگی میں وہاں کھڑا کیا اور حکم دیا کہ "تم یہیں کھڑے رہنا ایسا نہ ہو کہ کفار ہماری پشت کی طرف سے آجائیں۔ اگر فتح بھی ہو جائے تو بھی تم اس مقام سے نہ ٹلنا۔" آپ نے مصعب بن عمیر کو علمبردار مقرر کیا۔

اُدھر قریش کو بدر کے تلخ تجربہ نے سکھا دیا تھا کہ فتح فوج کی زیادتی اور سروسامانی پر منحصر نہیں پس اس دفعہ انہوں نے نہایت احتیاط سے صف آرائی کی۔ لشکر کی دائیں طرف خالد بن ولید کی زیرکمان تھی اور بائیں طرف عکرمہ بن ابوجہل کی زیرکمان تھی۔

جنگ سے پہلے قریش کی عورتیں ابوسفیان کی بیوی ہندہ کی سرکردگی میں نکلیں اور دف بجا بجا کر انہوں نے اشعار پڑھے اور مقتولین بدر پر ماتم کیا اور

فوج کو انتقام پر اُبھارا۔ اور کہا "افسوس تم پر اے بنی عبد الدار۔ اے بہادرو تم پر افسوس۔ تم ایک ظالم کے ہاتھ سے مارے گئے۔ ہم آسمان کے ستاروں کی بیٹیاں ہیں۔ اگر تم میدانِ جنگ میں جان توڑ کر لڑو گے تو ہم تم کو گلے لگائینگی لیکن اگر تم نے اپنے قدم پیچھے ہٹائے تو تمہارے ساتھ ہمارا کوئی تعلق نہ ہوگا۔ ہاں اے بنی عبد الدار۔ اپنے دشمنوں کو مار مار کر ہلاک کر دو۔"[۵۵]

جنگ کے آغاز میں آنحضرت نے اپنی تلوار ہاتھ میں لے کر صحابہ سے مخاطب ہو کر کہا "اس تلوار کا حق کون ادا کریگا"۔ بہت جاں نثاروں نے ہاتھ بڑھائے لیکن آپ نے ابو دجانہ کو عنایت کی جو شجاع اور فنونِ حرب میں کامل تھا۔ لڑائی بڑے گھمسان کی ہوئی اور حمزہ۔ علی اور ابو دجانہ جدھر جاتے صفوں کی صفیں چیر کر صاف کر دیتے۔ حمزہ دو دستی تلوار چلاتے تھے۔ جبیر بن مطعم کا حبشی غلام وحشی آپ کی تاک میں تھا۔ جب وہ لڑتے لڑتے اس کے پاس آئے تو اس نے اپنا حربہ ان کی طرف پھینکا جو ان کی ناف میں لگ کر پار ہو گیا اور حمزہ کی آنکھیں ہمیشہ کے لئے بند ہو گئیں۔ قریش کے علمبردار یکے بعد دیگرے قتل ہوتے گئے اور مسلمانوں کے حملوں نے قریش کے چھکے چھڑا دئے حتیٰ کہ قریش کی عورتیں جو اُن کو برابر اشتعال دلاتی تھیں بے تحاشا بھاگیں اور کفارِ مکہ کو شکست ہوئی۔

جب مسلمانوں نے دیکھا کہ قریش کے پاؤں اکھڑ گئے ہیں اور میدان اُن کے ہاتھ میں رہا ہے تو انہوں نے لُوٹ شروع کر دی۔ جب تیر اندازوں نے جن کو آنحضرت نے پشت پر متعین کیا تھا دیکھا کہ ان کے ساتھی لُوٹنے میں مشغول ہیں تو انہوں نے آنحضرت کے صریح حکم کی خلاف ورزی کی اور وہاں سے مالِ غنیمت کے طمع کے مارے چل پڑے۔ ان کے سردار عبد اللہ بن جبیر نے ان کو روکنے کی کوشش کی لیکن انہوں نے ایک نہ سُنی[۵۶]۔ جب خالد بن ولید نے دیکھا کہ تیر اندازوں نے جگہ چھوڑ دی ہے تو قریش کو لے کر اُسی درہ سے

جو مسلمان تیر اندازوں نے خالی کر دیا تھا مسلمانوں پر ٹوٹ پڑا۔ مشرکین کے اس حملہ نے مسلمانوں کے (جو مالِ غنیمت جمع کرنے میں مشغول تھے) حواس باختہ کر دئیے اور اب دونوں فوجیں باہم مل گئیں اور دوست دشمن کی پہچان مشکل ہو گئی۔ بدحواسی کے عالم میں مسلمان مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہو گئے۔ دوران جنگ میں مصعب بن عمیر جو مسلمانوں کے علمبردار تھے قتل ہو گئے چونکہ وہ قدوقامت میں آنحضرت کے مشابہ تھے لوگوں میں شور مچ گیا کہ محمد مقتول ہو گئے اور مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور اکثروں کی ہمت نے جواب دیدیا۔ حضرت عمر نے عالم نا امیدی میں ہتھیار پھینک دئیے اور ابن نضر سے کہنے لگے "جب رسول اللہ نے شہادت پائی تو اب لڑنے کا کیا فائدہ"۔ ابن نضر نے کہا "پھر تم رسول خدا کے بعد زندہ رہ کر کیا کرو گے؟" یہ کہہ کر فوج میں گھس گئے اور اس قدر لڑے کہ آخر مارے گئے۔ حضرت علی آنحضرت کی تلاش میں دشمنوں کی صف چیرتے جاتے تھے۔ سب سے پہلے کعب بن مالک نے حضرت کو پہچان کر کہا "رسول اللہ زندہ ہیں اور یہاں ہیں"۔ اس وقت آپ کے ہمراہ کل بارہ آدمی رہ گئے تھے۔ آواز سن کر چاروں طرف سے دوست دشمن آپ کی جانب لپک پڑے۔ ہر طرف سے آپ پر وار پڑ رہے تھے۔ عتبہ بن ابی وقاص نے آپ کے چہرہ پر ایک پتھر مارا جس سے آپ کے اگلے چاروں دانت نکل آئے۔ ہونٹ زخمی ہوئے اور سر میں چوٹ آئی اور تمام چہرہ خون آلودہ ہو گیا۔ اس وقت آپ نے کہا "اس قوم کی حالت کس طرح بہتر ہو سکتی ہے جو اپنے نبی کو زخمی کرتی ہے حالانکہ اُن کا نبی ان کو ان کے رب کی طرف بلاتا ہے"۔ اللہ تعالیٰ نے یہ الفاظ ناپسند فرمائے اور یہ آیت اتری "اے محمد اس معاملہ میں تیرا کچھ اختیار نہیں یا خدا اُن پر مہربان ہو یا انہیں عذاب کرے" (آل عمران آیت ۱۲۳) عتبہ کے بھائی سعد بن ابی وقاص آپ کے پاس کھڑے تھے اور دشمنوں کی زد سے آپ کو بچاتے تھے۔ آپ اُن کو تیر دیتے جاتے اور کہتے تھے "تم پر میرے

ماں باپ قربان ہوں تیر مارتے جاؤ"[۹۹] آنحضرت نے دو زرہ پہنی ہوئی تھیں۔ جاں نثار آنحضرت کو چاروں طرف سے گھیرے تھے اور دشمنوں کو قتل کر کے ہٹاتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ آنحضرت چند صحابہ کے ساتھ پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ گئے۔ قریش نے کوشش کی کہ گھاٹی پر حملہ کریں لیکن ناکام رہے اور حضرت عمر بن خطاب نے ان کو بھگا دیا۔ اس پر ابو سفیان سامنے کی پہاڑی پر چڑھا اور کہا "یہاں محمد ہے" پھر ابو بکر اور عمر کا نام لے کر پکارا لیکن آنحضرت نے حکم دیا کہ جواب مت دو۔ تب ابو سفیان بولا "سب مر گئے ہیں"۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا "اے اللہ کے دشمن ہم جو تجھ کو ذلیل کرنے والے ہیں سب زندہ ہیں۔" اس پر ابو سفیان نے پکار کر کہا "اے ہبل دیوتا تو سب سے اعلیٰ ہے"۔ اس کے جواب میں صحابہ نے آنحضرت کے حکم کے مطابق جواب دیا "صرف اللہ اعلیٰ اور بزرگ ہے"۔ ابو سفیان نے کہا "ہمارے پاس عزیٰ ہے لیکن تمہارے پاس عزیٰ نہیں ہے"۔ صحابہ نے جواب دیا "اللہ ہمارا آقا ہے لیکن تمہارا کوئی مالک نہیں ہے"۔ پھر ابو سفیان نے کہا "آج کا دن جنگ بدر کا بدلہ ہے"۔ صحابہ نے جواب دیا "ہرگز نہیں۔ ہمارے مردے بہشت میں ہیں تمہارے مقتول دوزخ میں ہیں"۔ ابو سفیان نے کہا "اب ہماری تمہاری لڑائی آئندہ سال مقام بدر پر پھر ہوگی"۔ آنحضرت کے حکم سے صحابہ میں سے ایک نے کہا "بہت اچھا یہ ہمارے اور تمہارے درمیان پختہ وعدہ ہوا"[۱۰۰]۔

اس جنگ میں بی بی عائشہ اور ام سلیم پانی کی مشکیں اپنی پیٹھ پر لادے ہوئے لاتی تھیں اور پیاسوں کو پانی پلاتی تھیں۔ جب پانی ختم ہو جاتا تو پھر لوٹ جاتیں اور مشکیں بھر کر پیاسوں کے منہ میں ڈالتی تھیں[۱۰۱]۔ عورتیں زخمیوں کا علاج کرتی تھیں اور مقتولوں کو اٹھا لاتی تھیں۔ جب آنحضرت کا آگے کا دانت ٹوٹ گیا تو حضرت فاطمہ آپ کے چہرہ کو دھوتی تھیں اور علی ڈھال میں پانی بھر بھر کر لاتے تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ خون بند نہیں ہوتا تو انہوں نے ایک چٹائی لی

اور جلا کر اس کو زخم پر لگایا۔ تب خون کا بہنا بند ہوا۔[۱۲]

قریش مکہ کی عورتوں نے مسلمان مقتولین کے ناک اور کان کاٹ کر اُن کے ہار بنا کر اپنے گلوں میں ڈالے اور اس طرح اپنا وحشیانہ جذبۂ انتقام پورا کیا۔ ابو سفیان کی بیوی ہندہ نے حضرت حمزہ کے ناک اور کان کا ہار پہنا اور اپنے زیورات اتار کر حمزہ کے قاتل وحشی کو بطور انعام دیدئے۔ پھر اس نے حمزہ کا پیٹ چاک کر کے کلیجہ نکالا اور کچا چبا گئی۔ مگر جب اس کو نگل نہ سکی تو اگل دیا۔

ابو سفیان نے جاتے ہوئے آنحضرت کو کہلا بھیجا کہ "قریش نے مسلمان مُردوں کے ناک اور کان کاٹ لئے ہیں لیکن میں نے ان کو اس بات کا حکم نہیں دیا تھا۔ پھر جب مجھکو معلوم ہوا کہ انہوں نے ایسا کیا ہے تو مجھے کچھ رنج بھی نہیں ہوا۔"

جب آنحضرت نے حمزہ کی لاش کا حال دیکھا تو کہا "اگر خدا نے کسی جنگ میں قریش پر مجھ کو غالب کیا تو میں حمزہ کے عوض ان کے تیس آدمیوں کا یہی حال کرونگا"۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی "اگر تم بدلہ لو تو اتنی قدر لو جس قدر تمہارے ساتھ ظلم کیا گیا ہے اور اگر تم صبر کرو تو صبر کرنے والوں کے واسطے بہتر ہے اور (اے محمد) تو صبر کر اور تیرا صبر صرف خدا کے ساتھ ہے تو اُن پر رنجیدہ نہ ہو اور نہ ان کے مکر سے تنگدل ہو" (نحل آیت ۱۲۷)۔ اس پر آنحضرت نے معاف کر دیا اور صحابہ کو حکم دیا کہ کوئی شخص کبھی کسی لاش کے ناک، کان نہ کاٹے۔

جب آنحضرت مدینہ آئے تو گھر گھر ماتم ہو رہا تھا۔ نوحہ اور زاری کی آواز سن کر آپ حمزہ کو یاد کر کے بے اختیار رونے لگے اور کہا "حمزہ پر کوئی رونے والی نہیں ہے"۔ یہ سن کر انصار نے اپنی عورتوں کو حمزہ پر رونے کے واسطے بھیجا۔ جب آنحضرت نے ان کے ماتم کی آواز سنی تو کہا "انصار پر

اللہ رحم کرے۔ یہ میرے بڑے ہمدرد ہیں"۔ اور ان عورتوں کو رخصت کر دیا۔

قریش کے بائیس آدمی اور مسلمانوں کی طرف سے ستر آدمی مقتول ہوئے۔ جن میں زیادہ تعداد انصار کی تھی۔ مقتولین مدینہ میں لائے گئے اور دو دو آدمیوں کو ایک ساتھ قبر میں رکھ کر ان کو دفن کر دیا۔[۱۳]

جنگِ احد کے متعلق سورۂ آل عمران میں ساٹھ آیتیں ہیں۔ ان میں سے بعض اُن اعتراضوں کے جواب میں ہیں جو منافقوں نے شکست کی وجہ سے کئے تھے۔ جب مسلمانوں کو جنگ بدر میں فتح حاصل ہوئی تھی تو انہوں نے اس کو الٰہی نشان قرار دیا تھا۔ اب جو جنگِ احد میں لشکرِ اسلام کو شکست ہوئی تو منافقوں کی بن آئی اس پر قرآن میں آیا کہ شکست غضبِ الٰہی کا نتیجہ نہ تھی بلکہ آنحضرت کی نافرمانی کا نتیجہ تھی اور مومنین کی وفاداری کو آزمانے کے لئے ہوئی منافق مسلمانوں کو کہتے تھے کہ اپنے آبائی دین کی طرف رجوع کرو۔ اگر محمد رسول ہوتا تو یہ حالت نہ ہوتی۔ اس پر قرآن میں آیا" مومنو۔ اگر تم کافروں کی بات مانو گے تو وہ تم کو (کفر کی جانب) لوٹا کرلے جائینگے اور تم گھاٹے میں پڑ وگے۔" (آیت ۱۴۲)۔" مومنو تم ان کافروں کی مانند مت ہو جو اپنے بھائیوں کے حق میں جب وہ سفر میں ہوں یا جہاد میں ہوں کہتے ہیں کہ اگر ہمارے ساتھ رہتے تو نہ مرتے اور نہ قتل ہوتے حالانکہ اللہ ہی جلاتا یا مارتا ہے اور اگر خدا کی راہ میں مارے جاؤ یا مر جاؤ تو خدا کی مغفرت اس سے بہتر ہے جو تم دنیا میں جمع کرتے ہو۔ اور اگر تم مر گئے یا قتل ہوئے تو اللہ ہی کی طرف جمع کئے جاؤ گے (آیت ۱۵۰-۱۵۱)۔" کوئی شخص بغیر خدا کے حکم کے مر نہیں سکتا۔ ہر ایک کی موت کا وقت مقرر لکھا ہوا ہے" (آیت ۱۳۹)۔" اگر تم نے زخم کھایا تو وہ قوم (کفارِ مکہ) بھی ایسا ہی زخم (جنگِ بدر میں) کھا چکی ہے اور یہ اتفاقات ہیں جو ہمارے حکم سے بدلتے رہتے ہیں۔ تاکہ خدا کو ایماندار لوگ معلوم ہو جائیں اور اس نے تم میں سے بعض کو شہادت کے درجے دینے تھے ورنہ خدا کافروں کا روادار نہیں" (آیت ۱۴۰)

یہود نے جنگ کے دوران میں آنحضرت کی موت کی افواہ پر طعنہ زنی شروع کی تو قرآن میں آیا "محمد تو صرف ایک رسول ہے۔ اس سے پہلے بہت سے رسول گذر گئے پھر کیا اگر وہ مرجائے یا مارا جائے تو تم الٹے پاؤں کفر کی جانب لوٹ جاؤ گے جو کوئی اپنے الٹے پاؤں پھریگا وہ خدا کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا" (آیت ۱۳۸)۔ "بہت نبی ہیں جن کے ساتھ بہت خدا پرستوں نے مل کر جہاد کیا۔ وہ اس مصیبت سے جو ان کو راہ خدا میں پہنچی نہ تو سست ہوئے اور نہ تھکے اور نہ دبے۔ ان کا قول صرف یہی تھا کہ اے ہمارے رب ہمارے گناہ اور ہمارے کاموں کی زیادتی ہم کو معاف فرما اور ہم کو ثابت قدم رکھ اور ہمیں کافر قوم پر مدد دے" (آیت ۱۴۱)۔

جنگِ اُحد بروز ہفتہ ۷ شوال مطابق ۲۴ مارچ ۶۲۵ء ہوئی۔ آنحضرت نے یہ خیال کیا کہ ابوسفیان واپس لوٹ کر مسلمانوں کو شکست خوردہ سمجھ کر حملہ نہ کر دے۔ پس آپ نے اتوار کے روز حکم دیا کہ لوگ دشمن کا تعاقب کرنے کے لئے جمع ہو جائیں۔ آنحضرت صحابہ کے ساتھ آٹھ میل حمراء اسد تک گئے اس جگہ کے رئیس معبد نے مسلمانوں کی شکست کی خبر سن کر آنحضرت کے پاس آکر ہمدردی کا اظہار کیا۔

ابوسفیان کا دوبارہ حملہ کا ارادہ

اُدھر ابوسفیان جب اُحد سے روانہ ہو کر مقام روحا پہنچا تو اس کے دل میں افسوس ہوا کہ مسلمانوں کا خاتمہ کیوں نہ کر دیا۔ پس وہ اس ارادہ سے واپس مدینہ آرہا تھا۔ راہ میں حمراء اسد کے رئیس معبد سے ملاقی ہوا۔ معبد نے کہا کہ محمد اس سروسامان سے تمہارے تعاق [illegible] رہا ہے کہ تم اس سے عہدہ برآ نہ ہو سکو گے"۔ ابوسفیان کے صلاحکاروں نے بھی مشورہ دیا کہ اب مکہ واپس جانا ہی بہتر ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ دوسرے جنگ کا نتیجہ ہمارے خلاف نکلے۔ پس ابوسفیان واپس مکہ کو چلا گیا اور آنحضرت بھی مدینہ واپس آگئے۔

بی بی حفصہ سے نکاح

اس سال آنحضرت نے بی بی حفصہ سے جو عمر بن خطاب کی بیٹی تھی نکاح کیا۔ حضرت حفصہ کا پہلا خاوند بدری صحابی تھا اور مدینہ میں فوت ہو گیا۔ جب وہ بیوہ ہو گئی تو حضرت عمر نے حضرت عثمان سے اور پھر حضرت ابوبکر سے کہا کہ میری بیٹی کے ساتھ نکاح کر لو۔ لیکن انہوں نے بات ٹال دی۔ جب آنحضرت کا نکاح حضرت حفصہ سے ہو گیا تو ابوبکر نے عمر سے کہا "تو مجھ سے ناراض ہوا ہو گا جب تو نے مجھے حفصہ کے نکاح کے بارے میں بات کی تھی اور میں نے کچھ جواب نہیں دیا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ حضرت نے حفصہ کا ذکر کیا تھا اور میں ایسا شخص نہیں ہوں کہ حضرت کا بھید ظاہر کرتا۔ اگر حضرت کا اس کے ساتھ نکاح کرنے کا خیال نہ ہوتا تو میں اس کو ضرور قبول کر لیتا[۱۴]"

اسی سال ۱۵ رمضان کے دن امام حسن کی ولادت ہوئی جو حضرت علی کے فرزند تھے۔

بی بی ام کلثوم کا نکاح

اسی سال آنحضرت کی صاحبزادی ام کلثوم کیساتھ حضرت عثمان کا بیاہ ہو گیا۔

مشرکہ کا نکاح حرام

اب تک مشرکہ کا نکاح مسلمان سے جایز تھا اس سال وہ بھی حرام ہو گیا۔

سنہ ۴ھ

جنگ بدر کی فتح نے قریش کے قبائل اور مدینہ کے گرد و نواح کے قبائل پر اسلام کی دھاک بٹھا دی تھی اور اس رعب کی وجہ سے وہ سہم گئے تھے لیکن جب جنگ احد میں مسلمانوں کو شکست ہوئی تو ان قبائل کی پھر ہمت بندھ گئی اور وہ اسلام کو مٹا دینے پر کمربستہ ہو گئے۔

سریہ ابن انیس

پس ماہ محرم سنہ ۴ھ میں آنحضرت نے عبداللہ بن انیس کو سفیان بن خالد سردار قبیلۂ لحیان کے خلاف بھیجا اور اس نے موقعہ پاکر سفیان کو

قتل کر دیا۔

واقعہ بیر معونہ

ماہ صفر میں ابو براء عامر بن مالک بن جعفر دوسری بار آنحضرت کے پاس آیا۔ آپ نے اس کو اسلام کی دعوت کی لیکن اس نے اسلام کو نہ قبول کیا اور نہ انکار کیا۔ اور بحالت نفاق درخواست کی کہ چند مسلمانوں کو میرے ہمراہ نجد روانہ کردیں تاکہ میری قوم کو اسلام کی دعوت دیں۔ آنحضرت نے کہا کہ نجد کے لوگ کٹر کافر ہیں اور مجھے اندیشہ ہے کہ وہاں کے لوگ غدر کر کے مسلمانوں کو قتل کر دینگے ابو براء نے کہا "میں ان کا ضامن ہوں اور ان کی حمایت اور حفاظت کروں گا"۔ اس پر آنحضرت نے منذر بن عمر انصاری کے ساتھ ستر انصار بھیج دئے۔ یہ ان لوگوں میں سے تھے جو مسجد کے چبوترے میں رہتے تھے اور شب و روز آنحضرت کی صحبت سے فیضیاب ہوتے تھے۔ یہ لوگ دن کو لکڑیاں توڑتے تھے اور رات بھر نماز پڑھتے تھے[15]۔ جب یہ لوگ مدینہ سے بیر معونہ پہنچے جو مدینہ سے چار منزل ہے تو صحابہ نے اپنے میں سے ایک شخص کو آنحضرت کا خط دیکر عامر بن طفیل سردار قبیلہ کے پاس بھیجا۔ عامر بن طفیل کٹر کافر تھا۔ اس نے کسی زمانہ میں آنحضرت سے کہا تھا کہ "تم تین باتوں میں سے کسی بات کو قبول کرلو۔ یا تو میں شہروں کا مالک بن جاؤں اور تم بادیہ کے مالک بن جاؤ یا تم اپنے بعد مجھکو اپنا جانشین بنا لو۔ ورنہ میں غطفان کو لے کر تم پر حملہ کرونگا"۔ جس وقت ایلچی عامر کے پاس پہنچا۔ اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ خط کو بھی نہ پڑھا اور نامہ بر کو قتل کر دیا۔ اور ارد گرد کے قبائل یعنی عصیّہ۔ رعل۔ اور ذکوان کو لے کر صحابہ پر حملہ آور ہوا۔ تمام صحابہ سوائے ایک کے قتل ہوگئے اور وہ ایک بھی سخت زخمی ہوگیا تھا اور مقتولوں میں سے کھسک کھسک کر نکلا اور بچ رہا۔ جب آنحضرت کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو آپ کو سخت صدمہ ہوا اور کامل ایک ماہ تک صبح کی نماز میں آپ نے ان ظالموں کے حق میں بد دعا کی[16]۔

یوم الرجیع کا بیان

ماہ صفر میں بنی عضل اور بنی قارہ کے چند اشخاص

آنحضرت کے پاس آئے اور کہنے لگے "یارسول اللہ۔ ہمارا قبیلہ اسلام کی طرف راغب ہے۔ آپ اپنے صحابہ میں سے چند اشخاص کو روانہ کریں تاکہ ہماری قوم کو اسلام کی تعلیم دیں۔" آنحضرت نے چھ اشخاص روانہ کر دئے۔ جب یہ لوگ مقام رجیع پر پہنچے تو ان لوگوں نے غداری کی اور قبیلہ ہذیل کو ان کے خلاف بھڑکا دیا۔ گو مسلمان چاروں طرف سے گھر گئے تھے تاہم دلیرانہ جنگ کے لئے تیار ہو گئے۔ چار اصحاب مقتول ہو گئے۔ دو گرفتار ہو کر مکہ لائے گئے۔ ان میں سے ایک خبیب کو حارث کے لڑکوں نے خرید لیا کیونکہ ان کا باپ جنگِ اُحد میں آپ کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ انہوں نے اس کو قتل کیا۔ دوسرے کا نام زید تھا۔ اس کو صفوان بن امیہ نے قتل کے ارادے سے خریدا۔ رؤسائے قریش تماشا کی خاطر مقتل آئے۔ ابوسفیان نے کہا "اے زید۔ کیا یہ اچھا نہ ہوتا کہ اس وقت ہم تمہاری جگہ محمد کی گردن مارتے اور تم چین سے اپنے گھر میں ہوتے۔" زید نے جواب دیا "میں اپنی جان دینی پسند کرتا ہوں لیکن یہ گوارا نہیں کر سکتا کہ محمد کے تلوے میں کانٹا بھی چبھ جائے۔" اس جواب کو سن کر ابوسفیان نے کہا "جیسا محمد کے اصحاب اس سے محبت کرتے ہیں میں نے کسی کو دوستی میں نہیں پایا۔"

جنگ بنی نضیر

ماہ ربیع الاول ۴ھ میں آنحضرت نے اہل یہود کے قبیلہ بنی نضیر کے ساتھ جنگ کی۔ اس جنگ کی تفصیل آئندہ کی جائیگی۔

غزوۂ ذات الرقاع

بنی نضیر کے غزوہ سے فارغ ہو کر ماہ جمادی الاول میں آنحضرت نجد کی طرف قبیلہ غطفان سے جنگ کرنے کے لئے چار سو کی تعداد میں نکلے۔ جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے دونوں ایک دوسرے سے خوف زدہ ہوئے اور جنگ نہ ہوئی۔ اس غزوہ کو ذات الرقاع کہتے ہیں۔

اس قبیلہ کا ایک شخص اپنی قوم سے یہ کہہ کر نکلا کہ میں محمد کو قتل کرنے جاتا ہوں۔ وہ آنحضرت کے پاس آیا۔ آپ کے پاس تلوار رکھی تھی جس کا قبضہ چاندی کا تھا۔ کہنے لگا "میں تمہاری تلوار دیکھنا چاہتا ہوں"۔ آنحضرت نے

تلوار اس کے ہاتھ میں دیدی۔ وہ تلوار کو میان سے نکال کر ہلانے لگا لیکن اس کو آنحضرت کے قتل کی جرأت نہ پڑی کہنے لگا "تم میرے ہاتھ میں ننگی تلوار دیکھ کر ڈرتے ہو"۔ آپ نے جواب دیا "میں تم سے کیوں ڈروں میرا حافظ اللہ ہے"۔ اس پر اُس نے تلوار واپس کردی۔ اور یہ آیت نازل ہوئی "اے ایمان والو۔ خدا کی نعمت کو یاد کرو جب ایک قوم نے تمہاری طرف اپنے ہاتھ دراز کرنے کا قصد کیا۔ پس خدا نے ہاتھ روک دئے۔ پس خدا پر بھروسہ رکھو" (سورہ مائدہ آیت ۱۴)

قبیلہ عرنیہ کا واقعہ اسی سال قبیلہ عرنیہ کے چند اشخاص مدینہ آکر مسلمان ہو گئے لیکن مدینہ کی آب و ہوا اُن کو موافق نہ آئی تب آنحضرت نے ان کو حکم دیا کہ وہ آپ کے اونٹوں اور چرواہے کے ساتھ جنگل میں رہیں اور اونٹ کا دودھ پئیں۔ وہاں وہ جا کر تندرست ہو گئے۔ تب انہوں نے چرواہے کے ہاتھ پاؤں کاٹ دئے اور اس کی زبان اور آنکھوں میں کانٹے چبھائے حتیٰ کہ وہ مرگیا۔ پھر وہ اونٹوں کو ہانک کر لے گئے اور وہاں سے بھاگ گئے۔ جب آنحضرت کو یہ خبر ملی تو آپ نے ان کے تعاقب میں چند اشخاص روانہ کئے جب وہ گرفتار ہو کر آئے تو ان کی آنکھوں میں لوہے کی گرم سلائیاں پھیری گئیں اور ان کے ہاتھ کاٹے گئے اور وہ دھوپ میں پھینک دئے گئے حتیٰ کہ وہ مرگئے۔ قرآن میں اس واقعہ کے متعلق لکھا ہے "وہ جو اللہ سے اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد کرنے کے لئے دوڑتے ہیں ان کی سزا یہی ہے کہ قتل کئے جائیں یا سولی پر چڑھائے جائیں یا جانب مقابل کے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹے جائیں یا ملک سے جلاوطن کئے جائیں یہ ان کی دنیاوی رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔ مگر جو تمہارا ہاتھ پڑنے سے پہلے توبہ کرلیں تو جانو کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے" (مائدہ آیت ۳۷)

بدر کا دوسرا غزوہ ماہ شعبان میں اپنے وعدہ کے مطابق آنحضرت

قریش مکہ سے جنگ کرنے کے لئے بدر میں آئے۔ اُدھر ابو سفیان بھی مکہ سے کوچ کرکے چلا۔ لیکن ابھی بدر نہیں پہنچا تھا کہ اس کی رائے بدل گئی اور وہ واپس مکہ چلا گیا۔ آنحضرت نے آٹھ روز تک بدر میں انتظار کیا اور جب معلوم ہوا کہ ابوسفیان واپس چلا گیا ہے تو آپ بھی مدینہ واپس آگئے۔ اس کی نسبت قرآن میں ہے "جن لوگوں نے زخم کھانے کے بعد اللہ اور رسول کا حکم مانا ایسے نیکوکار اور پرہیزگار لوگوں کے لئے بڑا ثواب ہے۔ یہ وہ ہیں جن کو لوگوں نے آکر خبر دی تھی کہ تمہارے ساتھ لڑنے کیلئے لوگوں نے لشکر جمع کیا ہے ذرا اُن سے ڈرتے رہنا لیکن ایسی بات سنے ان کا ایمان اور بھی بڑھا دیا اور انہوں نے جواب دیا کہ ہم کو اللہ کافی ہے سو وہ خدا کے فضل اور نعمت کے ساتھ واپس آئے اور ان کو کسی طرح کی تکلیف نہ پہنچی اور وہ اللہ کی مرضی پر چلے" (آل عمران آیت ۱۷۲ - ۱۷۴)۔

زید کو عبرانی سیکھنے کا حکم اسی سال آنحضرت نے زید بن ثابت کو عبرانی سیکھنے کا حکم دیا کیونکہ آپ کو اہل یہود پر اعتبار نہیں رہا تھا۔

پیدائش امام حسین اس سال ماہ شعبان میں امام حسین پیدا ہوئے۔

بی بی زینب سے نکاح اسی سال آنحضرت نے بی بی زینب بنت خزیمہ سے نکاح کیا۔ ان کا شوہر جنگ احد میں مارا گیا تھا۔ یہ بی بی ام المساکین کی کنیت سے مشہور ہے کیونکہ وہ غرباکی بہت پرورش کیا کرتی تھیں۔ نکاح کے دو تین ماہ بعد اُن کا انتقال ہوگیا۔ حضرت کی ازواج میں سے بی بی خدیجہ کے علاوہ یہی ایک بیوی تھی جس نے آنحضرت کی عین حیات میں وفات پائی۔ آنحضرت نے خود نماز جنازہ پڑھی۔ وفات کے وقت ان کی عمر تیس ۳۰ سال کی تھی۔

بی بی ام سلمہ سے نکاح اسی سال آنحضرت نے ماہ شوال میں حضرت ام سلمہ سے نکاح کیا۔ ان کے پہلے شوہر ابو سلمہ غزوۂ احد میں زخمی ہوکر جمادی الثانی ۴ھ میں فوت ہوگئے تھے۔ جب آنحضرت نے اُن سے نکاح کرنا چاہا تو انہوں نے

عذر کیا اور کہا کہ میرا سن زیادہ ہے اور میں عیالدار اور سخت غیور عورت ہوں لیکن آنحضرت نے ان کے عذر کو قبول نہ کیا اور نکاح ہو گیا۔[۹] نکاح کے بعد یہ بی بی قریباً ستاون[۵۷] سال زندہ رہیں انہوں نے سب ازواج کے بعد وفات پائی۔

شراب کی حرمت اسی سال شراب بھی حرام ہو گئی۔ اس کے متعلق پہلے حکم تھا کہ "کھجور اور انگور کے پھلوں میں سے تم شراب اور اچھا رزق نکالتے ہو۔ بے شک اہل عقل کے لئے اس میں نشانی ہے" (سورہ نحل آیت ۶۹)۔ پھر اس کے متعلق ذیل کا حکم ہوا "قماربازی اور شراب کی نسبت تجھ سے سوال کرتے ہیں۔ تو کہہ ان دونوں چیزوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کیلئے فائدے بھی ہیں لیکن انکا گناہ ان کے فائدوں سے زیادہ ہے" (سورہ بقر آیت ۲۱۹)۔ اس سال شراب قطعاً حرام ہو گئی اور حکم ہوا "شراب اور جوآ اور بت اور فال کے تیر سب شیطان کے گندے کام ہیں۔ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے سے تمہارے درمیان عداوت اور بغض ڈالے اور تم کو خدا کے ذکر اور نماز سے روکے" (سورہ مائدہ آیت ۹۲)۔ عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ جب شراب کی حرمت کی آیت نازل ہوئی اس وقت پانچ قسم کی شرابیں تھیں جن میں شراب انگوری نہ تھی۔[۵]

۵ھ

غزوۂ احزاب یا جنگ خندق جب اہل یہود کے قبیلہ بنی نضیر کے لوگ مدینہ سے جلاوطن کر دئے گئے تو ان کے سرداروں میں سے سلام بن ابی الحقیق حیی بن اخطب۔ کنانہ بن ربیع وغیرہ مکہ گئے اور انہوں نے قریش کو آنحضرت کے ساتھ جنگ کرنے پر آمادہ کیا اور کہا "ہم تمہارا ساتھ دینگے اور اسلام کو جڑ سے اکھیڑ دینگے"۔ قریش نے قبیلہ غطفان کو بھی جنگ کرنے پر تیار کر دیا۔ قبیلہ بنی سلیم قریش کا قرابت دار تھا اور قبیلہ بنی اسد یہود کا حلیف تھا۔ پس

وہ بھی شامل ہوگیا۔ بنو قریظہ نے بھی معاہدہ کو اس وقت ردی کاغذ کا ٹکڑا قرار دیدیا۔ غرض یہ تمام قبائل اتفاق کر کے آنحضرت کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے ماہ شوال ۵ھ میں جمع ہوگئے۔ ان کا سپہ سالار ابوسفیان ہوا۔

جب آنحضرت کو خبر ملی تو صحابہ سے مشورہ کیا۔ سلمان فارسی نے یہ تجویز پیش کی کہ ایسے لشکر گراں کے ساتھ میدان میں نکل کر لڑنا خلاف مصلحت ہے۔ ایرانیوں کے طریقہ کے مطابق مدینہ کے گرد ایک خندق کھودی جائے سب نے اس مشورہ کو پسند کیا۔ جاڑوں کا موسم تھا لیکن تین ہزار لوگوں نے بیس دن میں ۱۵ فٹ گہری خندق کھود ڈالی۔ آنحضرت بھی دوسروں کے ساتھ خندق کھودنے میں مدد کرتے اور کہتے جاتے تھے۔ "یا اللہ۔ حقیقی آرام آخرت کا ہے یا اللہ تو انصار اور مہاجرین کو بخش دے۔"

اب دشمن کی فوج جو چوبیس ہزار پر مشتمل تھی مدینہ کی طرف آگے بڑھی۔ قرآن میں اسی واقعہ کی نسبت لکھا ہے۔ "جس وقت دشمن (وادی مدینہ کے) اوپر کی طرف سے اور نیچے کی طرف سے آئے اور جب آنکھیں ڈگنے لگیں اور کلیجے منہ میں آگئے اور خدا کی نسبت طرح طرح کے خیال تمہارے دلوں میں پیدا ہوئے تب مسلمانوں کی آزمائش کا وقت آیا اور وہ کانپ اٹھے" (احزاب آیت ۱۰)

ادھر مسلمانوں کی تعداد مقابلتاً قلیل تھی پھر جاڑے کی شدت اور سامان رسد کی قلت کی وجہ سے فاقوں نے مسلمانوں کو بیدل کر رکھا تھا۔ خندق کی کھدائی کے وقت ہی منافق مسلمان آنحضرت سے اجازت لئے بغیر اپنے گھروں کو چپکے چپکے کھسک جانے لگے چنانچہ ایسے لوگوں کی طرف قرآن میں اشارہ ہے کہ "رسول کے بلانے کو ایسا نہ بناؤ جیسے تم میں سے کوئی دوسرے کو بلاتا ہے۔ بے شک خدا اُن لوگوں کو اچھی طرح سے جانتا ہے جو رسول کے حکم کی مخالفت کر کے چپکے چپکے کھسک جاتے ہیں۔ ان کو اس بات سے خوف کرنا چاہئیے کہ ان کو فتنہ یا دردناک عذاب نہ پہنچے" (سورہ نور آیت ۶۳) لیکن مومن مسلمانوں کی نسبت آیا ہے۔

"بے شک مومن مسلمان وہ ہیں جو اللہ اور رسول پر ایمان لاتے ہیں اور جب رسول کے ساتھ کسی بات پر جمع ہوتے ہیں تو رسول کی اجازت کے بغیر کہیں نہیں جاتے۔ (اے رسول) جو لوگ تجھ سے اجازت لیتے ہیں وہی خدا اور رسول پر ایمان رکھتے ہیں۔ پس جب تجھ سے اپنی کسی ضرورت کے واسطے اجازت لیں تو ان میں سے جسکو چاہو اجازت دو" (سورہ نور آیت ۶۲)

اس وقت مسلمان نہایت نازک حالت میں تھے۔ منافقین نے واپس شہر جانے کے لئے اجازت مانگنی شروع کر دی۔ چنانچہ قرآن میں ہے۔ "وہ کہتے ہیں کہ ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں اور وہ کھلے نہیں بلکہ ان کا مطلب صرف بھاگنے کا ہے" (احزاب آیت ۱۳) لیکن جو خالص مسلمان تھے "جب انہوں نے قبائل کی فوجیں دیکھیں تو کہنے لگے کہ یہ وہی ہے جس کا وعدہ خدا نے اور اس کے رسول نے کیا تھا اور خدا اور اس کا رسول سچے تھے اور اس بات نے ان کے ایمان اور تابعداری کو زیادہ بڑھا دیا" (احزاب آیت ۲۲)۔ آنحضرت فتح کیلئے دعا کرتے تھے کہ اے اللہ کتاب کے نازل کرنے والے اور حساب کے جلد لینے والے ان جماعتوں کو بھگا دے اور اُن کو ہلا دے"[93]۔

قریش نے مدینہ کا محاصرہ کر لیا۔ چونکہ وہ خندق کو پار نہیں کر سکتے تھے لہذا دونوں فوجیں ایک دوسرے پر تیر برساتی تھیں۔ محاصرہ کی سختی اور سامان رسد کی قلت کی وجہ سے محصورین پر کئی روز کے فاقے گذر گئے۔ ایک دن صحابہ آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ "یا رسول اللہ بھوک کے مارے ہم نے اپنے شکموں پر پتھر باندھ رکھے ہیں"۔ آپ نے اپنا پیٹ ننگا کر کے دکھایا تو اس پر ایک کی بجائے دو پتھر تھے[94]۔ بعض اشخاص نماز میں بھوک کی شدت کی وجہ سے بے ہوش ہو کر گر جاتے[95]۔ محاصرہ کی سختی دیکھ کر آنحضرت نے قبیلہ غطفان کو کہلا بھیجا کہ اگر تم واپس چلے جاؤ گے تو ہم مدینہ کی آمدنی کی ایک تہائی تم کو دیدیا کرینگے۔ لیکن انصار کے سرداروں نے اس شرط کو قبول نہ کیا اور کہا "یا رسول اللہ۔ ہم ان کو

تلواروں کے سوائے کچھ نہیں دینگے"[۹۴]۔ پس جنگ جاری رہی۔ قریش نے خندق کے چاروں طرف پھر کر دیکھا تو ایک جگہ سے چوڑائی میں کم پایا۔ پس چند شجاع گھوڑوں کو چابک مار کر خندق کے اس پار ہوگئے لیکن حضرت علی اور دیگر صحابہ نے سب کو بھگا دیا اور بعض کو قتل کر دیا۔ عکرمہ بن ابوجہل ایسا بدحواس ہو کر بھاگا کہ اپنا نیزہ بھی چھوڑ گیا اب دشمنوں نے ہر طرف سے تیر چلانے شروع کر دئیے اور تمام دن لڑائی جاری رہی حتیٰ کہ آنحضرت نماز عصر ادا نہ کر سکے۔ چنانچہ حضرت علی سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے جنگ خندق کے روز فرمایا اے اللہ کفار کے گھر اور قبریں آگ سے بھر دے جیسے کہ انہوں نے ہمیں بیچ کی نماز (یعنی عصر کی نماز) سے روک دیا اور سورج چھپ گیا"[۹۵]۔

محاصرہ طول کھینچ گیا۔ محاصرین بھی دل برداشتہ ہوگئے کیونکہ ایک تو سردی کا موسم تھا اور دوسرا آندھی اس زور کی چلی کہ خیموں کی طنابیں اکھڑ اکھڑ گئیں۔ اس بادِ صرصر کا واقعہ قرآن میں ہے "اے ایمان والو۔ اللہ کے اس احسان کو یاد کرو کہ جب تم پر فوجیں آئیں تو ہم نے ان پر آندھی بھیجی اور فوجیں بھیجیں جو تم کو نظر نہ آتی تھیں"۔ (احزاب آیت ۹)

ادھر مسلمان بھی سخت تنگی میں گرفتار رہتے۔ اس حالت میں نعیم بن مسعود جو قبیلۂ غطفان کا رئیس تھا آنحضرت کے پاس آیا۔ وہ مسلمان ہوگیا تھا۔ لیکن قریش اور یہود کو اس کے اسلام لانے کی خبر نہ تھی اور یہ دونوں فریق اس کو مانتے تھے۔ اس نے اس آڑے وقت میں مسلمانوں کی خیرخواہی کی اس نے حکمت عملی سے قریش اور یہود میں تفرقہ ڈال دیا[۹۶]۔ وہ یہود کے پاس جاکر کہنے لگا کہ تم نے قریش کی بات مان کر محمد سے عہد شکنی کی ہے جنگ کے بعد جب قریش اور غطفان اپنے گھروں کو چلے جائینگے اور محمد تم پر عہد شکنی کی وجہ سے حملہ کریگا تو تم کیا کرو گے بہتر ہے کہ تم ان قبیلوں کے چند آدمی اپنے پاس بطور یرغمال رکھ لو تاکہ جب محمد تم پر حملہ کرے تو یہ قبیلے تمہاری امداد کو پہنچیں۔ یہود نے نعیم کی رائے کو پسند کیا

اور کہا ہم اس پر عمل کرینگے ۔ پھر نعیم قریش اور غطفان کے پاس گیا اور ان سے کہنے لگا کہ یہود اپنی عہد شکنی پر نادم ہیں اور انہوں نے محمد کو کہلا بھیجا ہے کہ ہم اس عہد شکنی کے بدلے قریش اور غطفان کے رؤسا گرفتار کرکے آپ کے پاس بھیجتے ہیں آپ اُن کو بے شک قتل کریں ۔ اسی طرح قریش اور غطفان اور یہود میں پھوٹ پڑ گئی ۔ ابوسفیان نے فوج کو کہا "جاڑے کا موسم ہے ۔ آندھی نے سب کو پریشان کر رکھا ہے نہ آگ جلتی ہے نہ خیمہ کھڑا ہوتا ہے ۔ یہود نے ہم سے وعدہ خلافی اور غداری کی ہے ۔ محاصرہ بیکار ہے میں یہی مناسب سمجھتا ہوں کہ ہم واپس مکہ چلے جائیں اس پر دشمن کا تمام لشکر بیس بائیس دن کا محاصرہ کرکے واپس چلا گیا ۔ قرآنی آیت میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ " اللہ نے کافروں کو غصہ اور غضب میں بھرا ہوا ہٹا دیا اور ان کے ہاتھ کچھ نہ آیا ۔ لڑائی میں مسلمانوں کی طرف سے خدا کافی ہو گیا (یعنی لڑائی کی نوبت نہ آئی) " (احزاب آیت ۲۵) ۔ اس جنگ کا ذکر قرآن کے سورہ احزاب کے دوسرے اور تیسرے رکوع میں ہے ۔

جنگ بنی قریظہ

اسی سال اہل یہود کے قبیلہ بنی قریظہ کے ساتھ آنحضرت نے جنگ کرکے اس کا خاتمہ کر دیا ۔ اس کا مفصل ذکر آئندہ کیا جائیگا ۔

بی بی زینب سے نکاح

اسی سال آنحضرت نے بی بی زینب سے نکاح کیا ۔ اس نکاح سے پہلے بی بی زینب کا نکاح زید سے ہو گیا ہوا تھا ۔ آنحضرت نے زید کو اپنا متبنیٰ بیٹا بنا لیا تھا اور بی بی زینب آپ کی حقیقی پھوپھی کی بہن تھیں ۔ زید نے ان کو طلاق دیدی ۔ طلاق کے بعد آنحضرت نے خود ان سے نکاح کر لینا چاہا لیکن اہل عرب متبنیٰ بیٹے کو اصلی بیٹے کے برابر سمجھتے تھے اس خیال سے آپ نے تامل کیا ۔ اس کے متعلق قرآن میں ہے "جب کہ تو اس شخص سے جس پر خدا نے اور تو نے احسان کیا تھا یہ کہتا تھا کہ اپنی بیوی کو نکاح میں رکھ اور خدا سے ڈر اور تو اپنے دل میں وہ بات چھپاتا تھا جس کو خدا ظاہر کر دینے والا ہے اور تو لوگوں سے ڈرتا تھا حالانکہ ڈرنا خدا سے چاہئے تھا ۔ پھر جب زید

اس سے بے تعلق کر چکا تو ہم نے تیرے ساتھ اس کا نکاح کر دیا تاکہ ایمانداروں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی عورتوں کے بارے میں تنگی نہ رہے جب وہ ان سے اپنی غرض پوری کر چکیں۔ جو بات اللہ نے نبی کے لئے ٹھہرادی ہے اس کے کرنے میں نبی کے لئے کچھ مضایقہ نہیں" (احزاب آیت ۳۷)۔ اس پر آنحضرت نے بی بی زینب سے نکاح کر لیا اور قرآن میں حکم ہوا " اللہ نے تمہارے لے پالک بیٹوں کو تمہارا بیٹا نہیں ٹھہرایا۔ یہ تو تمہارے اپنے منہ کی باتیں ہیں۔ لے پالکوں کو اُن کے حقیقی باپوں کی طرف منسوب کرکے پکارو یہ اللہ کے نزدیک درست تر ہے" (احزاب آیت ۴ و ۵)۔ پس زید جو اب تک "ابن محمد" کہلاتا تھا "ابن حارثہ" کہلانے لگا اور قرآن میں آیا " محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کا باپ نہیں۔ وہ اللہ کا رسول ہے" (احزاب آیت ۴۰)۔

عورتوں کے متعلق احکام

اسی سال عورتوں کے متعلق اصلاحی احکام نازل ہوئے اور حکم ہوا کہ اگر عورتیں گھروں سے نکلیں تو چادر اوڑھ کر گھونگھٹ اس طرح نکالیں جس سے منہ بھی چھپ جائے۔ آنچل سینہ پر ڈالیں اور پاؤں چھٹک چھٹک کر نہ چلیں۔

متبنیٰ کی بیوی کے ساتھ بیاہ کرنا جائز ہوا۔

زنا کی سزا سو کوڑے بھی اسی سال مقرر ہوئی۔

اسی سال "حد قذف" نازل ہوئی۔ اس کے مطابق کسی شخص کا بغیر شہادت کے عفیف عورتوں پر الزام لگانا جرم قرار دیدیا گیا۔ اور شہادت کی عدم موجودگی میں لعان کا طریقہ مقرر کیا گیا۔ یعنی مرد اور عورتیں اپنی سچائی کے ثبوت میں قسم کھائیں اور اس کے بعد ان میں جدائی کردی جائے۔

اسی سال آنحضرت کی ازواج کیلئے غیر مردوں کے سامنے آنا قطعاً ممنوع ہو گیا۔ چنانچہ قرآن میں ہے "مومنو۔ نبی کے گھر میں داخل نہ ہوا کرو مگر یہ

کہ تم کو کھانے کے لئے اجازت دی جائے۔ کھانا پکنے کی راہ نہ دیکھا کرو۔ لیکن جب تم بلائے جاؤ تب آؤ۔ پھر جب کھا چکو تو آپ چل دو اور باتیں سننے کے لئے جی لگا کر نہ بیٹھو۔ یہ تمہاری بات نبی کو ایذا پہنچاتی ہے پھر نبی تم سے شرماتا تھا اور اللہ سچ بات سے نہیں شرماتا۔ اور جب تم نبی کی بیویوں سے کچھ اسباب مانگنے جاؤ تو ان سے پردہ کے باہر سے مانگ لیا کرو۔ اس میں تمہارے دلوں اور ان عورتوں کے دلوں کے لئے زیادہ پاکیزگی ہے اور تم کو مناسب نہیں کہ اللہ کے رسول کو ایذا پہنچاؤ اور نہ یہ کہ تم نبی کی عورتوں سے اس کے پیچھے کبھی نکاح کرو۔ بے شک یہ اللہ کے نزدیک بڑا گناہ ہے" (احزاب آیت ۵۳)
"نبی کا مسلمانوں پر ان کی جانوں سے زیادہ حق ہے اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں" (احزاب آیت ٦)۔

٦ھ

غزوہ بنی لحیان اس سال آنحضرت اہلِ رجیع کے انتقام کے لئے بنی لحیان سے جنگ کرنے کے لئے مدینہ سے نکلے۔ آپ نے مسلمانوں کو کہا ہر ایک گھر میں سے جس میں دو آدمی ہوں ایک آدمی جہاد کے لئے جائے اور ثواب دونوں کو ہوگا۔

بنی لحیان کو جونہی معلوم ہوا وہ خوف کے مارے پہاڑوں کی چوٹیوں اور قلعوں میں بھاگ گئے اور آنحضرت واپس مدینہ آگئے۔

غزوہ ذی قرد ابھی آپ کو مدینہ آئے دو تین روز ہی ہوئے تھے کہ عیینہ بن حصین غطفان کے چند سواروں کو لے کر آیا اور آنحضرت کے اونٹوں کو لوٹ کر لے گیا اور ایک چرواہے کو قتل کر کے اس کی عورت کو گرفتار کر کے لے گیا۔ آنحضرت نے ان کا تعاقب کیا اور ۴ ربیع الاول کے روز ذی قرد پہنچ گئے اور لٹیروں سے اونٹ اور چرواہے کی عورت چھڑا لائے۔ اس جنگ میں ایک مسلمان مارا گیا۔

غزوۂ بنی مصطلق

بنی مصطلق کا ایک خاندان قبیلہ خزاعہ تھا جو قریش کا حلیف اور ہم عہد تھا۔ اس کے سردار حارث نے آنحضرت سے جنگ کی تیاری کی آنحضرت اس خبر کو سنتے ہی لشکر لے کر ان کی طرف ماہ شعبان میں روانہ ہوئے آپ نے بے خبری کی حالت میں ان پر حملہ کر دیا۔[۹۲] دونوں لشکر مقام مریسیع پر لڑے قتل و قتال کے بعد مسلمانوں کی فتح ہوئی۔ بالغ مرد قتل ہوئے۔[۹۳] چھ سو اشخاص جن میں عورتیں اور بچے تھے گرفتار ہوئے اور غنیمت میں دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں ہاتھ آئیں۔

جنگ کے بعد انصار اور مہاجرین میں جھگڑا برپا ہو گیا[۹۴] جس نے خوفناک صورت اختیار کر لی۔ منافق مسلمانوں کو یہ موقعہ ہاتھ آگیا اور عبداللہ بن اُبَیّ نے انصار کو کہا "تم نے مہاجرین کو اپنے مال میں سے حصہ دیا اور اپنے گھروں میں رکھا۔ اگر اب بھی تم ان لوگوں کو مدینہ سے نکال دو تو تمہارے حق میں بہتر ہوگا"۔ جب آنحضرت کو اس جھگڑے کی خبر ہوئی تو حضرت عمرؓ نے کہا "یا رسول اللہ عبداللہ بن اُبَیّ کو قتل کر دینا مناسب ہے"۔ آپ نے کہا "اے عمر۔ لوگ کہیں گے کہ محمد اپنے اصحاب کو قتل کرتا ہے"۔ اس پر عبداللہ بن اُبَیّ کا بیٹا جو خالص مسلمان تھا آنحضرت کے پاس آیا اور کہنے لگا "یا رسول اللہ۔ میں نے سنا ہے کہ آپ میرے باپ کے قتل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ آپ مجھ کو حکم دیں کہ میں اس کا سر تن سے جدا کروں کیونکہ میں یہ گوارا نہیں کر سکتا کہ کوئی اور شخص اسکو قتل کرے"۔ آنحضرت نے جواب دیا کہ "ہم اس کے قتل کے خواہاں نہیں بلکہ اس کی صحبت کو بہتر سمجھتے ہیں"۔

بی بی جویریہ سے نکاح

جب آنحضرت نے قیدیوں کو تقسیم کیا تو قبیلہ خزاعہ کے سردار حارث کی حسین بیٹی بی بی جویریہ ثابت بن قیس کے حصہ میں آئی۔ اس نے ثابت سے کہا کہ مجھ سے کچھ روپیہ لے کر چھوڑ دو۔ ثابت نے منظور کر لیا۔ بی بی جویریہ آنحضرت کے پاس آئی تاکہ آپ سے روپیہ مانگ کر

ادا کردے۔ آپ نے کہا کہ میں تمام روپیہ ادا کر دیتا ہوں تم مجھ سے شادی کر لو
بی بی جویریہ نے اس بات کو قبول کر لیا۔ جب یہ خبر لوگوں میں مشہور ہوئی۔ تو
انہوں نے اِس رشتہ کے سبب تمام اسیرانِ جنگ کو رہا کر دیا۔

واقعۂ افک جب آنحضرت واپسی کے وقت مدینہ کے قریب ایک
منزل پر پہنچے تو وہاں رات رہے۔ آپ نے رات ہی کے وقت کوچ کا حکم
دیدیا۔ آنحضرت کی زوجہ بی بی عائشہ اس سفر میں آپ کے ساتھ تھیں۔ کوچ
کرنے سے پہلے اُن کو معلوم ہوا کہ قضائے حاجت کے وقت ایک ہار ان کے
گلے سے گر پڑا ہے جب وہ اس کی تلاش میں گئیں تو چونکہ بدن کی ہلکی تھیں
لوگوں نے ہودج اٹھاتے وقت خیال کیا کہ وہ ہودج میں ہی بیٹھی ہیں اور وہ
ہودج کو اونٹ پر لے گئے جب وہ ہار ڈھونڈھ کر واپس آئیں تو وہاں کسی کو
نہ پایا۔ اتفاق سے ایک شخص صفوان بن معطل لشکر کے پیچھے رہ گیا تھا۔ اس نے
بی بی عائشہ کو دیکھ لیا اور اپنے اونٹ پر سوار کر کے خود نکیل پکڑ کر آگے چلا۔
اور صبح کے وقت لشکر میں آ گیا۔ اس پر لوگوں نے بی بی عائشہ پر زنا کا بہتان
لگایا۔ اس تہمت کا بانی عبداللہ بن اُبیّ سلول رئیس المنافقین تھا اور حسّان
بن ثابت۔ حمنہ بنت جحش جو حضرت کی زوجہ بی بی زینب کی ہمشیرہ تھی۔ جب
آنحضرت نے یہ تہمت سنی تو آپ کو بہت رنج اور قلق ہوا لیکن بی بی عائشہ کو اس
بہتان کی خبر نہ تھی۔ جب وہ مدینہ میں آئیں تو بیمار ہو گئیں لیکن آنحضرت کو خلافِ عادت
اپنی طرف بیماری کے وقت متوجہ نہ پایا اور میکے چلی گئیں۔ وہاں جا کر کئی دنوں کے
بعد جب اُن کو اِس بہتان کا پتہ لگا تو اُن کو سخت صدمہ پہنچا۔ اس بہتان کی وجہ سے
انصار کے قبائل اوس اور خزرج میں بھی جھگڑا برپا ہو گیا۔ آنحضرت نے حضرت علی
اور اسامہ بن زید کو مشورہ کے لئے طلب کیا۔ اسامہ نے کہا "یا رسول اللہ۔ یہ
تہمت بالکل جھوٹ ہے میں آپ کی اہلیہ محترمہ کی نسبت بھلائی کے بغیر کچھ نہیں جانتا
حضرت علی نے کہا "یا رسول اللہ۔ آپ بی بی عائشہ سے دریافت کریں وہ آپ سے

سچ سچ کہہ دیگی"۔ پس آنحضرت بی بی عائشہ کے پاس گئے اور کہا "جو خبر لوگوں میں تمہاری نسبت مشہور ہو رہی ہے تم نے بھی سنی ہے پس اگر وہ سچ ہے تب تم خدا کے حضور توبہ کر لو۔ خدا توبہ کو قبول فرماتا ہے"۔ بی بی عائشہ زار زار رو رہی تھیں انہوں نے جواب دیا "میں خدا کے حضور کس بات کی توبہ کروں۔ اگر میں انکار کروں تو کسی کو یقین نہیں آئیگا اور اگر اقرار کروں تو میں ایک ایسی بات اپنے ذمہ لیتی ہوں جس سے میں بری ہوں"۔ ابھی آنحضرت وہیں بیٹھے ہوئے تھے کہ یہ آیات نازل ہوئیں۔ "بے شک جن لوگوں نے یہ طوفان اٹھایا ہے وہ تم ہی میں سے ایک جماعت ہے۔ اس کو تم اپنے حق میں برا نہ سمجھو بلکہ یہ تمہارے واسطے بہتر ہے۔ ان بہتان والوں میں سے ہر شخص نے جتنا گناہ کیا ہے اس کی سزا پائیگا اور جس نے اس بہتان میں زیادہ حصہ لیا ہے (یعنی اصل بانی ہے) اس کے واسطے بڑا عذاب ہے۔ مسلمانو۔ جب تم نے ایسی بات سنی تو مومن مردوں اور عورتوں نے اپنے مومن بھائی بہنوں کے حق میں نیک گمان کیوں نہ کیا کیوں نہ کہا کہ یہ صریح جھوٹ ہے۔ کیوں اس تہمت پر چار گواہ نہ لائے۔ پھر جب وہ گواہ نہ لائے تو خدا کے نزدیک جھوٹے ہیں..... جب تم ایسی بات کو اپنی زبانوں سے نقل کرنے لگے اور اپنے منہ سے ایسی بات کہتے تھے جس کا تم کو علم نہ تھا تم نے اس کو ایک ہلکی بات سمجھا حالانکہ خدا کے نزدیک یہ بات بہت بڑی تھی اور جب تم نے اس کو سنا تھا کیوں نہ کہا کہ ہمیں ایسی بات بولنا لائق نہیں۔ اے اللہ تو پاک ہے یہ بڑا بہتان ہے" (سورہ نور آیت ۱۱ تا ۱۵) جب بی بی عائشہ کی بریت ان آیات سے ظاہر ہو گئی تو آنحضرت نے بہتان لگانے والوں کو اسّی ۸۰ کوڑے لگوائے۔ لیکن آپ نے عبداللہ بن اُبی رئیس المنافقین کو کوڑے نہ لگوائے اور اس کو چھوڑ دیا۔ اس واقعہ کو واقعۂ اِفک کہتے ہیں۔[۵۵]

عمرۂ حُدیبیہ

ماہ ذیقعدہ میں آپ نے عمرہ کرنے کا ارادہ کیا اور اس غرض سے واسطے مکہ چلے۔[۵۶] آپ کا ارادہ جنگ کا نہ تھا۔ اس ارادہ کی خبر سنکر مسلمان چاروں طرف سے آنے لگے یہاں تک کہ آپ کو یہ خدشہ ہوا کہ قریش آپ سے

بر سر جنگ ہو جائیں۔ پس آپ نے قربانی کے ستر اونٹ ساتھ لئے اور حکم دیا کہ کوئی شخص سوائے تلوار کے جو نیام میں بند ہو اور ہتھیار باندھ کر نہ آئے۔ اس سفر میں چودہ سو ۱۴۰۰ آپ کے ہمراہ ہو گئے۔

اِدھر جب مکہ میں خبر ہوئی تو قریش نے کہا کہ ہم ہرگز محمد کو مکہ میں آنے نہ دینگے۔ پس انہوں نے بڑے زور شور سے مقابلہ کی تیاری کی اور آنحضرت پر چڑھ آئے۔ حضرت نے یہ حال دیکھ کر دوسرا راہ اختیار کر لیا اور حکم دیا کہ حُدیبیہ کی طرف سے نکل چلو۔ یہاں پہنچ کر آپ نے مقام کیا۔ یہاں قبیلہ خزاعہ کا سردار بدیل آپ کے پاس آیا۔ آنحضرت نے اس کے ہاتھ قریش کو کہلا بھیجا کہ میں عمرہ کرنے آیا ہوں۔ لڑنے کے لئے نہیں آیا۔ قریش کو جنگ نے بہت ضرر پہنچایا ہے پس اگر وہ صلح کرنا چاہیں تو میں انکے لئے ایک مدت مقرر کر دوں۔ اگر قریش اس عرصہ میں مسلمان ہو جائیں تو اچھا لیکن اگر اس عرصہ میں وہ مسلمان نہ ہوں۔ تو وہ صلح سے آرام تو پائینگے۔ اگر کفار قریش یہ بھی نہ مانینگے تو خدا کی قسم میں اُن سے لڑتا رہونگا یہاں تک کہ میں مرجاؤں یا خدا اپنے دین کو غلبہ دے۔ بدیل نے جاکر قریش کو یہ باتیں سنائیں۔ قریش نے کہا ہم محمد کو مکہ میں ہرگز داخل ہونے نہ دینگے۔ وہ عمرہ کا بہانہ کر کے شہر کو فتح کرنا چاہتا ہے۔ پھر ہماری جگ ہنسائی ہوگی۔ پس قریش کی طرف سے عروہ بن مسعود ثقفی آنحضرت کے پاس آیا اور کہنے لگا "اے محمد۔ کیا تو اپنی قوم کی جڑ اکھاڑ ڈالیگا؟ کبھی تو نے تمام عرب میں کسی کو ایسا کرتے دیکھا یا سنا ہے۔ اِدھر قریش برسرِ پیکار ہیں اور انہوں نے عہد کر رکھا ہے کہ تم کو ہرگز مکہ میں داخل نہ ہونے دینگے اور وہ تمہارے ساتھیوں کو شکست دے کر بھگا دینگے پھر تم اکیلے کیا کر سکوگے"؟

ابوبکر یہ سن کر بے تاب ہوگیا اور گالی دیکر کہنے لگا "کیا ہم رسول اللہ کو چھوڑ کر بھاگ جائینگے"۔ عروہ گفتگو کرتے وقت بے تکلفانہ حضرت کی ڈاڑھی کو بار بار ہاتھ لگاتا تھا۔ مغیرہ بن شعبہ ہتھیار لگائے پاس کھڑا تھا اسے یہ حرکت

گوارا نہ ہوئی۔ اس نے اس کے ہاتھ پر تلوار کی نعل مار کر کہا اپنا ہاتھ دُور رکھ۔ ابوبکر اور مغیرہ اور دیگر صحابہ کی عقیدت نے عروہ پر بڑا اثر کیا۔ اس نے قریش کو جا کر کہا "اے قریش۔ میں نے قیصر اور کسریٰ اور نجاشی کے دربار بھی دیکھے ہیں لیکن کسی کو اس درجہ کی تعظیم و تکریم کرتے نہیں دیکھا جیسا محمد کے صحابہ کو دیکھا ہے۔ اگر وہ وضو کرتا ہے تو آبِ وضو صحابہ لے لیتے ہیں۔ اگر وہ تھوکتا ہے تو وہ تھوک کو اٹھا لیتے ہیں اور منہ اور بدن پر مل لیتے ہیں۔ اگر اس کا کوئی بال جھڑ جاتا ہے تو وہ بطور تبرک اپنے پاس رکھ لیتے ہیں۔ جب وہ کلام کرتا ہے تو چپ ہو جاتے ہیں اور اُن کی طرف تعظیم کے مارے نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے۔"

اب قریش نے جنگ کرنے پر کمر باندھ لی اور پچاس آدمیوں کا ایک دستہ حملہ کرنے کے لئے آیا اور انہوں نے آنحضرت پر تیر اندازی کی۔ آنحضرت نے اپنے صحابہ کو حکم دیا کہ ان کو گرفتار کر لیں۔ صحابہ نے ان کو گرفتار کر کے آنحضرت کے سامنے پیش کیا اور آپ نے ان کو معاف کر کے چھوڑ دیا۔ قرآن میں اس واقعہ کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے۔ "وہ وہی خدا ہے جس نے مکہ میں ان لوگوں کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے روک دئے بعد اس کے کہ تم کو ان پر قابو دے دیا تھا" (سورہ فتح آیت ۲۴)۔

بیعت رضوان

بالآخر آنحضرت نے حضرت عثمان کو مکہ کی طرف گفتگوئے صلح کے لئے بھیجا وہ اپنے ایک عزیز ابان بن سعید کی پناہ میں مکہ گئے اور حضرت کا پیغام سنایا۔ قریش نے خفا ہو کر ان کو روک لیا۔ لیکن مسلمانوں میں یہ افواہ پھیل گئی کہ حضرت عثمان مارے گئے ہیں۔ اس پر آنحضرت نے فرمایا کہ میں ہرگز یہاں سے نہ جاؤں گا جب تک قریش سے اس کا بدلہ نہ لے لوں۔ یہ کہہ کر آپ ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور صحابہ سے موت اور جاں نثاری[۵۸] کی بیعت کی اور ان کو کہا کہ تم آج سب اہل زمین سے افضل ہو[۵۹]۔ اس بیعت کا نام بیعت رضوان ہے۔ قرآن میں اس واقعہ کا یوں ذکر آیا ہے "خدا مومنوں سے راضی تھا جب وہ تیرے ہاتھ پر

درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے سو خدا نے معلوم کرلیا جو کچھ اُن لوگوں کے دلوں میں تھا تو خدا نے ان پر تسلی نازل کی اور ایک قریب کی فتح دی" (سورہ فتح آیت ۱۸)۔

صلح حُدیبیہ

بیعت کے بعد معلوم ہوا کہ حضرت عثمان کے قتل کی افواہ غلط تھی۔ قریش نے سہیل بن عمرو کو جو فصاحت و بلاغت کے باعث "خطیب قریش" کہلاتا تھا آنحضرت کے پاس بھیجا اور کہا تو جاکر محمد کو اس بات پر راغب کر کہ وہ اس سال واپس چلا جائے ورنہ تمام عرب یہ طعنہ دیں گے کہ محمد نے زبردستی عمرہ کرلیا اور قریش کچھ نہ کرسکے۔ وہ آنحضرت کے پاس آیا۔ شرائط صلح پر دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ بالآخر یہ طے ہوا کہ صلح کا معاہدہ دس برس تک قائم رہیگا اور فریقین ایک دوسرے سے جنگ آزما نہ ہونگے۔ مسلمان اس سال واپس چلے جائینگے اور اگلے سال آکر صرف تین روز مکہ میں تلواریں نیام میں کئے ہوئے رہ کر چلے جائینگے۔ جو شخص قریش میں سے خواہ وہ کافر ہو یا مسلمان آنحضرت کے پاس جائیگا۔ وہ اس کو واپس کردینگے۔ لیکن اگر آنحضرت کا کوئی شخص قریش کے پاس چلا جائیگا تو قریش اس کو واپس نہ کرینگے۔ قبائل عرب میں سے جو آنحضرت کے ساتھ معاہدہ کرنا چاہیں کرلیں جو قریش کے ساتھ معاہدہ کرنا چاہیں کریں۔

جب صلح کی شرائط طے ہوگئیں تو آنحضرت نے حضرت علیؑ کو حکم دیا کہ عہدنامہ لکھیں۔ اور کہا لکھو "بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ"۔ سہیل نے کہا میں اس کو نہیں جانتا۔ باسمک اللھم لکھو جو ہمارے آبا و اجداد لکھتے آئے ہیں۔ آنحضرت نے منظور کرلیا۔ اس عہدنامہ کا پہلا فقرہ تھا "یہ وہ صلحنامہ ہے جو محمد رسول اللہ نے منظور کیا"۔ سہیل نے اعتراض کیا کہ اگر ہم تم کو "رسول اللہ" جانتے تو تم سے کیوں لڑتے۔ تم اپنا اور اپنے باپ کا نام لکھو"۔ آنحضرت نے علیؑ سے کہا اچھا "محمد رسول اللہ" کی جگہ "محمد بن عبداللہ" لکھو۔ حضرت علیؑ نے ایسا کرنے سے انکار کردیا۔ اس پر آپ نے خود اپنے ہاتھوں سے "رسول اللہ" کا لفظ مٹا کر "ابن عبداللہ" لکھ دیا۔

شرائط صلح کا اثر

چونکہ عہد نامہ کی شرائط بظاہر مسلمانوں کے خلاف تھیں۔ صحابہ کو بہت رنج ہوا۔[۱۱۹] حضرت عمرؓ کے دل میں آنحضرتؐ کی نبوت کے بارے میں شکوک پیدا ہوگئے وہ آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے "یا رسول اللہؐ کیا آپ خدا کے برحق پیغمبر نہیں؟" آپ نے جواب دیا کہ "ہاں میں اللہ کا برحق رسول ہوں"۔ پھر حضرت عمرؓ نے پوچھا "کیا ہم مسلمان نہیں اور حق پر نہیں؟" آپ نے جواب دیا کہ "ہاں"۔ پھر انہوں نے پوچھا "کیا یہ مشرک نہیں اور بطالت پر نہیں؟" آپ نے جواب دیا کہ "ہاں"۔ حضرت عمرؓ نے کہا "پھر کیا وجہ ہے کہ ہم اپنے دین میں کمزوری اختیار کریں اور ایسی ذلت آمیز شرائط قبول کرلیں"۔ آپ نے جواب دیا "میں خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہوں میں اس کے حکم کی مخالفت نہیں کرسکتا۔ وہ آپ میری مدد کریگا"۔ حضرت عمرؓ نے کہا "لیکن کیا آپ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم کعبہ کا طواف کرینگے"۔ آنحضرتؐ نے جواب دیا "ہاں میں نے کہا تھا لیکن یہ تو نہیں کہا تھا کہ اسی سال کرینگے"۔ حضرت عمرؓ نے یہی باتیں حضرت ابوبکرؓ سے کہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ جو حضرتؐ کرتے ہیں تم اسی کو بہتر سمجھو۔[۱۲۰]

عین اُسی وقت جب یہ معاہدہ لکھا جارہا تھا سہیل کا بیٹا ابوجندل جو مسلمان ہوچکا تھا اور مکہ میں قریش کے ہاتھوں طرح طرح کی اذیتیں اٹھاتا تھا بھاگ کر پاؤں میں بیڑیاں پہنے ہوئے آیا اور سب کے سامنے گر پڑا۔ سہیل نے جو اپنے بیٹے کو دیکھا اس کو ایک طمانچہ مارا اور آنحضرتؐ کو مخاطب کر کے کہنے لگا "اے محمدؐ۔ اس عہدنامہ کی تعمیل کرو اور شرائط کے مطابق میرے بیٹے ابوجندل کو مجھے واپس دیدو"۔ یہ سنکر ابوجندل نے کہا "یا رسول اللہؐ۔ کیا میں کافروں کو واپس دیدیا جاؤنگا تاکہ وہ مجھکو عذاب دیں"۔ آنحضرتؐ نے کہا "اے ابوجندل۔ تم صبر سے اور صبر کرو۔ عنقریب اللہ تمہاری مدد کریگا۔ میں مجبور ہوں۔ میں نے عہد کرلیا ہے اور عہد کے خلاف نہیں کرسکتا"۔ اس پر ابوجندل نے اپنے زخموں کے نشان دکھا کر کہا "اے مسلمانو۔ کیا تم مجھ کو جو مسلمان ہوں کافروں کے ہاتھ میں دے رہے ہو تاکہ وہ مجھکو ایذا دیں"۔ سب حاضرین کے دل بھر آئے یہ موقعہ ان کی عقیدتمندی اور اطاعت کی آزمائش کا موقعہ تھا

۹۱۷

لیکن وہ امتحان میں پورے اُترے اور ابوجندل کو اُسی طرح پا بہ زنجیر واپس جانا پڑا۔
ان واقعات نے مسلمانوں کو نہایت افسردہ خاطر اور دل شکستہ کر دیا۔
جب آنحضرت نے حکم دیا کہ لوگ وہیں قربانی کرلیں تو آپ کے تین دفعہ باربار کہنے پر بھی کوئی شخص نہ اٹھا۔ آخر اپنی بیوی حضرت ام سلمہ کی صلاح کے مطابق آپ خود کھڑے ہوئے اور اپنے اونٹ کو قربانی کیا۔ تب لوگوں نے بھی قربانیاں کیں اور احرام اُتارا۔

جب آپ مدینہ کو واپس آرہے تھے تو راہ میں سورہ فتح نازل ہوئی اور اللہ نے فرمایا "بے شک ہم نے (اس صلح کے ہونے سے) تجھے ظاہر فتح بخشی اور تیرے اگلے پچھلے سب گناہ بخش دئے اور اپنی نعمت تجھ پر پوری کر دی اور سیدھے راستہ کی تجھ کو ہدایت دی" (سورہ فتح آیت ۱ءہ۲) جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ نے حضرت عمر کو بلا کر بتایا۔ حضرت عمر نے پوچھا "کیا فتح اسی کا نام ہے"۔ آپ نے جواب دیا "ہاں"۔ اس پر حضرت عمر کی تسلی ہوئی اور ان کو اطمینان ہو گیا۔

حدیبیہ کے صلحنامہ میں ایک شرط تھی کہ جو مسلمان مکہ سے آئیگا وہ مدینہ سے واپس مکہ کر دیا جائیگا۔ پس قریش مکہ کے مسلمانوں کو اور تکلیف دینے لگے۔ ابوبصیر ایک مسلمان مکہ میں قید تھا وہ بھاگ کر مدینہ آگیا۔ قریش نے دو آدمیوں کو آنحضرت کے پاس بھیجا کہ اس کو واپس کر دیں۔ آپ نے ابوبصیر کو ان آدمیوں کے ساتھ واپس بھیج دیا۔ راہ میں ابوبصیر اُن میں سے ایک کو قتل کر کے مدینہ واپس چلا گیا۔ اور کہا "یارسول اللہ۔ آپ نے اپنے عہد کو پورا کر دیا"۔ آپ نے کہا "یہ شخص تو آتش جنگ کو شعلہ زن کرنے والا ہے۔ کاش اس کا کوئی مددگار ہوتا"۔ پھر وہ مدینہ سے سمندر کے کنارے مقام عیص چلا گیا۔ اس راہ سے قریش کے قافلے شام کو آتے جاتے تھے۔ مکہ کے مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ ابوبصیر اب عیص میں رہتا ہے تو وہ بھی موقعہ پاکر اس کے پاس بھاگ گئے اور وہاں ابوجندل اور تقریباً ستر مسلمان رہنے لگ گئے۔ اُن کا دستور تھا کہ قریش کے قافلوں کو لوٹ کر گذارہ کرتے

اور قریش کے آدمیوں کو قتل کر دیتے۔ جب قریش کا اس طرح قافیہ تنگ ہوا تو انہوں نے آنحضرت کو لکھا کہ ہم معاہدہ کی اس شرط سے باز آتے ہیں۔ اگر مسلمان مدینہ جانا چاہیں تو ہم تعرض نہ کرینگے[151]۔ تب آپ نے ان سب لوگوں کو مدینہ بلا لیا۔

حدیبیہ کے معاہدہ میں صلح کی یہ جو شرط تھی کہ مکہ سے مسلمان مدینہ آنحضرت کے پاس نہ جائیگا۔ اس میں عورتیں داخل نہ تھیں۔ عورتوں کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ "اے ایمان والو جب مسلمان عورتیں ہجرت کر کے تمہارے پاس آئیں تم ان کے ایمان کو جانچو۔ خدا ان کے ایمان کو اچھی طرح جانتا ہے۔ پس اگر تم کو معلوم ہو کہ وہ مسلمان ہیں تو ان کو کافروں کے پاس واپس نہ بھیجو۔ یہ عورتیں کفار کیواسطے حلال نہیں اور نہ کفار ان کے واسطے حلال ہیں۔ اور جو مہر کافروں نے ان کو دیا ہے۔ وہ تم ان کو دیدو اور اگر تم مہر دے کر ان سے شادی کر لو تم پر گناہ نہیں اور کافرہ عورتوں کو اپنے نکاح میں نہ رکھو۔ اگر تمہاری عورتوں میں سے کوئی کافروں میں جا نکلے تو تم کافروں کو کھیا مارو" (ممتحنہ آیت ۱۰-۱۱)۔ پس صحابہ میں سے جن کی بیویاں مکہ میں کفر کی حالت میں تھیں ان کو طلاق دیدیگئی۔

امام زہری کا قول ہے کہ حدیبیہ کی صلح سے بڑھکر اسلام میں کوئی فتح نہیں ہوئی[152]۔ اس صلح کی وجہ سے مکہ اور مدینہ میں آمد و رفت شروع ہو گئی اور کافر اور مسلمان باہم آشتی اور صلح سے ملنے لگے اور تجارتی تعلقات قائم ہو گئے۔ پس مسلمانوں اور کافروں میں دینی مسائل پر بحث چھڑ جاتی اور لوگ قائل ہو کر مسلمان ہو جاتے۔ مورخین کا بیان ہے کہ اس صلح سے لے کر فتح مکہ تک اس قدر لوگ مسلمان ہوئے کہ کبھی نہیں ہوئے تھے۔ چنانچہ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر آنحضرت کے ساتھ چودہ سو اشخاص تھے لیکن فتح مکہ کے وقت آپ کے ساتھ دس ہزار آدمی تھے[153]۔

منافقین کی جماعت ان کثیر التعداد نو مسلموں میں سے بہت سے ایسے بھی تھے جو محض مذہب کی خاطر مسلمان نہیں ہوئے تھے بلکہ اسلام کے غلبہ کو دیکھ کر رفتار زمانہ کی خاطر مسلمان ہو گئے تھے لیکن اُن کے دل اہل کفر و شرک کی طرف مائل تھے

اور جب موقعہ پاتے اُن کے ساتھ جا ملتے۔ ایسے لوگوں کو قرآن "منافق" کے نام سے یاد کرتا ہے۔ انہی لوگوں کی نسبت قرآن کہتا ہے کہ وہ "خدا کو اور مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں حالانکہ صرف اپنے آپ کو دھوکا دیتے ہیں اور اس بات کو نہیں سمجھتے۔ ان کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے۔ خدا نے ان کی بیماری کو بڑھا دیا۔ اُن کے جھوٹ بولنے کی وجہ سے ان کو دردناک عذاب ہوگا۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد برپا نہ کرو تو کہتے ہیں کہ ہم تو اصلاح کرتے ہیں۔ خبردار یہی لوگ مفسد ہیں مگر شعور نہیں رکھتے اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ جس طرح اور لوگوں نے ایمان قبول کیا ہے تم بھی ایمان لے آؤ تو کہتے ہیں کیا ہم بھی اِن جاہلوں کی طرح اسلام قبول کر لیں۔ درحقیقت یہی لوگ جاہل ہیں مگر اس بات کو نہیں سمجھتے۔ جب وہ مسلمانوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو ایماندار ہیں اور جب اپنے شیاطین کے پاس خلوت میں ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں اور مسلمانوں سے ہنسی ٹھٹھا کرتے ہیں" (سورہ بقر آیت ۷ - ۱۳)۔ اس گروہ کا سردار عبداللہ بن اُبی سلول تھا۔ آنحضرت کے مدینہ آنے سے پہلے اَوس اور خزرج یعنی انصار کے دونوں قبیلوں نے خانگی جنگوں سے تنگ آکر اس کے اقتدار کی وجہ سے بالاتفاق اُس کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا تھا اور اس کے واسطے ایک تاج بنوایا تھا[۵۱۷]۔ ابھی اس کی تاجپوشی کی رسم ادا نہیں ہوئی تھی کہ قوم انصار اسلام کی طرف رجوع ہوگئی۔ پس عبداللہ کو آنحضرت کا مدینہ آنا اور غالب ہونا نہایت شاق گذرا چنانچہ جب آنحضرت مدینہ گئے تو ایک دفعہ وہ آپ کو راستہ میں ملا تو آپ سواری سے اتر کر اس کو ملنے گئے اور اس کو دعوتِ اسلام دی اور قرآن سنایا۔ جب آپ اپنی نصیحت ختم کر چکے تو اس نے کہا "یہ تمہاری باتیں اچھی نہیں[۵۱۸]۔ اگر یہ حق ہیں تو تم اپنے گھر میں اُن کو سناؤ جو تمہارے پاس آئے اور جو تمہارے پاس نہ آئے تو اس کی مجلس میں جا کر ایسی باتیں کر کے خواہ مخواہ تکلیف نہ دیا کرو ہم سے پرے ہٹ کے رہو۔ تمہارے گدھے کی بُو نے ہم کو بہت تکلیف دی ہے[۵۱۹]"۔ پس مدت تک وہ شرک کی حالت پر رہا۔ بالآخر اسلام کا غلبہ دیکھ کر مجبور و لاچار ہو کر اسلام میں داخل ہوگیا لیکن تمام عمر منافق رہا اور نفاق کی حالت میں ہی مرا۔ پوری

سورۂ منافقون اس کی نسبت نازل ہوئی ہے۔ ایک اور شخص جلاس تھا۔ وہ بھی منافقین کے گروہ میں سے تھا اس نے آنحضرت کی نسبت کہا کہ "اگر یہ شخص سچا ہے تو ہم گدھوں سے بدتر ہیں"۔ جب آنحضرت نے اس سے بازپرس کی تو انکار کر گیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی "وہ اللہ کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ہم نے نہیں کہا حالانکہ انہوں نے بالضرور کلمۂ کفر کہا ہے اور اسلام لانے کے بعد کافر ہو گئے ہیں" (سورہ توبہ۔ آیت ۵۵) اس کا بھائی حرث بھی منافق تھا۔ وہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ احد میں نکلا لیکن موقعہ پاکر اس نے دو مسلمانوں کو قتل کر دیا اور قریش میں جاملا۔ ایک اور شخص بنتل بن حرث منافق تھا جو آنحضرت کے پاس آکر آپ سے باتیں کرتا اور پھر وہ باتیں منافقوں سے نقل کرتا اور کہتا محمد کان کا کچا ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی "بعض لوگ نبی کو ایذا پہنچاتے اور کہتے ہیں کہ وہ کان کا کچا ہے۔ تو کہہ کہ اس کا کان کا کچا ہونا تمہارے واسطے بہتر ہے" (سورہ توبہ آیت ۶۱)۔ معتب بن قشیر منافق نے جنگ احزاب کے وقت کہا کہ "محمد ہم سے قیصر اور کسریٰ کے خزانوں کا وعدہ کرتا ہے اور یہاں حال یہ ہے کہ ہم کو پاخانہ کے واسطے جانا بھی امن سے نصیب نہیں ہوتا"۔ منافقوں کا ایک گروہ مسجد ضرار کا بانی تھا۔ جس کا ذکر آگے آئیگا۔ جنگ خندق کے روز منافقین بہانہ کر کے اپنے گھروں کو لوٹ گئے تھے۔ منافقوں کے گروہ کی نسبت قرآن میں ایک عمدہ مثال ہے "ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ جلائی پھر جب اس آگ سے اس کے اردگرد کی جگہ روشن ہوگئی خدا نے ان کی روشنی کو بجھا دیا اور اندھیروں میں ان کو چھوڑ دیا کہ کچھ ان کو دکھائی نہیں دیتا۔ یہ لوگ حق بات کے سننے سے بہرے ہیں اور ان کے بولنے سے گونگے اور اس کے دیکھنے سے اندھے ہیں پس یہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آئینگے" (سورہ بقر آیت ۱۶)۔

بعض منافق ایسے بھی تھے جو مدینہ کی آب و ہوا کی ناسازگاری کا بہانہ کر کے آنحضرت سے اجازت لے کر باہر دیہات میں نکل گئے اور کھسکتے کھسکتے انہوں نے مشرکوں کے پاس جا پناہ لی (سورہ نسا آیات ۹۰۔۹۳)۔ قرآن منافقوں کی

کیفیت بیان کرکے کہتا ہے "منافق خدا کو فریب دیتے ہیں اور خدا انہیں فریب دیتا ہے۔ جب وہ نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو سستی سے کھڑے ہوتے ہیں۔ لوگوں کو دکھلاتے ہیں اور خدا کو یاد نہیں کرتے مگر تھوڑا۔ وہ اقرار اور انکار کے درمیان تردد میں ہیں۔ نہ ان میں نہ ان میں۔ بے شک منافق آگ کے طبقہ زیرین میں رہینگے" (سورہ نسا آیات ۱۴۱-۱۴۴)۔ یہ لوگ اسلام کا غلبہ دیکھ کر اور اس کی قوت اور طاقت سے متاثر ہو کر بظاہر اسلام کے حلقہ میں داخل ہو گئے تھے (مایدہ آیات ۵۷ و ۵۸)۔ ان منافقین کی جماعت میں مرد بھی تھے اور عورتیں بھی تھیں (سورہ توبہ آیات ۶۸-۷۰)۔ قرآن میں جا بجا منافقین کی جماعت پر سخت عذاب کا وعدہ ہے (سورہ نسا آیت ۱۳۷ وغیرہ)

منافقین جب موقعہ پاتے اسلام کے دشمنوں کے ساتھ خفیہ ریشہ دوانیاں کرتے۔ لیکن آنحضرت ان سے نہایت بردباری سے پیش آتے۔ چنانچہ جب عبداللہ بن ابی مرگیا تو آپ نے میت کو پہنانے کے لئے اپنا کرتہ دیا اور کہا کہ جب جنازہ تیار ہو جائے مجھے اطلاع دینا میں اسکی نماز جنازہ پڑھونگا۔ جب آپ اس کی نماز جنازہ پڑھنے لگے تو حضرت عمر نے کہا آپ نماز نہ پڑھیں وہ منافق تھا اور اس نے فلاں فلاں دن ایسا ایسا کہا تھا اور اللہ نے منافقوں کا جنازہ پڑھنے سے آپ کو منع کیا ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ مجھے پڑھنے اور نہ پڑھنے دونوں کا اختیار دیا گیا ہے اللہ نے فرمایا ہے "اے نبی تم منافقوں کے لئے چاہے استغفار کرو چاہے نہ کرو۔ اگر تم ان کے لئے ستر بار استغفار کرو گے تب بھی اللہ ان کو ہرگز نہ بخشیگا"۔ (سورہ توبہ آیت ۸۱) پھر آپ نے کہا "اگر مجھے معلوم ہو کہ ستر مرتبہ سے زیادہ دعا مانگنے سے خدا بخش دیگا تو میں ضرور ستر سے زیادہ مرتبہ دعا مانگتا"۔ پس آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ اس پر قرآن میں آیا "اے نبی منافقوں میں سے جو شخص مر جائے تم اس پر نماز نہ پڑھو اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہو۔ بے شک ان لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کا انکار کیا اور بدکاری کی حالت میں مر گئے"۔ (سورہ توبہ آیت ۸۵ و ۸۶)

آنحضرت کا یہ قاعدہ تھا کہ جہاں تک ہو سکتا ایسے لوگوں سے کبھی

تعرض نہ کرتے جو منہ سے کلمہ پڑھتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایک منافق نے مال غنیمت کی تقسیم کے وقت آپ کو کہا "یا محمد خدا سے ڈرو اور تقسیم کرنے میں امانت داری برتو" صحابہ میں سے ایک نے کہا "یا رسول اللہ میں اس کی گردن اڑا دوں!"۔ آپ نے جواب دیا کہ نہیں۔ وہ نماز پڑھتا ہے اور مسلمان ہے۔ صحابی نے کہا "بہت نمازی منافق بھی ہوتے ہیں" آپ نے جواب دیا کہ "مجھے اللہ نے یہ نہیں کہا کہ میں لوگوں کے دلوں میں نقب لگا کر دیکھوں اور نہ یہ حکم کیا ہے کہ میں ان کے پیٹ چیر کر معلوم کروں"۔

اسی طرح آپ نے ایک دفعہ اسامہ بن زید کو گروہ حرقہ کی طرف بھیجا۔ اس نے اس گروہ کو شکست دی۔ ایک آدمی نے جس کو مسلمانوں نے گھیر لیا تھا زبان سے کلمہ لا الٰہ الا اللہ پڑھا لیکن اسامہ نے اس کو قتل کر دیا۔ آنحضرت کو یہ معلوم ہوا تو آپ نے اسامہ سے پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ اس شخص نے اپنے بچاؤ کے لئے کلمہ پڑھا تھا اور وہ سچا مسلمان نہ تھا۔ آپ اسامہ سے سخت ناراض ہوئے اور آپ نے کہا "تو نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا۔ تجھ کو دل کا حال کیسے معلوم ہو گیا"۔

اہل یہود اور آنحضرت کے تعلقات
از ۱ھ تا ۸ھ

(۱)

یہود اور انصار کے تعلقات

ہم ذکر کر چکے ہیں کہ مدینہ میں اوس اور خزرج کے قبائل آباد تھے جو اسلام سے پہلے بت پرست تھے۔ یہ جنگجو قبیلے تھے اور دیگر قبائل کی طرح خانہ جنگی کی بیماری میں مبتلا رہتے تھے۔ ان میں سخت خونریز لڑائیاں ہوئیں یہاں تک کہ سب سے آخر کی جنگ میں دونوں قبیلوں کے نامور شجاع قتل ہو گئے۔ اس جنگ کا نام بعاث تھا۔ ان متواتر لڑائیوں کی وجہ سے دونوں قبائل کمزور ہو گئے تھے۔

اہل یہود کے تین قبیلے قینقاع۔ نضیر اور قریظہ مدینہ کے گرد و نواح میں آباد تھے۔ اور انہوں نے چھوٹے چھوٹے قلعے بنائے تھے جن میں وہ سکونت کرتے تھے۔ وہ

اولاد کی کثرت کی وجہ سے بیس قبیلوں کے قریب بن گئے تھے اور دولتمند تجارت پیشہ تھے۔ مدینہ میں ان کے مذہبی مدرسے تھے جن میں تورات کی تعلیم دی جاتی تھی۔ اوس اور خزرج کے بت پرست قبیلے گو مشرک تھے لیکن مذہبی طور پر یہود کے زیر اثر تھے۔ چنانچہ ان بت پرست قبائل میں جس شخص کی اولاد زندہ نہیں رہتی تھی وہ یہ منت مانتا تھا کہ اگر میرا بچہ زندہ رہا تو یہودی بنا دیا جائیگا۔ چونکہ یہ دولتمند تھے اس لئے اہل مدینہ (اوس اور خزرج) عموماً اُن کے مقروض رہتے تھے۔ اور ان کی سُود شرح بہت بڑی ہوتی تھی۔ یہودی بعض اوقات ایسا ظلم کرتے تھے کہ قرضہ میں بال بچوں اور عورتوں کو رہن رکھ لیا کرتے تھے۔ پس دینی اور دنیوی اعتبار سے ان کو اہل مدینہ پر تفوق اور اقتدار حاصل تھا۔

آنحضرت اور اہل یہود کا سلوک

جب آنحضرت مدینہ آئے تو آپ نے ہر ممکن طریق پر کوشش کی کہ آپ کا اتحاد اہل یہود کے ساتھ ہو جائے۔ آپ شروع ہی سے اہل یہود کی کتب سماوی کے مداح تھے اور انبیائے بنی اسرائیل کی رسالت کے قائل تھے۔ آپ نے اپنی رسالت اور قرآن کی صداقت کا انحصار اہل یہود کی کتب پر رکھا تھا۔ آپ نے ایک حد تک اپنی عیدیں۔ روزے اور رسوم اہل یہود کی عیدوں۔ روزوں اور رسوم کے مطابق ڈھالیں۔ آپ سولہ سترہ ماہ تک اہل یہود کے قبلہ کی طرف دن میں پانچ مرتبہ رُخ کرکے نماز پڑھتے رہے۔ جیسا ذکر ہو چکا ہے جب آپ مدینہ آئے تو آپ نے اہل یہود سے معاہدہ کیا۔ لیکن اسلام کی آمد سے اہل یہود کا اقتدار روز بروز کم ہونے لگ گیا اہل مدینہ مسلمان ہو گئے اور فتوحات کی وجہ سے دولت حاصل کرکے یہود کے قرضہ سے آزاد ہوتے جاتے تھے۔ آنحضرت یہود کو اُن کے بُرے افعال کی وجہ سے ملامت بھی کرتے تھے جس سے اُن کے دینی وقار میں بھی فرق آنے لگا۔ پس یہود آنحضرت کا وقار کم کرنے کے لئے آپ کے ساتھ پیچدار اور ذومعنی باتیں کرتے اور آپ کے ساتھ گستاخی سے پیش آتے۔ جب وہ آپ کو سلام کرتے تو "السلام علیکم" کہنے کی بجائے زبان کو دبا کر "سلام" کی لام کو حذف کر ڈالتے اور "السام علیکم" کہتے جسکے

معنی ہے کہ "تم پر موت آئے"۔[۹۱] سورہ نساء میں یہود کی ذومعنی باتوں کی ایک عمدہ مثال ملتی ہے "یہودیوں میں سے بعض ایسے ہیں کہ باتوں کو ان کے ٹھکانے سے بے ٹھکانے کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سمعنا وعصینا یعنی ہم نے تمہارا قول سنا اور تسلیم نہیں کیا اور پھر کہتے اسمع (یعنی جو ہم کہتے ہیں اس کو بھی تو سنو) غیر مسمع (یعنی خدا تم کو نہ سنوائے تم بہرے ہو جاؤ) پھر اپنی زبانیں مروڑ کر کہتے ہیں راعنا (جس کے ایک معنی ہیں کہ ہم نہیں سمجھے ہماری خاطر سے پھر فرمائیں اور دوسرے معنی یہ بھی ہوتے ہیں اے احمق شیخی باز۔ اگر حرف عین کو ذرا کھینچ کر کہہ دیا تو معنی ہو گئے "اے ہمارے گڈریے ادھر دیکھ"۔[۹۲]

یہود کی ان حرکات کی وجہ سے آیاتِ قرآنی میں ان کی مذمت ہونے لگی "وہ جھوٹ باتوں کے سننے والے اور حرام مال کے کھانے والے ہیں" (مائدہ ۴۶ تا ۴۷)۔ "وہ گناہ اور تعدی کی طرف بڑی تیزی سے بڑھتے ہیں"۔ "وہ سود خواری کرتے ہیں۔ حالانکہ ان کو سود سے منع کیا گیا تھا اور لوگوں کا مال ناحق کھا جاتے ہیں"۔ (ن آیت ۱۵۹)۔ "تم لوگوں کو تو نیکی کا حکم کرتے ہو اور خود اپنے نفسوں کو فراموش کرتے ہو حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو۔ پس تم عقل نہیں رکھتے" (بقر آیت ۴۴) وغیرہ وغیرہ۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہود اسلام اور مسلمانوں کے بدخواہ ہو گئے اور اسلام کی عظمت اور وقار کو کم کرنے کے در پے ہو گئے۔ چنانچہ اسلام اور یہودیت میں جدائی کی خلیج وسیع ہوتی گئی۔ بالآخر نماز کے وقت یروشلم سے کعبہ کی جانب رخ بدلنے سے تمام تعلقات قطع ہو گئے اور قرآن میں آیا "اگر تو اہل کتاب کے پاس ساری نشانیاں لائے وہ تیرے قبلہ کے تابع نہ ہونگے اور تو بھی ان کے قبلہ کا تابع نہ ہو گا اور اگر تو ان کی خواہشوں کے تابع ہو گا بعد اس کے کہ تجھ کو علم حاصل ہو چکا ہے تو تو ظالموں میں سے ہو جائیگا"۔ (بقر آیت ۱۴۰)۔

(۲)

جنگِ بنی قینقاع | جب جنگِ بدر میں آنحضرت کو فتح حاصل ہوئی اور

اسلام کا غلبہ بڑھنے لگا تو یہود کو یہ اندیشہ لاحق ہوا کہ اب اُن کا اقتدار کم ہو جائیگا چنانچہ بنی قینقاع نے سب سے پہلے اس معاہدہ کو توڑا جو یہودیوں اور آنحضرتؐ میں ہوا تھا۔ جنگ کی ابتدا یوں ہوئی کہ بنی قینقاع کے لوگوں نے انصار کی ایک عورت کی بر سر بازار بے حرمتی کی۔ جب عورت نے غل مچایا تو ایک مسلمان نے اس بے حرمت کرنے والے یہودی کو قتل کر دیا۔ یہودیوں نے مسلمان کو قتل کر دیا۔ مسلمان بھی جمع ہو گئے اور یہودیوں اور مسلمانوں میں فتنہ برپا ہو گیا۔ آنحضرتؐ کو واقعہ کی اطلاع ہوئی۔ آپ نے یہود کو کہا "اے قوم یہود۔ خدا سے ڈرو ایسا نہ ہو کہ تم پر بھی وہی عذاب نازل ہو جو قریش مکہ پر جنگ بدر میں نازل ہوا تھا"۔ انہوں نے کہا "اے محمد تو قریش کو قتل کر کے اترا رہا ہے وہ لوگ جاہل تھے اور جنگ کے فنون سے ناواقف تھے۔ اللہ کی قسم اگر ہم سے تم نے جنگ کی تو تم کو ہماری کیفیت معلوم ہو جائیگی"۔

اس پر آنحضرتؐ نے ان پر خروج کیا وہ قلعہ بند ہو گئے۔ آپ نے پندرہ روز تک ان کا محاصرہ کیا۔ بالآخر مجبور ہو کر انہوں نے اطاعت اختیار کی۔ عبداللہ بن اُبَےّ سلول منافق ان یہودیوں کا حلیف تھا وہ آنحضرتؐ کے پاس آیا اور ان کے واسطے عفو کی درخواست کی۔ حضرتؐ نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا لیکن اس نے آپ کی زرہ کا دامن پکڑ لیا اور کہا کہ جب تک آپ ان کی جاں بخشی نہ کرینگے میں آپ کا دامن نہیں چھوڑونگا۔ آپ کا چہرہ غصہ کے مارے لال ہو گیا لیکن وہ اپنی بات پر قائم رہا۔ ناچار ہو کر آپ نے فرمایا "جا۔ میں نے ان کو تیری خاطر معاف کر دیا"۔ آپ نے ان کے قتل سے درگذر کیا اور ان کو اذرعات میں جو شام کے علاقہ میں ہے جلاوطن کر دیا۔ یہ سات سو شخص تھے۔ جن میں سے تین سو زرہ پوش تھے۔ یہ جنگ ماہ شوال ۲ھ میں واقع ہوئی۔ عبداللہ بن اُبَےّ سلول کی کارگذاری پر یہ آیت نازل ہوئی "اے ایمان والو تم یہود اور نصاریٰ سے دوستی نہ کرو اور جو شخص تم میں سے ان سے دوستی کریگا وہ انہیں میں سے ہے بے شک خدا ظالموں کی ہدایت نہیں کرتا۔ اے رسول تو ان لوگوں کو دیکھتا ہے جن کے دل میں (نفاق کی) بیماری ہے کہ وہ یہود کی محبت میں دوڑتے ہیں اور کہتے ہیں

کہ ہم کو خوف ہے کہ (اسلام کے سبب) ہم پر کوئی آفت نہ آجائے پس عنقریب ہے کہ خدا اپنے رسول کو فتح عنایت کرے یا یہود کے قتل کرنے کا حکم دے تب یہ لوگ یہود کی محبت پر جس کو انہوں نے اپنے دلوں میں چھپا رکھا ہے نادم ہونگے" (سورۂ مائدہ آیات ۵۶ - ۵۸)

(۳)

قتل کعب بن اشرف

مدینہ میں ایک یہودی کعب بن اشرف نہایت ذی عزت اور دولتمند شخص تھا - اس نے یہودی ربیوں کے لئے وظیفے مقرر کر رکھے تھے۔ وہ شاعر بھی تھا لیکن اسلام سے اس کو سخت عداوت تھی ۔ جب جنگِ بدر میں قریش کو شکست اور مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی تو اس کو سخت قلق ہوا۔ وہ مکہ گیا اور قریش کو ان کے مقتول رشتہ داروں کا نام لے کر کہتا " اگر یہ سچ ہے کہ فلاں فلاں مارا گیا ہے تو زمین کا پیٹ اس کی پیٹھ سے بہتر ہے کیونکہ یہ لوگ زمین کے پیٹ میں ہیں[۵۲]"۔ وہ بدر کے مقتولوں پر روتا تھا اور ان کے اقرباء کو آنحضرت کے خلاف بھڑکاتا تھا اور اشعار سنا سنا کر ان کو مقابلہ کے لئے ابھارتا تھا۔ مدینہ میں واپس آکر اس نے آنحضرت کی ہجو میں اشعار کہنا اور لوگوں کو آنحضرت کے خلاف برانگیختہ کرنا شروع کر دیا وہ ایک بد طینت شخص تھا اور عورتوں سے اکثر چھیڑ چھاڑ کیا کرتا تھا۔[۵۳] جب آنحضرت کو اس کی فتنہ پردازی کی اطلاع ہوئی آپ نے صحابہ سے پوچھا کہ کون اس دنیا کو ایسے شخص کے وجود سے پاک کریگا جس نے اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف دی ہے۔[۵۴] محمد بن مسلمہ نے اس فرض کو سرانجام دینے کا ذمہ لیا۔ وہ اور ابو نائلہ جو کعب کا رضاعی بھائی تھا کعب کے پاس گئے اور کہنے لگے[۵۵] "جب سے یہ شخص محمد ہمارے پاس آیا ہے ہم پر طرح طرح کی بلائیں اور مصیبتیں نازل ہو گئی ہیں۔ تمام عرب ہمارا دشمن ہو گیا ہے۔ ہم بھوکوں مرنے لگے ہیں کچھ سامانِ خورد و نوش ہمیں دے اور اس کے بدلہ ہماری چیزیں رہن رکھ لے"۔ کعب نے جواب دیا " تم اپنی اولاد رہن رکھ دو"۔ انہوں نے کہا " اس میں ہماری فضیحت ہے"۔ اس نے کہا " اچھا اپنی عورتوں کو

رہن رکھ دو۔" انہوں نے جواب دیا کہ "تم ایک حسین نوجوان ہو ہم اپنی عورتوں کو کس طرح رہن رکھ دیں۔ ہمارے ہتھیار رہن رکھ لے۔" رات کے وقت وہ ہتھیار لے کر کعب کے گھر گئے اور اس کو گھر سے باہر بلایا۔ اس کی نئی شادی ہوئی تھی۔ اور اس نے اپنے بالوں میں خوشبو لگا رکھی تھی۔ انہوں نے بال سونگھنے کے بہانہ سے اس کی گردن پکڑ کر زمین پر دے مارا اور قتل کر ڈالا۔ یہ واقعہ ربیع الاول سنہ ۳ھ کا ہے۔ کعب بن اشرف کا عبرتناک انجام دیکھ کر یہودی مسلمانوں سے کانپنے لگے۔

(۴)

یہود اور آنحضرت کی مخالفت

آنحضرت اہل یہود کو اسلام کی دعوت دیتے تھے اور قرآنی آیات ان کو سناتے تھے "اے اہل کتاب تم اس کتاب پر ایمان لاؤ جو نازل ہوئی ہے اور جو تصدیق کرتی ہے اس کتاب کی جو تمہارے پاس ہے اور تم پہلے اس کے ساتھ کفر نہ کرو تاکہ پچھلے لوگوں کے کفر کا بھی تم پر گناہ نہ ہو اور خدا سے خوف کرو اور حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ اور حق کو پوشیدہ نہ کرو جب کہ تم جانتے ہو۔" "اے بنی اسرائیل ہم نے تم سے عہد لیا کہ سوا خدا کے اور کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین اور قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ احسان کرو اور لوگوں سے اچھی بات کرو اور نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو پھر تم اس سے پھر گئے اور صرف چند لوگ اس پر قائم رہے۔" "جب کوئی رسول تمہارے پاس کوئی ایسے احکام لے کر آیا جن کو تمہارا نفس نہ چاہتا تھا تب تم نے کسی کو جھٹلایا اور کسی کو قتل کیا۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے دل تو پردہ میں ہیں۔ ان کے کفر کے سبب اللہ نے ان پر لعنت کی ہے۔ پس ان میں سے تھوڑے آدمی ایمان لاتے ہیں۔" یہود جواب میں حضرت کو کہتے تھے۔ "اے محمد۔ تم ہمارے پاس کوئی ایسی چیز نہیں لائے جس سے ہم تم کو پہچان لیں اور نہ خدا نے تم پر کوئی ایسی نشانی ظاہر کی جس سے ہم تم کو جان لیں۔" اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی "بے شک ہم نے تمہاری طرف ظاہر اور روشن نشانیاں نازل کی ہیں اور صرف فاسق ہی ان کا انکار کرتے ہیں۔" آنحضرت کے مدینہ آنے سے پہلے

یہود آنے والے نبی (مسیح موعود) کی طفیل اوس اور خزرج یعنی مدینہ کے قبائل پر فتح کی دعا کیا کرتے تھے پس جب اہل مدینہ مسلمان ہوئے تو انہوں نے یہود کو کہا "اے یہود خدا سے ڈرو۔ پہلے تو تم ہم کو محمد کی نسبت خبر دیتے تھے کہ وہ مبعوث ہونے والے ہیں اور اب ان پر ایمان کیوں نہیں لاتے ہو"۔ یہود ان کو جواب دیتے تھے کہ "جس آنے والے نبی کا ہم ذکر کیا کرتے تھے وہ محمد نہیں ہے اس کے پاس کوئی ایسی علامت نہیں جس سے ہم اس کو پہچانیں"۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی "جب اُن کے پاس خدا کی طرف سے کتاب آئی جو اُس کتاب کی تصدیق کرتی ہے جو ان کے پاس ہے جس کے ساتھ یہ پہلے دعائے فتح کیا کرتے تھے تو پھر وہ منکر ہو گئے۔ پس کافروں پر اللہ کی لعنت ہے"۔ ایک دفعہ یہود آنحضرت کے پاس آئے اور کہنے لگے "اے محمد آسمان پر سے ہمارے واسطے ایک کتاب نازل کراؤ جس کو ہم پڑھیں اور زمین میں ہمارے واسطے نہریں جاری کر تو ہم تم پر ایمان لائینگے"۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی "کیا تم چاہتے ہو کہ رسول سے ایسے سوال کرو جیسے موسیٰ سے پہلے کئے گئے تھے۔ جس نے ایمان سے کفر کو بدلا وہ راستہ سے گمراہ ہو گیا"۔ ایک اور دفعہ یہود نے سوال کیا "اگر تم رسول ہو تو خدا سے کہو کہ ہم سے کلام کرے تاکہ ہم اس کے کلام کو سنیں"۔ اس پر یہ آیات اُتریں "جاہل کہتے ہیں خدا ہم سے کلام کیوں نہیں کرتا یا ہمارے پاس نشانی کیوں نہیں آتی۔ ایسا ہی ان سے پہلے لوگوں نے بھی کہا تھا"۔ دعوت اسلام کے جواب میں یہود کہتے تھے "ہم تو اپنے باپ دادا کے دین پر چلتے ہیں" اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی "جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کرو جو خدا نے نازل کیا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اس طریقہ کی پیروی کرتے ہیں جو ہمارے باپ دادوں کا تھا حالانکہ ان کے [illegible] ہی باپ دادا نہیں جانتے تھے اور ہدایت یافتہ نہ تھے"۔ ایک دفعہ چند یہود آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے "اے محمد خدا نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے تم یہ بتاؤ کہ خدا کو کس نے پیدا کیا ہے"۔ اس کے جواب میں سورہ اخلاص نازل ہوئی "اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اس نے

کسی کو جنا اور نہ وہ خود کسی سے جنا گیا ہے اور اس کے جوڑ کا کوئی نہیں"۔ بعض یہود نے صلاح کی کہ اسلام کی بے اعتباری ظاہر کرنے کیلئے ہم اسلام کو قبول کر کے پھر اس کا انکار کر دینگے۔ اس طرح مسلمان بھی یہ خیال کر کے اسلام سے منکر ہو جائینگے کہ اگر یہ دین بہتر ہوتا تو یہود کیوں پھر جاتے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی" اہل کتاب میں سے ایک گروہ کہتا ہے کہ مسلمانوں پر جو اترا ہے اس پر صبح کو ایمان لے آؤ اور شام کو اس سے پھر جاؤ۔ شاید کہ وہ مسلمان بھی اسلام سے پھر جائیں" (آل عمران آیت ۶۵) وہ یہاں تک اسلام کی مخالفت پر تُلے تھے کہ مشرک بت پرستوں کو کہتے تھے کہ اسلام سے بت پرستی بہتر ہے" وہ کافروں کی نسبت کہتے ہیں کہ مسلمانوں سے وہ زیادہ ہدایت یافتہ ہیں" (نسا آیت ۵۴)

اس مخالفت کا نتیجہ یہ ہوا کہ آنحضرت کو اہل یہود کا اعتبار نہ رہا۔ چنانچہ جب یہودی تورات کا عبرانی سے عربی زبان میں ترجمہ کر کے مسلمانوں کو اس کی باتیں بتاتے تھے تو آنحضرت نے حکم دیا کہ ان یہود کی باتوں کو بالکل سچ بھی نہ مان لیا کرو اور بالکل جھوٹ بھی نہ کہو بلکہ مجمل یہ کہو کہ ہم ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور اس کی آسمانی کتابوں پر جو اس نے ہماری طرف اتاری ہیں[۵۶]

ایک مرتبہ یہود ایک زانی یہودی کو اور زانیہ عورت کو پکڑ کر آنحضرت کے پاس لے آئے۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ تورات کے مطابق ان کی کیا سزا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم دونوں کے منہ کالے کر کے کوڑے مارتے ہیں۔ آپ نے کہا کہ تورات میں تو زانی کو پتھراؤ کرنے کا حکم ہے۔ انہوں نے انکار کیا۔ آنحضرت نے ان کو تورات لانے کو کہا۔ چنانچہ وہ آیت رجم پر ہاتھ رکھ کر ادھر ادھر سے پڑھنے لگے اور آیت رجم کو چھوڑ گئے۔ عبداللہ بن سلام نے ان کا ہاتھ ہٹایا اور کہا یہ کیا ہے تب اور یہودیوں نے کہا کہ یہ آیت رجم ہے۔ اس پر آنحضرت نے زانی اور زانیہ کو سنگسار کرنے کا حکم دیا۔[۵۷]

مرشاس بن قیس ایک بوڑھا یہودی تھا اس نے دیکھا کہ اسلام کا غلبہ

انصار کے قبائل اوس اور خزرج کے باہمی محبت کی وجہ سے ہے پس اس نے ان میں نفاق ڈالنے کی ٹھان لی اور ایک جوان کو کہا کہ تو ان کے پاس جا کر جنگ بعاث کا ذکر چھیڑ دے۔ یہ جنگ اوس و خزرج کی آخری جنگ تھی جس میں دونوں قبائل کے نامور سردار کام آئے تھے۔ اس یہودی نے اس جنگ کا تذکرہ چھیڑ کر دونوں قبائل میں آگ لگا دی اور دونوں ہتھیار بند ہو کر جنگ کے لئے نکل آئے۔ آنحضرتؐ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو آپ صحابہ کے ساتھ آئے اور دونوں قبائل کو لڑائی سے باز رکھا۔ ۹۵
اس آیت میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے "اے ایمان والو۔ اگر تم اہل کتاب کی بات مانو گے تو وہ تم کو ایمان لانے کے بعد پھر کافر بنا دینگے اور تم کیوں کافر بنتے ہو جبکہ تم پر اللہ کی آیات پڑھی جاتی ہیں اور اللہ کا رسول تم میں موجود ہے۔ جس شخص نے اللہ کو مضبوط پکڑا وہ سیدھے راہ کی طرف ہدایت کیا گیا ہے۔" (آل عمران آیت ۹۵)

(۵)

جنگ بنی نضیر

عمرو بن امیہ نے بنی عامر کے دو آدمی قتل کر دئے تھے۔ آنحضرتؐ بنی نضیر کے یہود کے پاس اس کے خون بہا کے متعلق مطالبہ کرنے گئے۔ انہوں نے قبول کر لیا لیکن پوشیدہ انہوں نے یہ مشورہ کیا کہ دیوار پر سے پتھر لڑھکا کر آنحضرتؐ کو قتل کر دیا جائے۔ جونہی آنحضرتؐ کو اس خفیہ سازش کا پتہ لگا آپ مدینہ چلے گئے اور بنی نضیر سے جنگ کرنے کی تیاری کی۔ ادھر عبداللہ بن ابی منافق نے یہود کو کہلا بھیجا کہ تم جنگ کرنا۔ بنی قریظہ تمہاری مدد کرینگے اور میں بھی تمہارے ساتھ جنگ میں شریک ہونگا۔ بنی نضیر کو اپنے قلعہ پر بھی ناز تھا۔ قرآن میں اسی واقعہ کی نسبت اس آیت میں اشارہ ہے "منافق اپنے کافر بھائیوں کو کہتے ہیں کہ اگر تم (مدینہ سے) نکالے گئے تو ہم بھی تمہارا ساتھ دینگے اور تمہارے متعلق کسی کا کہنا نہ مانینگے۔ اور اگر کسی نے تم سے جنگ کی تو ہم ضرور تمہاری مدد کو آئینگے" (حشر آیت ۱۱)

بنی نضیر کے یہود قلعہ بند ہو گئے۔ آنحضرتؐ نے محاصرہ کر لیا۔ چھ روز کے

محاصرہ کے بعد آپ نے حکم دیا کہ اُن کے باغات کاٹ دیئے جائیں اور کھیتوں میں آگ لگا دی جائے۔ تب بنی نضیر نے غل مچایا کہ اے محمد ہم کو فساد کرنے سے منع کرتے ہو اور مفسد کو بُرا کہتے ہو اب ہمارے باغوں کو کیوں کٹواتے ہو؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔[۵۹] "جو کھجور تم نے قطع کی اور جس کو تم نے قائم رہنے دیا سو اللہ کے حکم سے تھا اور اس لئے تھا کہ خدا فاسق لوگوں کو رسوا کرے" (حشر آیت ۵)۔ بنی نضیر محاصرہ کے وقت سے بنی قریظہ اور عبداللہ بن اُبّی کی راہ دیکھتے تھے لیکن نہ تو بنی قریظہ آئے اور نہ عبداللہ بن اُبّی منافق ان کی مدد کو پہنچا پس پندرہ روز کے محاصرے کے بعد لاچار ہو کر انہوں نے کہلا بھیجا کہ اگر آپ ہماری جان بخشی کریں اور جس قدر مال ہم اونٹوں پر لے جا سکیں اس کے لے جانے کی اجازت دیں تو ہم اس جگہ سے چلے جائینگے۔ آپ نے یہ شرط منظور کر لی اور وہ اپنا کل مال و اسباب اونٹوں پر لاد کر لے گئے۔ بعض ملک شام کو چلے گئے اور بعض خیبر میں جا بسے۔ جب وہ اپنا مال اور اپنی اولاد اور عورتوں کو لے کر روانہ ہوئے تو وہ مزامیر گاتے بجاتے تھے اور ان کی عورتیں گیت گاتی اور دف بجاتی نکلیں۔ ان میں سے صرف دو آدمیوں نے اسلام قبول کیا جن میں سے ایک اُس شخص کا بھائی تھا جس نے آنحضرت پر دیوار پر سے پتھر لڑھکانا چاہا تھا۔ آنحضرت نے اس کو اس کے بھائی کے ارادہ کی خبر دی تو اس نے اپنے بھائی کو قتل کروا دیا۔ بنی نضیر کی فتح کا حال سورہ حشر میں ہے جو تمام کی تمام اس واقعہ کے متعلق ہے۔ چنانچہ چند آیات ذیل میں نقل کی جاتی ہیں:۔

"وہی خدا ہے جس نے ذلت کے ساتھ ان کافروں کو گھروں سے نکالا جو اہل کتاب میں سے تھے۔ تمہارا یہ خیال تھا کہ وہ نہ نکلیں گے اور وہ خیال کرتے تھے کہ ان کے قلعے ان کو خدا سے بچا لیں گے پس خدا کا عذاب ان پر اس جگہ سے آیا جہاں سے ان کو گمان بھی نہ تھا۔ اور ان کے دل مرعوب ہو گئے وہ اپنے گھروں کو اپنے اور مسلمانوں کے

ہاتھوں سے خراب کرتے ہیں پس اے دیکھنے والو عبرت پکڑو"
(سورہ حشر آیت ا و ۲)۔ "تم نے ان پر نہ گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ
لیکن خدا اپنے رسول کو جس پر چاہتا ہے مسلط کر دیتا ہے اور
خدا ہر شئے پر قادر ہے" (سورہ حشر آیت ۶)۔ بنو نضیر کی جلاوطنی
کی بابت قرآن میں ہے " اگر خدا ان کے واسطے جلاوطنی نہ لکھتا
تو ضرور ان کو دنیا میں عذاب دیتا اور آخرت میں ان کے واسطے
آگ کا عذاب ہے" (سورہ حشر آیت ۳)۔

جو مال بنی نضیر اپنے گھروں میں چھوڑ گئے تھے اس کی نسبت یہ حکم نازل ہوا "جو کچھ دولت اور مال گاؤں والوں کا خدا نے اپنے رسول کو دیا وہ خدا اور رسول اور اس کے قرابت والوں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کیواسطے ہے تاکہ وہ مال اور دولت دولتمندوں کے ہاتھوں میں پھرنے والی نہ ہو اور جو کچھ رسول تم کو دے اس کو لو اور جو نہ دے اس سے باز رہو" (سورہ حشر آیت ۷)
آنحضرت نے اس مال و دولت کو مہاجرین پر تقسیم کر دیا۔

جب بنی نضیر جلا وطن ہوئے تو انہوں نے چاہا کہ انصار کی اولاد جنہوں نے یہودی مذہب اختیار کیا تھا اپنے ہمراہ لے جائیں لیکن انصار نے ان کو روکا اور مزاحمت کر کے کہنے لگے کہ ہم ان کو نہ جانے دینگے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی لا اکراہ فی الدین "یعنی دین میں کوئی جبر روا نہیں" (سورہ بقر آیت ۲۵۷)۔

بنی نضیر کا غزوہ ربیع الاول ۴ھ میں ہوا۔

(۶)

جنگ بنی قریظہ

بنی نضیر کے یہود جو جلاوطن ہو گئے تھے آنحضرت اور اسلام کے جانی دشمن تھے۔ ان کے رؤسا حیی بن اخطب۔ سلام بن ابی الحقیق کنانہ بن الربیع وغیرہ نے خیبر پہنچ کر آنحضرت کے خلاف سازش کی اور مکہ جاکر

انہوں نے قریش کو اور قبیلۂ غطفان کو اور قبیلۂ بنو سعد کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ آنحضرتؐ سے جنگ کریں۔ اس کے بعد حیی بن اخطب قبیلہ بنی قریظہ کے سردار کعب بن اسد کے پاس پہنچا۔ اس یہودی قبیلہ نے آنحضرتؐ کے ساتھ معاہدہ کیا ہوا تھا لیکن حیی بن اخطب کے کہنے سننے سے وہ معاہدہ کو توڑنے پر رضامند ہو گیا[114] اور اس نے حیی سے وعدہ کیا کہ اگر جنگ میں فتح مسلمانوں کو ہوئی تو شکست خوردہ افواج اس کے قلعہ میں پناہ گزین ہو جائیں۔ قبائل نے جو جنگ آنحضرتؐ کے ساتھ کی وہ "جنگ احزاب" کے نام سے مشہور ہے یہ لڑائی ذیقعد ۵ھ میں ہوئی جس کا مفصل حال ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔

جب آنحضرتؐ کو معلوم ہوا کہ بنی قریظہ نے معاہدہ توڑ دیا ہے تو آپ نے قبیلہ اوس اور خزرج کے دونوں سرداروں کو بنی قریظہ کے پاس بھیجا تاکہ معلوم کریں کہ یہ خبر صحیح ہے یا نہیں۔ جب وہ بنی قریظہ کے پاس گئے تو وہ ان سرداروں کے ساتھ بدکلامی کرنے لگے۔ بنی قریظہ کے سردار کعب نے کہا "میں تمہارے رسول اللہ کو نہیں جانتا اور نہ محمد سے میرا کوئی عہد و پیمان ہوا تھا۔"

جب مسلمان جنگ احزاب سے فارغ ہوئے تو آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ لوگ ہتھیار نہ کھولیں اور عصر کی نماز بنی قریظہ کے میدان میں جا پڑھیں۔ جب حضرت علیؓ بنی قریظہ کے قلعوں کے پاس پہنچے تو انہوں نے آنحضرتؐ کو گالیاں دیں اور برا بھلا کہنا شروع کیا اور قلعہ بند ہو گئے[115]۔ آنحضرتؐ نے پچیس دن تک ان کا محاصرہ کیا۔ [116] حضرتؐ نے حسان کو حکم دیا کہ تم یہود کی ہجو کرو کیونکہ جبرئیل تمہارے ساتھ ہے۔ آخر جب یہود لاچار ہو گئے تو ان کے سردار کعب بن اسد نے کہا "یا تو تم اسلام اختیار کر کے محمد کے مطیع ہو جاؤ اور یا جان توڑ کر اس سے لڑو۔ آج شب کو اچانک ان پر شبخون مارو تو کامیاب ہو جاؤ گے"۔ انہوں نے کہا "ہم تورات شریف کو چھوڑتے نہیں ہم ہرگز اسلام اور محمد کو قبول نہ کریں گے۔ اور آج کا دن سبت کا ہے ہم آج شبخون نہیں کریں گے"۔ [117] پھر آخر آنحضرتؐ کے حکم کے مطابق انہوں نے ہتھیار ڈال دئے۔

تب قبیلہ اوس کے لوگ آنحضرت کے پاس آئے اور کہا کہ آپ نے بنی قینقاع کو ان کے
حلیف خزرج کے رئیس عبداللہ بن اُبی سلول کی درخواست کو قبول کر کے چھوڑ دیا تھا
بنی قریظہ ہمارے حلیف ہیں ہماری خاطر ان کی بھی جان بخشی کر دیں۔ آنحضرت نے
اوس کو کہا اچھا۔ ان کے حق میں ہم کو تمہارے سردار سعد بن معاذ کا فیصلہ منظور
ہے۔ سعد جنگِ احزاب میں زخمی ہو گیا تھا۔ وہ آنحضرت کے پاس لایا گیا۔ اس نے
یہ فیصلہ کیا کہ بنی قریظہ کے بالغ قتل کئے جائیں اور عورتیں اور بچے قید کئے جائیں اور
مال و اسباب بطور غنیمت مسلمانوں میں تقسیم کیا جائے[13]۔ آنحضرت نے کہا "اے سعد
تو نے آسمانی فیصلہ کیا"۔ پس بنی قریظہ میں سے ہر شخص نام بنام پکارا اور قتل کیا جاتا
تھا۔ حیی بن اخطب جنگِ احزاب سے بنی قریظہ کے پاس پناہ گزیں ہو گیا تھا جب
اس کے قتل کی باری آئی تو اس نے آنحضرت کی طرف نظر اٹھا کر کہا "میرے نفس نے
تمہاری عداوت کرنے پر مجھے کبھی ملامت نہیں کی مگر جس کو خدا شکست دے وہ
شکست کھاتا ہے"۔ پھر اس نے لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر کہا "اے بنی اسرائیل۔
خدا کا حکم اور اس کی تقدیر اسی طرح تھی۔ اس کے حکم کی تعمیل میں کچھ مضائقہ نہیں"[14]۔
مقتولین کی تعداد میں اختلاف ہے بعض چھ سو کہتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ نو
ان میں صرف ایک عورت تھی جس نے قلعہ پر سے پتھر لڑھکا کر ایک مسلمان کو
تھا۔ وہ اس قصاص میں قتل کر دی گئی۔ قتل سے پہلے وہ حضرت [illegible]
نہایت اطمینان کے ساتھ گفتگو کرتی اور ہنستی تھی۔ جب اس کا نام پکارا گیا تو وہ
خوشی خوشی مقتل کی طرف گئی اور اس کی گردن ماری گئی[15]۔

پھر آنحضرت نے بنی قریظہ کی عورتوں اور بچوں اور ان کے مال و اسباب کو
مسلمانوں پر تقسیم کر دیا چنانچہ قرآن میں ہے "بعضوں کو تم نے قتل کر دیا اور بعض
کو تم نے قید کیا اور خدا نے ان کی زمین۔ ان کے مکانات اور ان کی دولت تم کو
میراث میں دیدی" (احزاب آیت ۲۶)۔ آنحضرت نے ایک عورت ریحانہ بنت عمرو
اپنے واسطے پسند کی۔ وہ اسلام لے آئی اور آپ کی ملکیت ہو گئی۔

بنی قریظہ کی جنگ ماہ ذیقعدہ ۵ھ میں ہوئی۔

(۷)

قتل سلام بن ابی الحقیق

بنی نضیر کے رؤساء میں سے جو جلاوطن ہوئے تھے بعض خیبر کو چلے گئے تھے۔ وہاں جاکر حیی بن اخطب اور سلام بن ابی الحقیق وغیرہ نے قریش مکہ اور دیگر قبائل کو ابھار کر جنگِ احزاب کی بنیاد ڈالی۔ بنی قریظہ کے جنگ کے بعد حیی بن اخطب قتل کیا گیا۔ اب ان رؤساء میں سے جنہوں نے اس جنگ کا فتنہ شروع کیا تھا سلام بن ابی الحقیق زندہ رہ گیا تھا۔ وہ ایک نہایت دولتمند تاجر اور صاحب اثر شخص تھا۔ جب مسلمانوں نے جنگِ احزاب اور بنی قریظہ کی مہم سے فراغت پائی تو عبداللہ بن عتیک نے جو قبیلہ خزرج کا تھا آنحضرت کی اجازت سے سلام بن ابی الحقیق کو رات کے وقت قتل کر دیا[17]۔ یہ واقعہ رمضان ۶ھ کا ہے۔

(۸)

جنگ خیبر

سلام بن ابی الحقیق کے قتل کے بعد یہود نے اسیر بن زرام کو اس کا جانشین بنایا۔ اسیر نے قبیلہ غطفان میں دورہ کیا۔ یہ قبیلہ بڑا صاحب اثر ہتھیار یہود خیبر کا حلیف تھا کیونکہ خیبر کے متصل آباد تھا۔ جب آنحضرت کو اطلاع بنی قریظہ کے بعد کوچ کیا۔ اہل غطفان خیبر والوں کی امداد کے لئے چلے لیکن ان کو کچھ شہروں کی نسبت کھٹکا ہوا تو واپس لوٹ گئے۔ آنحضرت نے خیبر کے قلعوں کو یکے بعد دیگرے فتح کرنا شروع کیا۔ سب سے پہلے قلعہ ناعم پر چڑھائی ہوئی اور محمود بن مسلمہ نے حملہ کیا۔ کنانہ بن ربیع سردار قلعہ نے جو ابو الحقیق کا پوتا تھا فصیل پر سے چکی کا پاٹ اس کے سر پر گرا دیا جس کے صدمہ سے وہ مر گیا لیکن قلعہ ناعم فتح ہو گیا۔ خیبر کے قلعوں میں سب سے حصین قلعہ قموص تھا۔ مرحب اس قلعہ کا سردار تھا۔ آنحضرت نے ابوبکر اور عمر کو اس قلعہ کے فتح کرنے کے لئے بھیجا لیکن وہ ناکام ہو کر واپس آئے[18]۔ پھر آپ نے علی کو بھیجا۔ مرحب یہ رجز

پڑھتا ہوا قلعہ سے نکلا "خیبر کو یہ علم ہے کہ میں مرحب ہوں۔ بہادر ہوں۔ تجربہ کار ہوں اور سلاح پوش ہوں"۔ اس کے جواب میں علی نے کہا "میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام شیر رکھا تھا میں شیرِ نیستاں کی طرح مہیب ہوں"۔ یہ کہہ کر آپ نے اس زور سے مرحب پر تلوار ماری کہ لوہے اور پتھر کے دونوں خود کاٹتی ہوئی سر کو کاٹ کر دانتوں تک اتر آئی۔ آخر بیس روز کے محاصرہ کے بعد یہ قلعہ بھی سر ہوگیا۔ خیبر کے قلعوں کو اس شرط پر جان کی اماں ملی کہ وہ اپنا تمام مال دیدیں اور خیبر کی پیداوار کا نصف حصہ آنحضرتؐ کو خراج کے طور پر دینگے[۱۹]۔ خیبر نہایت زرخیز مقام تھا اور خیبر کے یہودی پہلے خراج گذار ہوئے۔

کنانہ بن ربیع گرفتار ہو کر آنحضرتؐ کے پاس آیا۔ اس کے پاس بنی نضیر کا خزانہ تھا۔ آپ نے اس سے خزانہ کی نسبت پوچھا لیکن اس نے باوجود ایذا دہی کے خزانہ کے مقام کا پتہ نہ دیا[۲۰]۔ پھر آپ نے اس کو محمد بن مسلمہ کے حوالے کر دیا جس کے بھائی محمود کو اس نے قلعہ ناعم کی فصیل پر سے چکی کا پاٹ گرا کر ہلاک کر دیا تھا۔ پس محمد بن مسلمہ نے اس کو قتل کر دیا۔

جنگِ خیبر میں مسلمان عورتیں بھی زخمیوں کی مرہم پٹی وغیرہ کے لئے فوج کے ہمراہ تھیں۔ پس آنحضرتؐ نے ان کو بھی مالِ غنیمت میں سے حصہ عطا کیا۔

حضرت کو زہر دینا

جب آنحضرتؐ اس جنگ سے فارغ ہو گئے تو ایک یہودیہ عورت زینب بنت حارث زوجہ سلام نے جو مرحب کی بہن تھی اور جس کا باپ۔ خاوند۔ بھائی اور دوسرے رشتہ دار لڑائی میں کام آئے تھے بکری کے گوشت کے ایک ٹکڑے میں زہر ملا کر آنحضرتؐ کو بطور تحفہ بھیجا۔ اس میں سے بشر بن براء نے گوشت کا ایک ٹکڑا نگل لیا لیکن آنحضرتؐ نے ایک نوالہ چبا کر تھوک دیا۔ آپ نے زینب کو بلوا کر اس سے اس حرکت کی نسبت باز پرس کی۔ اس نے اقرار کیا اور کہا "تم نے میری قوم تباہ کر دی ہے میں نے خیال کیا اگر تم رسول ہو تو زہر تم پر اثر نہ کریگا اور اگر نہیں ہو تو تمہارے ہاتھ سے ہم رہائی پا جائینگے"۔ آپ نے اس عورت کو معاف

کر دیا[21] لیکن جب دو تین دن کے بعد بشر بن براء اس زہر کے اثر سے مر گیا تو آپ نے اس عورت کو قصاص میں قتل کروا دیا۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ آنحضرت نے اپنے نفس کی خاطر کسی مقدمہ میں بدلہ نہیں لیا جب تک کہ خدا کی حرمات کی ہتک نہ ہوتی تھی تب خدا کے واسطے انتقام لیتے[22]

اس واقعہ کے چار سال بعد جب آنحضرت پر مرض الموت نے غلبہ پایا تو آپ نے کہا "یہ مرض اسی نوالہ کا اثر ہے جو میں نے خیبر میں کھایا تھا۔ میری رگیں کٹ رہی ہیں"[23]۔

خیبر کا واقعہ محرم ۷ھ کا ہے۔ اس واقعہ کے بعد یہودی کتب مقدسہ کے متعلق قرآن میں کوئی آیت وارد نہ ہوئی۔

حرمت حمار — اس جنگ کے دوران میں گدھے حرام ہو گئے۔ مسلمانوں نے گدھے پکائے تھے لیکن جب ان کی حرمت کا اعلان ہوا تو دیگیں الٹ دی گئیں۔[24] آپ نے گھوڑوں کے گوشت کھانے کی اجازت دی[25]۔

حرمت متعہ — اس جنگ میں نکاح متعہ بھی منع ہو گیا۔[26]

مسلمانوں کے افلاس کا خاتمہ — اس جنگ کے بعد اہل اسلام کا افلاس جاتا رہا اور مسلمان پیٹ بھر کر کھانا کھانے لگے[27]

سنہ ۷ھ

فتح خیبر — ماہ محرم ۷ھ میں آنحضرت نے اہل یہود کے قلعہ خیبر کو فتح کیا جس کی تفصیل اوپر گذر چکی ہے۔

بی بی صفیہ سے نکاح — جب قلعہ خیبر فتح ہو گیا اور اسیران جنگ تقسیم ہونے لگے تو دحیہ کلبی نے آنحضرت سے ایک لونڈی کے لئے درخواست کی۔ آپ نے کہا جو لونڈی تم کو پسند ہو لے لو۔ دحیہ نے بی بی صفیہ کو جو رئیس خیبر حیی بن اخطب کی بیٹی تھی اور جس کا شوہر کنانہ بن ربیع قبیلہ نضیر کا رئیس تھا پسند کیا۔ بی بی صفیہ کا باپ جنگ بنی قریظہ کے بعد اور شوہر جنگ خیبر کے بعد قتل کئے گئے تھے۔ کسی

شخص نے آپ سے کہا "یارسول اللہ آپ نے دحیہ کو صفیہ بنت حیی عطا کر دی ہے اور وہ قریظہ اور نضیر کی رئیسہ ہے اور آپ کے سوا کوئی دوسرا شخص اس کے لائق نہیں"۔ اس پر آنحضرت نے بی بی صفیہ کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا اور ان کا آزاد کرنا ان کا مہر مقرر کیا اور راہ میں اس سے رسم عروسی ادا کی۔

قتادہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم جب خود کسی لڑائی میں شریک ہوتے تھے تو آپ سہم صفی لیتے تھے یعنی آپ جہاں سے جس طرح چاہتے خمس سے پہلے کسی غلام یا لونڈی یا گھوڑے کو چن لیتے۔ صفیہ رضی اللہ عنہا کو آپ نے اسی طرح چنا تھا۔

بنی دوس کا اسلام قبیلہ بنی دوس خیبر کی فتح کی خبر سن کر آنحضرت کے پاس آئے۔ پہلے انہوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کیا تھا۔ صحابہ نے کہا تھا یارسول اللہ ان کے حق میں بد دعا کریں۔ آپ نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی "اے اللہ قوم دوس کو ہدایت کر اور ان کو لے آ"۔ یہ قبیلہ مسلمان ہو گیا۔

فدک جب خیبر فتح ہوا تو اہل فدک خوف سے مرعوب ہو گئے اور انہوں نے آنحضرت کے پاس اپنا سفیر بھیجا۔ آپ نے نصف پیداوار پر ان سے صلح کر لی چونکہ فدک بغیر جنگ یا لشکر کشی کے فتح ہوا تھا لہذا یہ مال آنحضرت کی خاص ملکیت ٹھہرا۔

مہاجرین حبش کی واپسی جس روز قلعہ خیبر فتح ہوا اسی روز حضرت جعفر طیار بن ابی طالب معہ دیگر مہاجرین حبش مدینہ پہنچے۔ آنحضرت نے ان کا بوسہ لیا اور کہا "میں نہیں جانتا کہ مجھ کو کس بات کی زیادہ خوشی ہے۔ خیبر کی فتح کی یا جعفر کے آنے کی۔ جعفر اور دیگر مہاجرین کو نجاشی نے دو جہازوں میں سوار کر کے آپ کے پاس بھیج دیا۔

بی بی ام حبیبہ سے نکاح جو مسلمان ہجرت کر کے مکہ سے حبش گئے تھے ان میں عبید اللہ بن جحش بھی تھا۔ جس نے ابوسفیان کی بیٹی ام حبیبہ سے شادی کی تھی۔ دونوں میاں بیوی ہجرت کر کے حبش چلے گئے تھے۔ وہاں جا کر عبید اللہ

عیسائی ہوگیا۔ عیسائی ہونے کے بعد وہ اپنے مہاجر بھائیوں کو مسیحیت کی دعوت دیتا تھا اور کہتا تھا "ہم نے تو دیکھ لیا اور تم ابھی ڈھونڈتے پھرتے ہو"[۵۵]۔ آنحضرت نے عبید اللہ کے انتقال کے بعد اس کی بیوہ اُم حبیبہ کو شادی کا پیغام بھیجا اور نجاشی نے اس کا نکاح آپ کے ساتھ کردیا۔ نکاح کے بعد وہ بھی دیگر مہاجرین کے ساتھ مدینہ آگئیں۔

سلاطین کو اسلام کی دعوت

اوپر ذکر ہوچکا ہے کہ صلح حدیبیہ سے مسلمانوں کو قدرے اطمینان ملا اور اس کے بعد عرب کے مشرک اور بت پرست کثرت سے مسلمان ہونے لگے۔ آنحضرت نے سنہ ۶ھ مطابق ۶۲۸ء میں اطراف کے بادشاہوں اور رئیسوں کو دعوتِ اسلام کے خطوط روانہ کئے۔ اس غرض کے لئے آپ نے چاندی کی مُہر بنوائی جس پر الفاظ "محمد رسول اللہ" تین سطروں میں کندہ تھے۔ ایک سطر میں "محمد" دوسری میں "رسول" اور تیسری میں "اللہ" کندہ تھا[۵۶]۔ بادشاہوں میں سے آپ نے قیصر روم۔ خسرو پرویز بادشاہ ایران۔ عزیز مصر اور حبش کے نجاشی کو لکھا اور رؤسا میں سے آپ نے رؤسائے یمامہ اور حارث غسانی رئیس حدودِ شام کو دعوت دی۔ جو خط عیسائی بادشاہ قیصر روم کو لکھا اس کے الفاظ یہ تھے۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ محمد کی طرف سے جو خدا کا بندہ اور رسول ہے۔ روم کے اور سلطان عظیم ہرقل کے نام۔ جو ہدایت کا پیرو ہے اس کو سلامتی ہو۔ میں تجھ کو (اسلام کی) طرف دعوت دیتا ہوں۔ تو اسلام قبول کر تو سلامت رہیگا اور اللہ تجھ کو دگنا اجر دیگا۔ ورنہ اہل ملک کا گناہ تجھ پر ہوگا۔ اے اہل کتاب۔ ایسی بات کی طرف آؤ جو ہم میں اور تم میں یکساں ہے۔ یعنی کہ ہم خدا کے سوا کسی کی پرستش نہ کریں اور خدا کے سوا ہم کسی کو خدا نہ بنائیں اور اگر تم نہیں قبول کرتے تو گواہ رہو کہ ہم مانتے ہیں"۔ ایران کے بادشاہ خسرو پرویز کو جب آنحضرت کا خط ملا تو سخت برہم ہوا کیونکہ نامہ کے عنوان پر اُس کے نام کی جگہ اللہ اور رسول کا نام تھا۔ خسرو نے خط پھاڑ ڈالا اور کہا کہ میرا غلام ہوکر اس طرح لکھتا ہے۔ اس نے

فتح خیبر

یمن کے گورنر کو حکم دیا کہ محمد کو میرے حضور حاضر کرو۔ گورنر نے اپنے آدمی مدینہ بھیجے لیکن اس اثناء میں خبر آئی کہ خسرو پرویز کے بیٹے شیرویہ نے اپنے باپ کو قتل کر دیا ہے پس آنحضرت سے کسی نے تعرض نہ کیا۔ مصر کے بادشاہ نے بطور تحفہ دو لونڈیاں اور ایک گھوڑا بھیجا۔ ان لونڈیوں میں سے ایک ماریہ (مریم) تھی جس سے آنحضرت کے ہاں صاحبزادہ ابراہیم پیدا ہوا۔ گھوڑے کا نام دُلدُل تھا۔

رؤسا میں سے ہوذہ بن علی رئیس یمامہ عیسائی تھا۔ اس نے آنحضرت کو جواب میں لکھا کہ اگر تم حکومت میں حصہ دو تو تمہاری دعوت قبول کرونگا۔ آپ نے کہا کہ میں زمین کا ایک ٹکڑا بھی اس کو نہ دونگا۔

حارث غسانی جو روم کے ماتحت حدود شام کا گورنر تھا آنحضرت کا خط پڑھ کر سخت برہم ہوا اور کہلا بھیجا کہ خبردار رہ۔ میں حملہ کرنے آتا ہوں۔

عمرۃ القضاء پچھلے سال (سنہ ۶ ھ) میں قریش مکہ نے آنحضرت کو عمرہ کرنے کی اجازت نہ دی تھی اور کہا تھا کہ اگلے سال عمرہ کرنے آئیں۔ چنانچہ ماہ ذیقعدہ سنہ ۷ ھ میں آپ عمرہ کرنے کے لئے مکہ گئے۔ اس سال سب مسلمان جو حدیبیہ میں رہ گئے تھے آپ کے ہمراہ تھے۔ جب مسلمان مکہ آئے تو قریش از راہ تمسخر کہنے لگے۔ آج ہمارے پاس وہ آ رہے ہیں جن کو مدینہ کے بخاروں نے کمزور کر دیا ہے۔ اس پر آنحضرت نے حکم دیا کہ تم اکڑ کر طواف کرو تاکہ مشرک تمہاری قوت دیکھیں۔ آپ نے مکہ میں تین روز قیام کیا اور احرام کی حالت میں آپ نے بی بی میمونہ بنت الحارث سے شادی کی۔ یہ بات آپ کے ہی خواص میں سے تھی۔[٥٨]

جب تین دن گذر گئے تو قریش نے کہلا بھیجا کہ صلحنامہ کی شرائط کے مطابق مدت اقامت پوری ہو گئی ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ ہم تمہارا کچھ حرج نہیں کرتے ہم اپنے بیاہ کا کھانا پکائینگے اور تم کو بھی دعوت میں شریک کرینگے۔ لیکن قریش اس بات پر راضی نہ ہوئے اور آنحضرت اپنے وعدہ کے مطابق مع صحابہ مکہ سے روانہ ہو گئے۔ اور ذی الحجہ کے مہینہ میں آپ واپس مدینہ آ گئے۔ اس عمرہ کا نام

عمرۃ القضاء ہے اور اس کے متعلق قرآن میں ہے "بے شک خدا نے اپنے رسول کے خواب کو سچا کر کے دکھلایا۔ انشاء اللہ تم مسجد حرام میں امن کے ساتھ سر منڈا کر اور بال کترا کر بے خوف وخطر داخل ہو گئے" (سورہ فتح آیت ۲۷)۔

خالد اور عمر کا اسلام اس سال خالد بن ولید اور عمرو بن عاص مسلمان ہو گئے۔ خالد بن ولید نہایت شجاع اور جنگجو شخص تھا۔ وہ جنگِ اُحد میں رسالہ کا افسر تھا اور حدیبیہ میں بھی قریش کے دستہ کا سردار تھا۔ اسلام لانے کے بعد بھی اس نے اپنے جنگی ہنر دکھلائے اور اس نے شام کو فتح کیا۔ عمرو بن العاص نے زمانہ مابعد میں مصر فتح کیا۔ یہ دونوں شخص آنحضرت کے جانی دشمن ہوا کرتے تھے۔ اُن کے اسلام لانے سے ظاہر ہے کہ قریش کے عقلمند اور دوربین اشخاص پر یہ بات روشن ہو گئی تھی کہ اسلام کی مخالفت کرنا اب بے سود ہے۔

مختلف واقعات اسی سال پنجہ دار پرند اور درندے جانور حرام ہو گئے۔ گدھا اور خچر بھی حرام کر دیا گیا۔ یہ بھی حکم ہوا کہ اگر لونڈیاں حاملہ ہوں تو وضع حمل تک ورنہ تین ماہ تک ان کے نزدیک جانا حرام ہے۔

۸ھ

غزوۂ موتہ شرجبیل بن عمرو قیصر روم کے ماتحت بصریٰ کا عیسائی بادشاہ تھا اور شام کے سرحدی مقامات پر حکمران تھا۔ اس کو بھی آنحضرت نے دعوتِ اسلام کا خط حارث بن عمیر کے ہاتھ بھیجا تھا۔ شرجبیل بادشاہ نے آنحضرت کے قاصد کو قتل کر دیا تھا۔ اس قتل کے قصاص کے لئے آنحضرت نے جمادی الاول میں تین ہزار کا لشکر موتہ (شام) کی طرف روانہ کیا۔ آپ نے زید بن حارثہ کو سرلشکر بنایا اور کہا کہ اگر وہ مارا جائے جعفر بن ابی طالب سپہ سالار ہو اور اگر وہ بھی لڑائی میں کام آئے تو عبداللہ بن رواحہ سپہ سالار ہو۔

جب شرجبیل کو خبر ہوئی تو اس نے ایک لاکھ فوج تیار کی۔ خود قیصر روم ہرقل لشکرِ اسلام کے ساتھ جنگ کرنے کو مآب میں خیمہ زن ہوا۔ لڑائی کے دوران میں

زیدؓ اور جعفرؓ اور عبداللہؓ بن رواحہ دادِ شجاعت دے کر مارے گئے۔ تب مسلمانوں نے خالدؓ بن ولید کو سرِ لشکر مقرر کیا۔ مسلمان جان توڑ کر لڑے۔ خالد کے ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹیں[۵۲]۔ لیکن تین ہزار کے لئے ایک لاکھ کا مقابلہ کرنا آسان نہ تھا۔ مسلمان شکست کھا کر مدینہ واپس آئے۔ مدینہ کے بعض لوگوں نے اس ہزیمت خوردہ لشکر پر خاک ڈالنی شروع کی اور کہا تم راہِ خدا سے بھاگ کر آئے ہو۔ بعض اتنے شرمندہ تھے کہ نماز پڑھنے کے لئے گھر سے باہر نہیں نکلتے تھے کیونکہ جونہی لوگ ان کو دیکھ پاتے کہتے "اے فرارو۔ تم راہِ خدا سے بھاگ آئے ہو"۔

آنحضرتؐ کو اس واقعہ سے سخت رنج اور قلق ہوا۔ زیدؓ اور جعفرؓ طیار کی موت آپ پر نہایت شاق گذری اور آپ کو اس واقعہ سے بڑا صدمہ پہنچا۔

حصۂ سوم

محمد مکی مدنی والعربی

فتح مکہ

رمضان ۸ھ مطابق جنوری ۶۳۰ء

قریش پر فوج کشی کے اسباب

صلح حدیبیہ کے معاہدہ میں ایک شرط یہ تھی کہ قبائل عرب کو اختیار ہوگا کہ فریقین میں سے جس کے ساتھ چاہیں معاہدہ میں شریک ہوجائیں۔ اس شرط کے مطابق قبائل میں سے قبیلہ خزاعہ آنحضرت کے ساتھ شریک ہوگئے اور قبیلہ بنو بکر قریش کے ساتھ شریک تھے۔ قبیلہ بنو بکر اور خزاعہ میں لڑائی ہوگئی لیکن قریش کے رؤسا نے علانیہ اپنے حلیف بنو بکر کی مدد کی اور اس طرح حدیبیہ کے معاہدہ کو پاؤں تلے روند دیا۔ خزاعہ کے آدمی آنحضرت کے پاس آئے اور فریاد کی آپ نے قریش کے پاس قاصد بھیجا اور تین شرطیں پیش کرکے کہا کہ ان میں سے جو پسند ہو منظور کرلیں۔ یا تو وہ مقتولوں کا خون بہا ادا کردیں یا قریش بنو بکر کی امداد سے دست بردار ہوجائیں اور یا اعلان کردیں کہ حدیبیہ کا صلحنامہ برقرار نہیں رہا۔ قریش نے کہا کہ ہمیں آخری شرط منظور ہے لیکن جب قاصد چلا گیا تو قریش کو نقض عہد کی ناشائستہ حرکت سے ندامت ہوئی اور انہوں نے ابوسفیان کو اپنا سفیر بنا کر مدینہ بھیجا تاکہ صلحنامہ حدیبیہ از سر نو قائم اور مستحکم ہوجائے۔ ابوسفیان مدینہ آکر پہلے اپنی بیٹی اُم حبیبہ کے گھر گیا جو آنحضرت کی ازواج میں سے تھیں۔ وہاں بستر بچھا تھا اس پر بیٹھنا چاہتا ہی تھا کہ بی بی اُم حبیبہ نے بچھونا لپیٹ دیا اور کہا کہ یہ بچھونا خاص رسول اللہ کا ہے اور تو ایک کافر مشرک اور ناپاک شخص ہے۔ ابوسفیان وہاں سے خفا ہوکر نکل آیا اور آنحضرت کے پاس گیا اور معاہدہ کی نسبت گفتگو کرنے لگا لیکن آپ اس کی جانب متوجہ نہ ہوئے۔ تب وہ حضرت ابوبکر کے پاس آیا تاکہ وہ اس کی سفارش کریں لیکن حضرت ابوبکر نے انکار کردیا۔ پھر وہ حضرت عمر کے پاس گیا۔ انہوں نے کہا "میں تیری سفارش کبھی نہ کرونگا۔ اگر میرے پاس ایک

سکتا بھی ہوگا میں اس کے ساتھ تم سے جنگ کرونگا"۔ یہ جواب سنکر وہ حضرت علی کے پاس گیا اور کہا "اے علی - تم رشتہ میں مجھ سے سب سے زیادہ قریب ہو۔ میں حاجتمند ہوکر تمہارے پاس آیا ہوں۔ اگر میں ناکام چلا گیا تو ذلیل و رسوا ہونگا"۔ حضرت علی نے کہا کہ میں اس معاملہ میں ہرگز دخل نہیں دے سکتا۔ پھر ابو سفیان حضرت فاطمہ کی طرف متوجہ ہوکر کہنے لگا "اے محمد کی بیٹی۔ تم اپنے صاحبزادوں (امام حسن و امام حسین) کو حکم دو کہ یہ فقط اپنی زبان سے پکار دیں کہ معاہدہ حدیبیہ از سر نو مستحکم ہو گیا"۔ آپ نے جواب دیا کہ "بچوں کو ان معاملات میں کیا دخل ہے۔ رسول اللہ کے سوا کون یہ کر سکتا ہے"۔ اس پر ابو سفیان نے حضرت علی کو کہا "اے ابو الحسن میں سخت مصیبت میں گرفتار ہوں کوئی ایسی ترکیب بتاؤ جس سے میری عزت رہ جائے"۔ حضرت علی نے کہا تم بنی کنانہ کے سردار ہو پس اس حیثیت سے تم کھڑے ہوکر علانیہ کہہ دو کہ تم نے معاہدہ کی تجدید کر دی۔ ابو سفیان مسجد میں آیا اور پکار کر کہا "اے لوگو میں نے سب کے درمیان صلح قائم کر دی" اور پھر مکہ کو واپس چلا گیا۔ جب قریش کو اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے کہا کہ یہ تو نہ صلح ہے نہ جنگ۔ علی نے تو تم سے مذاق کیا ہے۔[93]

آنحضرت نے مکہ جانے کی تیاری کا حکم دیا تاکہ قریش پر بے خبری کی حالت میں اچانک حملہ ہو جائے آپ نے اتحادی قبائل کے پاس قاصد بھیجے اور تاکید کی کہ اس امر کی خاص احتیاط رکھیں کہ اہل مکہ کو خبر نہ ہونے پائے۔

حاطب بن ابی بلتعہ نے آنحضرت کی تیاری کا حال ایک خط میں لکھ کر ایک آزاد لونڈی سارہ کے ہاتھ قریش کو بھیجا۔ جب آنحضرت کو اطلاع ہوئی تو آپ نے حضرت علی کو بھیجا اور وہ خط چھین کر لے آئے۔ حاطب کو بلایا گیا اور اس نے کہا "یا رسول اللہ میرے بال بچے مکہ میں ہیں میں قوم قریش سے نہیں ہوں اور ان کا کوئی حامی نہیں۔ میرا خیال تھا کہ اس کام کے صلہ میں قریش میرے بچوں کو ضرر نہ پہنچائینگے میں نے اپنے دین سے مرتد ہوکر یہ کام نہیں کیا"۔ حضرت عمر نے کہا "یا رسول اللہ

اگر حکم ہو تو اس منافق کی گردن ماروں"۔ آنحضرت نے حاطب کو معاف کردیا[۶۲] اور کہا "اے عمر۔ کیا تم نہیں جانتے کہ حاطب اہلِ بدر سے ہے اور اہلِ بدر کے گناہ خدا نے معاف کر دئے ہیں"۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی "اے ایمان والو۔ میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ"۔

مکہ کی جانب روانگی

غرض ۱۰ ار رمضان ۸ھ مطابق یکم جنوری ۶۳۰ء[۶۳] کے روز آنحضرت۔ مہاجرین اور انصار اور قبائلِ عرب کے ہمراہ مکہ کی طرف روانہ ہوئے آپ کے ساتھ دس ہزار آدمی تھے۔ جب آپ مکہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر آئے اور لشکر نے پڑاؤ ڈالا تو حضرت عباسؓ لشکر گاہ سے باہر نکلے تاکہ کوئی شخص اسلامی لشکر کو دیکھ کر قریش کو اطلاع دے اور وہ جنگ سے باز رہیں اور پناہ مانگ لیں حضرت عباسؓ نے ایک آدمی کو سُنا جو کسی کو کہتا تھا "آج رات روشنی بہت ہے یہ ضرور کوئی زبردست لشکر ہے۔ دوسرے نے کہا غالباً یہ قبیلہ خزاعہ کا لشکر ہے جو ہمارے ساتھ جنگ کرنے آیا ہے۔ حضرت عباسؓ نے آواز پہچان کر ابوسفیان کو بلایا اور کہا کہ یہ لشکر اسلام ہے اور قریش کی ہلاکت کا وقت آپہنچا۔ ابوسفیان نے پوچھا "رہائی کی کوئی ترکیب بھی ہے"۔ عباسؓ نے کہا "اگر کسی مسلمان نے تجھے دیکھ لیا تو تجھے قتل کر دیگا۔ تو میرے پیچھے خچر پر سوار ہو جائیں تجھ کو رسول اللہ کے پاس لے چلتا ہوں اور تیرے واسطے امن کی درخواست کرونگا۔ پس وہ دونوں لشکر گاہ میں آئے۔ حضرت عمرؓ نے ابوسفیان کو پہچان لیا اور کہا "اُس خدا کا شکر ہے جس نے تجھ کو میرے حوالے کر دیا ہے"۔ حضرت عباسؓ اور حضرت عمرؓ دونوں آنحضرت کے پاس آئے۔ حضرت عمرؓ اس کے قتل کی اور حضرت عباسؓ نے اس کی جان کی امان کی درخواست کی۔ آنحضرت نے حضرت عباسؓ کو کہا کہ ابوسفیان کو صبح میرے پاس لے آؤ۔ جب صبح کے وقت حضرت عباسؓ نے اس کو حاضر کیا۔ آنحضرت نے اس سے پوچھا اے ابوسفیان کیا وقت نہیں آیا کہ تو جان لے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود پرستش کے لائق نہیں؟ اس نے جواب دیا

کہ اگر کوئی اور معبود ہوتا تو اس وقت ہمارے کام آتا۔ پھر آنحضرت نے پوچھا
کیا وقت نہیں آیا کہ تو میری رسالت کا اقرار کرے؟ ابوسفیان نے جواب دیا "میرے ماں
باپ آپ پر قربان ہوں آپ حلیم اور کریم اور رشتہ کا پاس رکھنے والے ہیں لیکن آپ کی
رسالت کے متعلق میرے دل میں شبہ ہے"۔ حضرت عباس نے کہا "تجھ کو خرابی ہو
رسول اللہ کی رسالت کا جلدی اقرار کر ورنہ مارا جائیگا"۔ ابوسفیان نے کلمہ پڑھا اور اسلام
قبول کیا۔ حضرت عباس نے کہا "یا رسول اللہ۔ ابوسفیان اپنی بڑائی اور فخر کو پسند
کرتا ہے۔ کوئی ایسی بات فرمائیں جو اُس کے فخر کا موجب ہو"۔ آپ نے کہا "جو شخص ابوسفیان
کے گھر میں داخل ہوگا اس کو پناہ دی جائیگی اور جو اپنا دروازہ بند کرلیگا یا مسجد حرام میں
داخل ہوگا اس کو بھی امان دی جائیگی"۔ پھر آپ نے حضرت عباس سے کہا کہ ابوسفیان کو
پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا کردو تاکہ لشکر اسلام کی شوکت اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کرے[۵۵]۔ ابوسفیان
کے پاس فوج اسلام گذرنی شروع ہوئی اور حضرت عباس اس کو مختلف قبائل کے نام
بتاتے جاتے تھے۔ ابوسفیان پر بار بار رعب طاری ہو ہو جاتا تھا۔ سب کے بعد
"سبز لشکر" گذرا جو تمام کا تمام لوہے میں غرق اور زرہ اور دیگر سامان جنگ سے آراستہ
تھا۔ ابوسفیان نے پوچھا کہ یہ کون ہیں حضرت عباس نے کہا کہ مہاجرین اور انصار ہیں"۔
جب ان کا سردار سعد بن عبادہ علم کو ہاتھ میں لئے پاس سے گذرا تو ابوسفیان کو دیکھ کر
کہنے لگا "آج گھمسان کا دن ہے۔ آج کے روز کعبہ میں لڑنا حلال کردیا جائیگا"۔ جب
آنحضرت کی سواری گذری تو ابوسفیان نے کہا "یا رسول اللہ۔ آپ نے سنا جو
سعد بن عبادہ نے کہا ہے"۔ آپ نے کہا "سعد نے غلط کہا ہے۔ آج کعبہ کی بزرگی
اور عظمت کا دن ہے" اور فوج کا علم سعد سے لیکر اس کے بیٹے کو دیدیا۔ جب ابوسفیان
نے لشکر اسلام کی شوکت دیکھی تو حضرت عباس سے کہنے لگا "تمہارے بھتیجے کی
سلطنت اب زبردست ہوگئی ہے"۔ حضرت عباس نے جواب دیا کہ تم غلط کہتے ہو
یہ سلطنت نہیں بلکہ نبوت کی عظمت ہے۔

فتح مکہ

پھر ابوسفیان مکہ میں گیا اور کہنے لگا "اے قریش۔ محمد تم پر آگئے

اور ان کے ساتھ ایسا زبردست لشکر ہے کہ تم اس کے مقابلہ کی تاب نہیں لا سکتے جو شخص میرے گھر میں داخل ہو جائیگا اس کو امان دی جائیگی"۔ قریش نے کہا "تجھ کو خرابی ہو تیرے گھر میں کتنے لوگ داخل ہو سکتے ہیں"۔ ابوسفیان نے کہا "جو اپنا دروازہ بند کریگا یا مسجد حرام میں داخل ہوگا جان کی اماں پائیگا"۔

جب آنحضرت مقام ذی طویٰ میں پہنچے تو آپ نے اونٹ کو ٹھیرایا اور خدا کی عنایت اور فتح کو دیکھ کر اپنا سر خدا کے سامنے جھکایا اور پروردگار کا شکر ادا کیا جب وہاں سے روانہ ہونے لگے تو آپ نے زبیر بن عوام کو لشکر کے میسرہ کا سردار اور خالد بن ولید کو میمنہ کا سردار مقرر کیا۔ اور حکم دیا کہ نہ جنگ کی جائے اور نہ کسی کو قتل کیا جائے۔ لیکن قریش کے ایک گروہ نے جس کے سردار صفوان۔ سہیل اور عکرمہ بن ابوجہل تھے خالد کی فوج پر تیر برسائے۔ پس خالد نے حملہ کیا اور قریش کے اٹھائیس (۲۸) آدمی کام آئے اور باقی بھاگ گئے[۹۶]۔ آنحضرت نے باز پرس کی اور کہا "میں نے تم کو منع کیا تھا تم نے کیوں جنگ کی"۔ لیکن جب معلوم ہوا کہ قریش نے اس پر پہلے حملہ کیا تھا تو آپ خاموش ہو رہے۔

فتح مکہ کے وقت آنحضرت نے سب کو پناہ دی لیکن چھ آدمیوں اور چار عورتوں کا خون ہدر کیا اور حکم دیا کہ جہاں پاؤ اُن کو مار ڈالو۔

(۱) ان لوگوں میں سے ایک عبداللہ بن سعد ابن ابی سرح تھا جو حضرت عثمان کا رضاعی بھائی تھا یہ شخص پہلے مسلمان تھا اور قرآن لکھا کرتا تھا لیکن وحی لکھتے وقت قرآن کو مبدل کر دیا کرتا تھا۔ وہ مرتد ہو کر قریش سے آملا تھا۔ حضرت عثمان اس کو آنحضرت کے پاس لے آئے اور جان بخشی کی درخواست کی۔ آپ بہت دیر تک خاموش رہے۔ پھر حضرت عثمان کے اصرار پر آپ نے اُس کی بیعت لی۔ آپ نے صحابہ کو کہا کہ تم نے اُس کو قتل کیوں نہ کر دیا جب تم نے دیکھا کہ میں اس کی بیعت منظور نہیں کرتا صحابہ نے کہا کہ آپ نے آنکھ سے اشارہ کر دیا ہوتا ہم اس کو ضرور قتل کر دیتے۔ آپ نے جواب دیا کہ نبی کے لئے یہ مناسب نہیں کہ اس کی آنکھ رمز اور اشارہ کرے[۹۷]

(۲) دوسرا شخص عبداللہ بن خطل تھا۔ یہ شخص مسلمان ہو گیا تھا لیکن ایک مسلمان کو مار کر مرتد ہو کر قریش سے آملا اور اپنی لونڈیوں سے آنحضرت کی ہجو کے اشعار گوایا کرتا تھا۔ فتح مکہ کے روز اس نے کعبہ کا پردہ پکڑ لیا اور پناہ لی لیکن آپ کے حکم کے مطابق قتل کیا گیا۔[159]

(۳) حویرث بن نفیل مکہ میں آنحضرت کو ستایا کرتا تھا۔ جب حضرت عباس آنحضرت کی صاحبزادیوں حضرت فاطمہ اور حضرت اُم کلثوم کو مکہ سے مدینہ پہنچانے چلے تو اس نے دونوں کو اونٹ پر سے گرا دیا تھا۔ حضرت علی کے ہاتھوں وہ مقتول ہوا۔

(۴) مقیس بن صبابہ کے ایک بھائی کو ایک انصاری نے غلطی سے قتل کر دیا تھا اور آنحضرت نے اس کی دیت ادا کر دی تھی تاہم مقیس نے اس انصاری کو قتل کر دیا تھا اور مرتد ہو کر مکہ بھاگ آیا تھا وہ قتل کر دیا گیا۔

(۵) ہبار بن الاسود نے آنحضرت کی صاحبزادی حضرت زینب کو مکہ سے مدینہ جاتے وقت نیزہ سے ڈرایا تھا جس کے خوف سے ان کا حمل ساقط ہو گیا تھا۔ حضرت زینب ابوالعاص کی زوجہ تھیں جو جنگ بدر کے اسیروں میں سے تھے لیکن بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ یہ قتل کر دیا گیا۔

(۶) عکرمہ بن ابوجہل یمن کی طرف بھاگ گیا۔ اس کی بیوی اُم حکیم مسلمان ہو گئی اور اس نے اپنے خاوند کی جان بخشی کرا لی۔

(۱) و (۲) عورتوں میں سے عبداللہ بن خطل کی دو لونڈیاں تھیں جو آنحضرت کی ہجو میں گیت گایا کرتی تھیں اُن میں سے ایک قتل کی گئی اور دوسری بھاگ گئی۔ اس کے واسطے آنحضرت سے امن حاصل کیا گیا۔

(۳) سارہ بنی عبدالمطلب میں سے کسی کی لونڈی تھی اور آپ کو مکہ میں بُرا بھلا کہتی تھی۔ اسی عورت کے ہاتھ حاطب نے مکہ کے رؤسا کو خط بھیجا تھا۔ اس کو بھی آنحضرت نے امن دیدیا۔

(۴) ابوسفیان کی زوجہ ہندہ جو معاویہ کی ماں تھی وہ جنگ احد میں

حضرت حمزہ کا کلیجہ کچا چبا گئی تھی۔ اس نے قریش کی عورتوں میں چھپ کر بیعت کر لی اور بیعت کے بعد اس نے اپنے آپ کو ظاہر کر کے جان بخشی کی درخواست کی اور آنحضرت نے معاف کر دیا۔

ارباب سیر نے ان دس شخصوں کے نام بتائے ہیں لیکن صحیح بخاری میں صرف عبداللہ بن خطل کے قتل کا ذکر ہے۔ ابو داؤد کی روایت میں چار ایسے شخصوں کا ذکر ہے۔ غالباً روئے زمین کی تواریخ میں کسی فاتح نے ایسی بُردباری۔ تحمل۔ دانشمندی اور دُور اندیشی سے کام نہیں لیا جس طرح آنحضرت نے فتح مکہ کے وقت لیا۔

کعبہ کو پاک کرنا

آنحضرت نے کعبہ کے اندر جانے سے اس وجہ سے انکار کر دیا کہ اس میں بت تھے جن کو کفار اپنے معبود خیال کرتے تھے۔ آپ کے حکم کے مطابق تمام بت جو تعداد میں تین سو ساٹھ تھے نکال کر پھینک دئے گئے۔ جب بتوں کو نکالا جاتا تھا تو آپ اپنی چھڑی سے ان کو مارتے اور یہ پڑھتے تھے [59] "حق آگیا اور باطل مٹ گیا اور باطل مٹنے ہی کی چیز ہے" (سورہ بنی اسرائیل آیت ۸۳) حضرت عمر کو حکم ہوا کہ خانہ کعبہ جائیں اور وہاں جو تصویریں اور نقوش دیواروں پر ہیں مٹا دیں [60]۔ چنانچہ انہوں نے حکم کے مطابق ان سب کو مٹا دیا۔ یوں آنحضرت نے عرب میں بت پرستی کا نام و نشان تک نہ چھوڑا۔ خانہ کعبہ میں نذروں اور ہدیوں کا خزانہ جو مدت سے جمع ہوتا چلا آیا تھا محفوظ رکھا گیا۔

قریش کو امان

تمام قریش مکہ جمع تھے یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے آنحضرت پر اور آپ کے صحابہ پر طرح طرح کے ظلم اور ستم ڈھائے تھے۔ آپ نے ان کو مخاطب کر کے پوچھا "تم جانتے ہو کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں"۔ انہوں نے کہا "آپ کریم بھائی ہیں اور شریف برادر کے بیٹے ہیں"۔ آپ نے اُن سب کو مخاطب کر کے کہا "تم کو میں ملزم قرار نہیں دیتا تم سب آزاد ہو"۔

نماز کا وقت آیا تو بلال مؤذن نے کعبہ کی چھت پر اذان دی۔ ابوسفیان عتاب بن اسید اور ہشام بن حرث صحن کعبہ میں بیٹھے تھے۔ اذان کی آواز سن کر

عتاب نے کہا "اللہ نے میرے باپ کی عزت رکھ لی کہ اذان سننے سے پہلے ہی وہ مرگیا"
ہشام نے کہا "اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ یہ حق پر ہیں تو میں انکی اطاعت کرلوں" ۔
ابوسفیان نے کہا "میں تو کچھ نہیں بولتا اگر میں ایک حرف بھی کہونگا تو یہ کنکریاں میری بات ان سے کہہ دینگی" ۔ آنحضرتؐ نے ان کو بلا کر ان سے بازپرس کی اور وہ مسلمان ہو گئے ۔

خطبۂ فتح

پھر آنحضرتؐ نے کعبہ کے دروازے پر کھڑے ہو کر کہا "اے لوگو اللہ کے سوا اور کوئی خدا نہیں ۔ اس کا کوئی شریک نہیں ۔ اس نے اپنا وعدہ سچا کر دکھلایا اور اپنے بندے کی مدد کی ۔ اس نے تمام گروہوں کو اکیلا توڑ دیا ۔ تمام مفاخر تمام خون یا مال کے دعوے میرے قدموں کے نیچے ہیں ۔ فقط خانہ کعبہ کی تولیت اور حجاج کو پانی پلانے کی خدمت اس سے مستثنیٰ ہیں ۔ اے لوگو اب جاہلیت کا غرور اور خاندان یا نسب کا فخر اللہ نے مٹا دیا ہے ۔ سب لوگ آدم کی نسل سے ہیں اور آدم مٹی سے بنا تھا ۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی "اے لوگو ہم نے تم کو نر اور مادہ سے پیدا کیا اور تمہارے قبیلے اور خاندان بنائے تاکہ تم آپس میں ایک دوسرے کو شناخت کرو ۔ خدا کے نزدیک بڑا وہ شخص ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے" (سورہ حجرات آیت ۱۳) ۔

کفار مکہ نے مہاجرین کے مکانات پر قبضہ کر لیا ہوا تھا ۔ مہاجرین نے اپنے حقوق واپس لینے چاہے لیکن آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ وہ اپنے حقوق سے دستبردار ہو جائیں ۔

جب مکہ فتح ہو گیا تو ایک دفعہ جب آنحضرتؐ کوہ صفا پر دعا اور مناجات کر رہے تھے ۔ انصار نے آپس میں کہا کہ اب جو اللہ نے آنحضرتؐ کو مکہ دیدیا ہے شاید آپ یہیں رہائش اختیار کرلیں ۔ جب آپ دعا سے فارغ ہوئے تو آپ نے ان کو طلب کیا اور کہا "یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ میں اس شہر میں قیام کروں ۔ میری زندگی بھی تمہارے ساتھ ہے اور میری موت بھی تمہارے ساتھ ہے" ۔ چنانچہ آپ نے وہاں پندرہ روز قیام کیا ۔

خالد کا بنو جذیمہ سے جنگ کرنا

فتح مکہ کے بعد آنحضرت نے چند گروہ اطراف مکہ کو روانہ کئے تاکہ قبائل عرب کو دعوت اسلام دیں اور حکم دیا کہ کسی سے جنگ آزما مت ہونا اسی سلسلہ میں خالد بن ولید کو بھی بھیجا۔ ایام جاہلیت میں قبیلہ بنو جذیمہ نے عوف کو جو عبد الرحمن کے باپ تھے اور فاکہ کو جو خالد کے چچا تھے قتل کر کے ان کا اسباب لوٹ لیا تھا۔ اب جو خالد بن ولید دعوت اسلام پر مامور ہوا تو وہ بنو جذیمہ کی طرف گیا۔ جب وہ ان کے پاس آیا تو انہوں نے کہنا شروع کیا۔ صبانا۔ صبانا۔ یعنی ہم لوگ بے دین یعنی مسلمان ہو گئے ہیں۔ لیکن بنو جذیمہ کے بعض آدمی مسلح ہو کر جنگ کے لئے تیار ہو گئے۔ خالد نے ان کو کہا کہ لوگ مسلمان ہو گئے ہیں تم اپنے ہتھیار ڈال دو۔ جب انہوں نے ہتھیار ڈال دئے تو خالد نے ان کی مشکیں باندھ لیں اور عبد اللہ بن عمر بن الخطاب اور ابو حذیفہ کے آزاد غلام سالم کے منع کرنے کے باوجود اس نے ان میں سے چند لوگوں کو قتل کر دیا۔ جب یہ خبر آنحضرت کو ملی آپ نے دونوں ہاتھ آسمان کی جانب اٹھا کر تین بار کہا "بار خدا میں خالد کی کارروائی سے بری الذمہ ہوں"

اس کشت و خون کے متعلق عبد الرحمن بن عوف نے ولید کو ملامت کی اس پر خالد نے کہا کہ میں نے تیرے باپ عوف کے قصاص میں ان کو قتل کیا ہے عبد الرحمن نے کہا۔ تو جھوٹ کہتا ہے میں نے اپنے باپ کے قاتل کو قتل کر دیا ہوا ہے۔ تو نے اپنے چچا الفاکہ کے خون کا قصاص لیا ہے۔ یہ فعل تو نے زمانہ جاہلیت کا کیا ہے مسلمان ہو کر تجھے اس سے پرہیز کرنی لازم تھی۔ آنحضرت نے جو مردم شناس اور اپنے اصحاب کے قدردان تھے اس قیل و قال کی خبر سنکر خالد کو طلب کیا اور کہا "اے خالد تو میرے اصحاب کو اپنے ساتھ نہ رکھ۔ تو ان کی قدر نہیں جانتا۔ اگر تیرے پاس کوہ احد کے برابر سونا ہوتا اور تو اس کو راہ خدا میں خرچ کر دیتا تب بھی تو میرے اصحاب جیسے شخصوں کی بو باس نہ پاتا۔"

آنحضرت کو خالد کے اس فعل سے سخت رنج ہوا۔ آپ نے حضرت علی کو حکم دیا کہ جا کر مقتولین کا خون بہا ادا کر آؤ۔ چنانچہ حضرت علی نے تمام کا خون بہا دیکر

پوچھا کہ اگر کسی کی دیت باقی رہ گئی ہو تو وہ بھی لے لے۔ جب لوگوں نے کہا کہ سب کی دیت مل گئی ہے تو حضرت علی نے باقیماندہ زر بھی ان میں تقسیم کر دیا تاکہ وہ لوگ خوش ہو جائیں۔

غزوۂ حُنین

جب قبیلۂ ہوازن کو مکہ کے فتح ہونے کی خبر پہنچی تو ان کے سردار مالک بن عوف نے آنحضرت کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے قبائل عرب کو اپنے پاس جمع کرنا شروع کیا۔ قبیلہ ہوازن کے ساتھ بنی ثقیف اور بنی نصر۔ بنی ہلال۔ بنی جشم اور بنی سعد (جن میں آنحضرت نے بچپن میں پرورش پائی تھی) جمع ہو گئے۔ یہ قبائل اپنے اہل و عیال اور مواشی اپنے ہمراہ لائے تھے تاکہ لوگ جان توڑ کر لڑیں۔

جب آنحضرت کو اس بات کی خبر ہوئی تو آپ ۶ شوال ۸ھ کے روز بارہ ہزار کی جمعیت کے ساتھ ان کا مقابلہ کرنے کے لئے نکلے۔ دس ہزار تو آپ کے ساتھ مدینہ سے آئے تھے اور دو ہزار مکہ کے آدمی تھے۔ اسلامی فوج اس آن بان سے نکلی کہ ان کو اپنی فتح کا یقین تھا۔ اسی بات کی طرف قرآن میں اشارہ ہے کہ "حُنین کا دن یاد کر جب تم اپنی کثرت پر اتراتے تھے لیکن وہ کچھ کام نہ آئی اور زمین باوجود کشادگی کے تم پر تنگ ہو گئی۔ پھر تم پیٹھ پھیر کے بھاگ نکلے لیکن اللہ نے اپنے رسول پر اور مسلمانوں پر تسلی نازل کی اور ایسی فوجیں بھیجیں جو تم نے نہ دیکھیں اور کافروں کو عذاب دیا اور کافروں کی یہی سزا ہے" (سورۂ توبہ آیت ۲۵)۔

اس جنگ کے لئے آنحضرت نے عبداللہ بن ربیعہ سے جو ابو جہل کا سوتیلا بھائی تھا دس ہزار درہم قرض لئے۔ صفوان بن امیہ رؤسائے مکہ میں سے تھا اور اب تک اسلام نہیں لایا تھا اس سے آپ نے ایک سو زرہیں اور ہتھیار قرض لئے۔

جب مسلمان حُنین کی وادی میں پہنچے جو تہامہ کے نشیب میں واقع تھی تو دشمنوں نے جو پہلے ٹیلوں اور گڑھوں میں چھپ گئے تھے بے خبری کی حالت میں یکبارگی ان پر حملہ کر دیا۔ لشکر اسلام کے پاؤں اکھڑ گئے اور مسلمان چاروں طرف سراسیمہ ہو کر بھاگ اٹھے۔

لشکرِ اسلام کی حالت پر مکہ کے بعض منافق مسلمان خوش ہوئے۔ ابوسفیان نے کہا "اب یہ مسلمان سمندر کے کنارے سے اِدھر دم نہیں لینگے" صفوان بن امیہ کے بھائی نے پکار کر کہا "آج جادو کا اثر جاتا رہا"۔ اس کے بھائی صفوان نے جو ابھی مشرک ہی تھا اس کو کہا۔ خاموش رہ۔ اللہ کی قسم۔ قریش کی غلامی قبیلہ ہوازن کی غلامی سے بدرجہا بہتر ہے۔

جب لشکرِ اسلام کے پاؤں اکھڑ گئے اور آنحضرت اکیلے رہ گئے تو آپ نے پکار کر کہا "میں نبی ہوں۔ اس بات میں ذرا جھوٹ نہیں۔ میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ الہٰی اپنی مدد بھیج"۔ پھر آپ نے حضرت عباس کو حکم دیا کہ مہاجرین اور انصار کو آواز دو۔ حضرت عباس نے بلند آواز سے کہا "اے گروہِ انصار۔ اے بیعت رضوان والو"۔ اس آواز پر تمام فوج دفعتہً پلٹ پڑی اور لڑائی کا رنگ بدل گیا اور مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔ اسیرانِ جنگ کی تعداد کئی ہزار تھی۔ ان میں شیما بنت الحارث بھی تھی جو آنحضرت کی رضاعی بہن تھی۔ آنحضرت نے جب اس کو پہچانا تو اس کی خاطر اپنی چادر بچھائی۔ چند اونٹ اور بکریاں عنایت کیں اور نہایت احترام سے اس کو واپس وطن پہنچا دیا۔

جنگ کے بعد کسی نے صلاح دی کہ جو لوگ دشمن کے حملہ کے وقت بھاگ گئے تھے وہ قتل کئے جائیں۔ لیکن آنحضرت نے ان کی خطا سے درگذر کی اور کہا "خدا کافی ہے اب اللہ نے ہم کو فتح دیدی ہے"۔

جنگِ اوطاس

قبیلہ ہوازن میں سے بعض شکست کھا کر اوطاس کی جانب بھاگ گئے۔ آنحضرت کے لشکر نے ان کا تعاقب کیا۔ دونوں لشکروں میں اوطاس پر جنگ ہوئی اور لشکرِ اسلام کامیاب رہا۔ ابوعامر اس لشکر کا سردار تھا۔ وہ کسی شخص پر حملہ کرنے سے پہلے اس کو دعوتِ اسلام دیتا۔ اگر وہ نہ مانتا تو کہتا "اے خدا اس پر گواہ ہو" اور پھر اس کو قتل کرتا۔ مقتولین میں سے آنحضرت نے ایک عورت کی لاش دیکھی جس کے گرد بہت لوگ جمع تھے۔ معلوم ہوا کہ خالد بن ولید نے اس کو قتل کیا ہے

آپ نے خالد کو کہلوا بھیجا کہ رسول اللہ تم کو عورتوں۔ بچوں اور بوڑھوں کے قتل سے منع کرتے ہیں۔

غزوۂ طائف

حنین کی شکست خوردہ فوج میں سے بنی ثقیف نے بھاگ کر طائف میں پناہ لی۔ اس شہر کے گرد فصیل تھی۔ بنی ثقیف کا قبیلہ عرب میں ممتاز اور قریش کے ہم پلہ تھا۔ چنانچہ کفار مکہ کہتے تھے۔ اگر قرآن برحق ہوتا تو یا وہ قریش مکہ کے رؤسا پر نازل ہوتا یا طائف کے رؤسا پر اترتا۔ دس سال پہلے طائف کے باشندوں نے آنحضرت کو جب وہ ان کو دعوت اسلام دینے آئے تھے پتھر مار مار کر لہولہان کر دیا تھا۔ طائف کے باشندے منجنیق اور دیگر آلات حرب سے بخوبی واقف تھے۔ پس انہوں نے طائف کے دروازوں کو بند کر لیا اور برجوں اور فصیلوں اور دیگر سامانِ جنگ کو تیار کر کے آنحضرت کے منتظر ہوئے۔

آنحضرت نے جنگِ حنین سے فارغ ہو کر طائف کا رخ کیا اور طائف پہنچکر شہر کا محاصرہ کر لیا اور منجنیق لگا کر جنگ کی۔ (اسلام میں پہلی دفعہ طائف کی جنگ میں منجنیق کو استعمال کیا گیا)۔ بالآخر ایک روز فصیل میں سوراخ نمودار ہوا اور چند مسلمانوں نے شہر کے اندر داخل ہونا چاہا لیکن اہل طائف نے تیروں اور لوہے کے گرم ٹکڑوں کی بارش شروع کر دی اور مسلمانوں کو لاچار باہر نکلنا پڑا۔ آنحضرت نے طائف کے باغوں اور انگوری باغوں کے کاٹنے کا حکم دیا جب لشکر نے کاٹنا شروع کیا تو محصورین نے کہلا بھیجا کہ اگر یہ باغ اجڑ گئے تو پھر تیار نہیں ہو سکیں گے۔ آپ ان کو نہ کٹوائیں یا تو ان کو اپنے واسطے رکھ لیں اور یا خدا کے اور اس رشتہ کے واسطے جو ہم میں اور آپ میں ہے ہم کو عنایت کر دیں۔ آنحضرت نے ان کی درخواست قبول کی اور باغات کے کاٹنے سے منع کیا اور ان کو عنایت کر دئے۔

آنحضرت نے بیس دن طائف کا محاصرہ جاری رکھا لیکن شہر فتح نہ ہو سکا۔ لہذا آپ نے محاصرہ اٹھا لیا۔ کسی نے کہا "یا رسول اللہ۔ ان کے حق میں بد دعا کریں"۔ آپ نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر کہا "یا اللہ۔ بنی ثقیف کو ہدایت دے"۔[۱۵]

قبیلہ ہوازن کے قیدیوں کی واپسی

محاصرہ سے فارغ ہوکر آنحضرت جعرانہ آگئے۔ جہاں حکم کے مطابق جنگِ حنین کا مال غنیمت اور اسیرانِ جنگ کو محفوظ رکھا گیا تھا۔ قیدیوں میں ہوازن کے قبیلہ کی چھ ہزار عورتیں اور بچے تھے۔ پس ہوازن کا وفد مسلمان ہوکر آنحضرت کے پاس آیا اور عرض کی "یا رسول اللہ۔ آپ ہم پر احسان فرمائیں اور ہمارا مال اور ہمارے قیدی ہمیں واپس کر دیں"۔ آپ نے جواب دیا کہ "تم یا اپنا مال واپس لے لو اور یا اپنے قیدی واپس لے لو۔ دونوں چیزیں تمکو نہیں مل سکتیں" انہوں نے کہا "ہم قیدی واپس چاہتے ہیں۔ آپ ان کو رہا کر دیں"۔ آنحضرت نے قیدیوں کو رہا کر دیا اور کہا کہ اگر تمہارا سپہ سالار مالک بن عوف مسلمان ہوکر میرے پاس آجائیگا تو میں اس کے اہل و عیال بھی واپس کر دونگا۔ جب مالک بن عوف نے یہ سنا تو بنی ثقیف سے چھپ کر وہ آنحضرت کے پاس آیا اور مسلمان ہوگیا۔ آنحضرت نے اس کو اس کے اہل و عیال دیدئے اور سو اونٹ بھی عطا کئے۔

مال غنیمت کی تقسیم

اسیرانِ جنگ کے علاوہ مالِ غنیمت میں چوبیس ہزار اونٹ چالیس ہزار بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی ہاتھ لگے۔ جب آپ اسیرانِ جنگ کو واپس کرنے سے فارغ ہوئے تو لوگ مالِ غنیمت کی تقسیم پر اصرار کرنے لگے۔ ہر جانب سے لوگ آپ کو گھیرے تھے۔ یہاں تک کہ آپ کی چادر ایک درخت سے الجھ کر گر پڑی۔ آپ نے کہا "اے لوگو میری چادر تو مجھ کو دو۔ اللہ کی قسم اگر تہامہ کے ملک کے درختوں کی گنتی کے برابر بھی مال ہوتا تو میں اس کو تمہارے درمیان تقسیم کر دیتا اور تم مجھ کو بخیل نہ پاتے۔ مجھے خمس کے سوا اور کچھ درکار نہیں اور وہ بھی تم پر خرچ ہو جاتا ہے"۔ پھر آپ نے مال غنیمت کو لوگوں پر تقسیم کر دیا۔

مولفتہ القلوب کو انعامات

مکہ کے رؤسا اسلام لے آئے تھے لیکن ابھی ان کا ایمان مضبوط نہیں تھا۔ آنحضرت نے ان کے دلوں کو اسلام کی طرف مائل کرنے کے لئے مالِ غنیمت میں سے نہایت فیاضی سے اُن کو انعام دئیے۔ انہی لوگوں کو قرآن میں "مولفتہ القلوب" کہا گیا ہے چنانچہ ابوسفیان کو تین سو اونٹ اور

ایک سو بیس اوقیہ چاندی عطا کی۔ حکیم بن حزام۔ نضر بن حارث۔ صفوان بن اُمیہ۔ قیس بن عدی۔ سہیل بن عمرو۔ حویطب بن عبد العزیٰ۔ اقرع بن حابس۔ عیینہ بن حصین اور مالک بن عوف کو سو سو اونٹ عطا کیے۔ قریش کے بہت سے آدمیوں کو آپ نے سو سے کم عنایت کیے۔ ان میں سے عباس بن مرداس تھا۔ جب اُس کو کم ملے تو اس نے ناراض ہو کر چند اشعار لکھے تو آنحضرت نے صحابہ کو کہا کہ اس کو اور اونٹ دو تاکہ اس کی زبان بند ہو جائے۔ چنانچہ اس کو اتنے ملے کہ وہ خوش ہو گیا

انصار کی بدظنی اور حضرت کی تقریر

جب انصار مدینہ نے دیکھا کہ آنحضرت نے اہل مکہ اور قریش کو انعام و اکرام دیئے اور ہم محروم رہ گئے تو اس بات پر وہ ناراض ہو گئے اور ان میں چہ میگوئیاں شروع ہوئیں۔ کسی نے کہا کہ رسول نے اپنے اقربا کو تو انعام دیا ہے اور ہم کو نہیں دیا جن کی تلواروں سے اب تک قریش کا خون ٹپکتا ہے۔ کسی نے کہا کہ مصیبت کے وقت ہم کو یاد کیا جاتا ہے اور انعام کے وقت ہم یاد سے فراموش ہو جاتے ہیں۔ اس قیل و قال کو سُنکر سعد بن عبادہ آنحضرت کے پاس آیا اور واقعہ کی اطلاع دی۔ آپ نے انصار کو ایک جگہ جمع کیا اور خدا کی حمد و ثنا کے بعد کہا "اے انصار میں تمہارے پاس ایسے وقت آیا جب تم گمراہ تھے۔ پھر میرے ذریعہ خدا نے تمہاری ہدایت کی۔ تم فقیر تھے خدا نے تم کو غنی کیا۔ تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے خدا نے تم کو دوست بنایا"۔ انصار ہر فقرہ کے بعد کہتے تھے "بے شک خدا اور رسول نے ہم پر بڑا احسان کیا"۔ آپ نے کہا "اے انصار مجھے وہ جواب دو جس کو لوگ سُنکر کہیں کہ تم سچ بولتے ہو"۔ انہوں نے کہا "یا رسول اللہ ہم آپ کو کیا جواب دیں۔ آپ کا ہم پر بڑا احسان ہے"۔ آپ نے کہا "نہیں۔ اے انصار تم مجھ کو کہہ سکتے ہو کہ اے رسول جب تم ہمارے پاس آئے تو لوگ تم کو جھٹلاتے تھے لیکن ہم نے تمہاری تصدیق کی۔ جب سب نے تم کو چھوڑ دیا تھا ہم نے تمہاری مدد کی تھی۔ جب لوگوں نے تم کو نکال دیا تھا ہم نے تم کو جگہ دی تھی تم دل شکستہ تھے ہم نے تمہاری دلجوئی کی تھی۔ اے انصار۔ کیا اس دنیا کا مال دینے سے

تم نے اپنے دلوں میں میری نسبت ایسے خیالات کو آنے دیا۔ دنیا کا ذلیل مال میں نے اُن لوگوں کو دیا ہے جن کو میں اسلام کی طرف راغب کرنا چاہتا ہوں کیونکہ انکا زمانہ جاہلیت سے قریب ہے۔ لیکن اسلام کا بیش قیمت مال میں نے تمہارے سپرد کیا ہے اے انصار کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ کوئی اونٹ لے جائے اور کوئی بکری اور تم رسول اللہ کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں بھی انصار میں سے ہوتا۔ اگر تمام لوگ ایک راہ اختیار کریں اور انصار دوسری تو میں انصار کی راہ اختیار کرونگا۔ یا اللہ انصار پر رحم فرما اور انصار کے بیٹوں اور ان کے بیٹوں کی اولاد پر رحم فرما"۔

آنحضرت کی تقریر نے انصار پر اسقدر اثر کیا کہ بے اختیار پکار اٹھے "ہم کو صرف رسول درکار ہے"۔ آنحضرت ۲۴ ماہ ذیقعد واپس مدینہ آگئے۔

اس واقعہ کے متعلق قرآن میں یوں آیا ہے " ان میں کوئی ہے جو تقسیم زکوٰۃ کی بابت تجھے عیب لگاتا ہے۔ سو اگر اس میں سے انہیں ملے تو راضی ہوں اور جو انہیں اس میں سے نہ ملے تو فوراً ہی ناراض ہیں۔ اور اگر وہ اس پر راضی ہوتے جو اللہ اور اس کے رسول نے انہیں دیا اور کہتے کہ ہمیں اللہ کافی ہے۔ ہمیں اللہ اور اس کا رسول اپنی مہر سے پھر بھی کچھ دے رہیگا۔ ہم تو اللہ کی طرف راغب ہیں تو بہتر تھا۔ زکوٰۃ کا مال صرف فقیروں اور محتاجوں کے لئے ہے اور ان کے لئے جو اس پر کارندے ہیں اور ان کے لئے ہے جن کے دل اسلام کی طرف راغب کرنے منظور ہیں" (سورہ توبہ آیت ۵۸ - ۶۰)۔

ابراہیم کی پیدائش اور وفات

ماہ ذی الحجہ ۸ھ میں آنحضرت کا لڑکا ابراہیم آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوا۔ یہ بچہ تقریباً ایک سال کے بعد فوت ہو گیا۔ جس دن یہ بچہ فوت ہوا اس روز آفتاب میں گرہن پڑا۔ لوگوں نے حضرت کو خوش کرنیکے خیال سے کہا کہ ابراہیم کی وفات کے سبب آفتاب میں گرہن پڑ گیا۔ آنحضرت نے کہا کہ سورج اور چاند نہ کسی کے مرنے سے گرہن میں

آتے ہیں اور نہ کسی کے جینے سے۔[۵۱۹] ابراہیم کی وفات سے آنحضرت کو بڑا صدمہ ہوا۔

کعب بن زہیر کا اسلام اسی سال طائف سے واپس آنے کے بعد کعب بن زہیر آپ کے پاس مدینہ آیا اور مسلمان ہوگیا یہ شخص ایک مشہور شاعر تھا جو مکہ میں آنحضرت کی ہجو کیا کرتا تھا۔ اس کے بھائی نے اس کو لکھا کہ تم آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لو کیونکہ جو کوئی اسلام قبول کر لیتا ہے اور آپ کے پاس تائب ہو کر آتا ہے آپ اس کو قتل نہیں کرتے۔ یہ خط پا کر وہ مدینہ گیا اور آنحضرت کے پاس بیٹھ کر اُس نے اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں رکھا اور کہا "یا رسول اللہ۔ اگر کعب توبہ کرکے اور مسلمان ہو کر آپ کے پاس آئے تو آپ اس کو امان دینگے"۔ آنحضرت نے کہا "ہاں"۔ اس نے کہا "یا رسول اللہ۔ کعب بن زہیر میں ہی ہوں"۔ یہ سُنکر انصار میں سے ایک شخص بے تاب ہوگیا اور اس نے عرض کی "یا رسول اللہ مجھ کو اجازت دیں کہ اس کی گردن ماروں"۔ آپ نے کہا "اس کو جانے دو وہ توبہ کرکے آیا ہے"۔

۹ھ

آنحضرت کی سادہ زندگی کا خاکہ حضرت محمد اب عرب کے حکمراں تھے لیکن ان کی فطرت میں سادگی کُوٹ کُوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ آپ کہا کرتے تھے۔ کہ دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے۔ دنیا مسلمان کے لئے دوزخ ہے اور کافر کے لئے جنت ہے اور کہ دنیا اور ما فیہا سب ملعون ہے بجز ذکر الٰہی کے اور اس چیز کے جس کو خدا پسند کرے[۵۱]۔ دنیا کی شان و شوکت کا آپ کے گھر میں نشان تک نہ تھا۔ فقر و فاقہ کی زندگی اور سادگی آپ کو پسند تھی۔ ایک دفعہ حضرت عائشہ نے دیواروں پر دھاری دار رنگین کپڑے منڈھے تو آپ نے ناراض ہو کر کہا کہ ہم کو مال اس واسطے نہیں دیا گیا کہ ہم اینٹ اور پتھر کو لباس پہنائیں۔ ایک مرتبہ آپ اپنی بیٹی بی بی فاطمہ کے گھر گئے۔ ان کے دروازہ پر ایک ریشمی پردہ لٹکا تھا

آپ اُلٹے پاؤں واپس چلے آئے۔ بی بی عائشہؓ کہتی ہیں کہ حضرت کے اہل وعیال نے مدینہ آنے سے آپ کی وفات تک تین روز متواتر گیہوں کی روٹی پیٹ بھر کر کبھی نہ کھائی جب آپ نے انتقال کیا تو انہوں نے کھجوروں اور پانی سے پیٹ بھرا تھا۔ بی بی عائشہ کہتی ہیں کہ ہمیں چولھے میں آگ جلائے ہوئے ایک ایک مہینہ ہو جاتا تھا اور فقط چھوہارے پانی کے ساتھ کھایا کرتے تھے۔ جب کبھی گوشت آجاتا تو وہ پکا لیتے یا انصار ہم کو دودھ وغیرہ بھیج دیتے تھے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت نے نماز عصر پڑھ کر سلام پھیرا تو بہت جلد کھڑے ہوگئے اور گھر چلے گئے۔ جب واپس آئے تو لوگوں نے ایسی جلدی گھر جانے کا سبب دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا کہ مجھے نماز میں یاد آیا کہ ہمارے گھر کچھ سونا پڑا ہے۔ میں نے بُرا سمجھا کہ وہ رات کو ہمارے ہاں رہے پس میں نے تقسیم کرنے کا حکم دیدیا۔

آنحضرت اس درجہ سادگی پر عاشق تھے کہ جب بی بی فاطمہ کا بیاہ ہوا اور ان کو چکی پیسنے سے تکلیف ہوئی اور ان کو خبر ملی کہ آنحضرت کے پاس کچھ لونڈیاں آئی ہیں تو وہ آپ کے پاس ایک خادمہ مانگنے گئیں۔ آپ نے جواب دیا کہ میں تمکو ایک ایسی چیز بتاتا ہوں جو خادمہ سے بہتر ہے۔ جب تم سونے کو جاؤ تو چونتیس مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہو اور تینتیس مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور تینتیس مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ پڑھ لیا کرو۔

آنحضرت جب خود سونے کو جاتے تو قرآن کی سورہ پڑھکر سوتے اور کہتے "یا اللہ میں تیرا نام لے کر مرتا اور زندہ رہتا ہوں"۔ جب صبح اُٹھتے تو کہتے "اللہ کی حمد ہو جس نے موت کے بعد زندہ کیا اور اسی کی طرف حشر ہوگا۔" آپ اکثر دعا مانگتے "یا اللہ میں تجھ سے رحمت مانگتا ہوں جس سے میرے قلب کو ہدایت ہو۔ یا اللہ تو مجھ کو ایسا ایمان اور ایسا یقین مرحمت فرما جس کے بعد کفر نہ ہو اور ایسی رحمت عطا فرما جس سے میں دنیا اور آخرت میں تیری رحمت سے مشرف ہوں۔" آنحضرت کو قرآن میں حکم تھا کہ "اے محمد تو جان رکھ کہ اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں اور اپنے

گناہ کیلئے مغفرت مانگ اور ایماندار مردوں اور عورتوں کے لئے بھی" (سورہ محمد آیت ۱۹) (اے محمد) تو اپنے گناہوں کی معافی مانگ اور صبح کے وقت اور شام کے وقت اپنے رب کی تعریف کے ساتھ تسبیح کر" (مومن آیت ۵۵) "خدا سے مغفرت مانگ اللہ بخشنے والا مہربان ہے" (نسا آیت ۱۱۰)۔ آپ نے ایک دفعہ اپنے صحابہ سے کہا "خدا کی قسم میں ایک دن میں ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار اور توبہ کرتا ہوں"[۹۵]۔ مسروق سے روایت ہے کہ میں نے بی بی عائشہ سے پوچھا کہ رسول اللہ رات کو کس وقت اٹھا کرتے تھے اس نے جواب دیا کہ جب آپ مرغ کی بانگ سنتے آپ نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے[۹۶]۔ بی بی عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ماہِ رمضان میں اتنی عبادت کرتے کہ کسی اور مہینہ میں اتنی کوشش نہیں کرتے تھے۔ بالخصوص اس ماہ کے آخر کے دس روز میں سب سے زیادہ کوشش کرتے تھے۔ آپ رات بھر جاگتے اور گھر والوں کو جگا دیتے تھے اور عورتوں سے ان دنوں میں پرہیز کرتے تھے[۹۷]۔ آپ رات کو اس قدر نماز پڑھتے کہ آپ کے دونوں پیر ورم کر جاتے اور پھٹ جاتے[۹۸] کسی نے کہا کہ "یا رسول اللہ آپ اس قدر عبادت کیوں کرتے ہیں" آپ نے جواب دیا کہ "کیا میں خدا کا شکر گذار بندہ نہ ہوں؟"[۹۹] آپ مسلمانوں کو کہتے کہ "خدا سے اس کا فضل مانگو کیونکہ خدا مانگنے کو پسند کرتا ہے اور دعا کی قبولیت کا انتظار کرنا بہترین عبادت ہے"[۱۰۰]۔ حضرت ابوبکر سے روایت ہے کہ آپ نے کہا "جو کوئی خدا سے مغفرت چاہے اگرچہ دن بھر میں ستر دفعہ وہی گناہ کرے تو ایسا شخص گناہ پر اصرار کرنے والا نہیں کہا جائیگا"[۱۰۱]۔ جب آپ مسجد میں داخل ہوتے اور واپس جاتے تو آپ یہ دعا کرتے تھے "اے پروردگار تو میرے گناہ بخشدے اور مجھ پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دے"[۱۰۲]۔ آپ مسلمانوں کو کہتے کہ "خدا اس بندے پر خوش ہوتا ہے جو کھانا کھا کر اور پانی پی کر خدا کی حمد کرے"[۱۰۳]۔

ایلاء کا واقعہ

ادھر آنحضرت کی سادہ زندگی کا یہ حال تھا ادھر آپ کی بیویاں جو اس وقت نو تھیں توسیع نان و نفقہ کا تقاضا کرنے لگیں۔ ان ازواج

میں سے اکثر معزز خاندانوں سے تعلق رکھتی تھیں اور نکاح سے پہلے ناز و نعم میں پلی
تھیں مثلاً بی بی جویریہ۔ بی بی صفیہ۔ بی بی اُم حبیبہ اپنی اپنی قوم اور قبیلہ کے رؤسا
کی بیٹیاں تھیں۔ جنسِ لطیف کا یہ خاصہ ہے کہ وہ سامانِ آرائش اور زینت کی خواہاں
ہوتی ہے۔ حضرت کی ازواج کو بھی طبعاً یہ چیزیں مرغوب تھیں۔ بالخصوص جب
انہوں نے دیکھا کہ ان کی آنکھوں کے سامنے اسلام کا دائرہ بڑھ گیا ہے تو وہ بھی
قدرتی طور پر سامانِ آرام و آسائش اور زیب و آرائش کی خواہاں ہوئیں اور انہوں
نے توسیع نان و نفقہ کے لئے تقاضے کرنے شروع کئے۔ یہ امر آنحضرت کو ناگوار
معلوم ہوا۔ اس پر آپ کی ازواج آپ سے رُوٹھ گئیں اور آپ نے بھی عہد کر لیا
کہ آپ ایک ماہ تک اپنی ازواج سے نہ ملینگے پس آپ نے گوشہ نشینی اختیار کر لی۔
لوگوں میں افواہ اُڑ گئی کہ آنحضرت نے اپنی ازواج کو طلاق دیدی ہے۔ صحابہ یہ خبر
سُنکر نہایت بے قرار ہو گئے اور زار و قطار رونے لگے۔ جب حضرت عمر کو یہ خبر
ملی تو آپ آنحضرت کے پاس گئے۔ دیکھا کہ آپ چٹائی پر لیٹے ہیں جس کے نشان
آپ کے بدن پر پڑ گئے ہیں اور ایک طرف مٹھی بھر جَو رکھے ہیں۔ یہ حال دیکھ کر
حضرت عمر کے بے اختیار آنسو نکل پڑے۔ آپ نے رونے کا سبب دریافت
کیا تو عمر نے جواب دیا کہ دوسرے بادشاہ اور سلاطین مزے لوٹ رہے ہیں اور
آپ نبی ہو کر اس حالت میں ہیں۔ آپ نے کہا "کیا تم اس پر راضی نہیں کہ قیصر اور
کسریٰ اس دنیا کو لیں اور ہم آخرت کو لیں"۔ عمر نے پوچھا کیا آپ نے اپنی
ازواج کو طلاق دیدی آپ نے جواب دیا کہ نہیں۔ تب حضرت عمر نے طلاق کی
افواہ کی تردید کی۔ جب ایلاء کی مدت یعنی ایک ماہ گذر گیا تو آپ نے اپنی ازواج
کو آیتِ تخییر سنائی یعنی "اے نبی تو اپنی بیویوں کو کہہ دے کہ اگر تم دنیا کی زندگی
اور اس کی آرائش چاہتی ہو تو آؤ میں تم کو رخصتی جوڑے دے کر بطریق احسن
رخصت کرتا ہوں اور اگر تم کو اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کی دنیا درکار ہیں
تو خدا نے تم میں سے نیکوں کے لئے اجرِ عظیم تیار کیا ہے۔ نبی کی بیویو۔ جو کوئی

تم میں سے صریح بے حیائی کا کام کرے گی اس کو دوہرا عذاب دیا جائیگا۔ یہ اللہ پر
آسان ہے اور جو کوئی تم میں سے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت اور نیک عمل
کریگی ہم اس کو اس کا دوگنا اجر دینگے اور اس کے لئے ہم نے عزت کی روزی
تیار کی ہے۔ نبی کی بیویو۔ تم اور عورتوں کی مانند نہیں ہو اگر تم کو پرہیزگاری منظور
ہے تو دبی زبان سے کسی کے ساتھ بات چیت نہ کیا کرو کہ جس کے دل میں کھوٹ
ہے وہ لالچ کرے اور معقول بات کرو اور اپنے گھروں میں ٹھہرو اور اپنا بناؤ
سنگار دکھاتی نہ پھرو جیسے پہلے جاہلیت میں دکھانے کا دستور تھا اور نماز
پڑھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو" (سورہ احزاب
آیت ۲۸-۳۳)۔ اس پر حضرت عائشہ اور دیگر بیویوں نے جواب دیا کہ ہم
سب کچھ چھوڑ کر اللہ اور رسول کی خواہاں ہیں[۱۹]

ان آیات کے بعد آنحضرت پر آنکی ازواج کے متعلق ذیل کے احکام
نازل ہوئے "اے نبی ہم نے تیرے لئے تیری وہ عورتیں حلال کر دی ہیں جن کا مہر
تو دے چکا ہے اور وہ لونڈیاں جو تجھ کو لڑائیوں میں بطور غنیمت ملی ہیں اور
تیرے چچا کی بیٹیاں اور تیری پھوپھیوں کی بیٹیاں اور تیرے ماموں کی بیٹیاں اور
تیری خالاؤں کی بیٹیاں جو تیرے ساتھ ہجرت کر کے آئی ہیں اور کوئی اور مسلمان
عورت اگر (مفت) اپنے تئیں نبی کو بخش دے (یعنی بلے مہر نکاح میں آنا چاہے)
بشرطیکہ نبی بھی اس کو نکاح میں لینا چاہے یہ بات خاص تیرے ہی لئے ہے اور
عام مسلمانوں کے لئے نہیں ہے۔ تاکہ تجھ پر تنگی نہ رہے۔ اپنی بیویوں میں سے
جسے تو چاہے علیحدہ رکھ اور جسے تو چاہے اپنے پاس جگہ دے اور جن کو
تو نے الگ کر دیا تھا اگر ان میں سے تو کسی کی خواہش کرے تو تجھ پر گناہ نہیں۔
یہ اختیار تجھ کو اس لئے دیا گیا ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور غم نہ کریں
اور سب اس پر جو تو نے ان کو دیا راضی رہیں۔ اس وقت کے بعد تیرے لئے
اور عورتیں حلال نہیں ہیں اور نہ یہ حلال ہے کہ ان کے بدلے اور بیویاں کرے

اگرچہ تجھے ان کا حُسن پسند بھی آئے مگر جو اپنے ہاتھ کا مال ہو (یعنی لونڈیوں کا مضایقہ نہیں) اور اللہ ہر شے پر نگہبان ہے" (سورہ احزاب آیت ۴۹-۵۲)

انہی دنوں کا واقعہ ہے کہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کے اصرار سے آنحضرت نے اپنی لونڈی ماریہ قبطیہ کو اپنے اوپر حرام کرنے کی قسم لی اور بعض کہتے ہیں کہ آپ نے ان کے کہنے سننے سے شہد کو اپنے اوپر حرام کر لیا تھا۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں

"اے نبی جو چیز اللہ نے تجھے حلال کر دی تو اسے کیوں حرام کرتا ہے۔ تو اپنی عورتوں کی خوشنودی چاہتا ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ خدا نے تمہارے لئے تمہاری قسموں کے توڑ ڈالنے کا ٹھیراؤ مقرر کر دیا ہے اور اللہ تمہارا کارساز ہے اور وہ جاننے والا حکمت والا ہے۔ اور جب نبی نے اپنی بیویوں میں سے ایک سے کوئی بات چھپا کر کہی پھر جب اس نے اس بات کی خبر کر دی اور اللہ نے نبی کو اس افشا پر مطلع کر دیا تو نبی نے کچھ تو جتا دی اور کچھ ٹال دی۔ پھر جب یہ اس عورت کو جتایا تو بولی کہ تجھے یہ کس نے بتایا۔ نبی نے کہا مجھے جاننے والے واقف کار نے خبر دی ہے۔ اگر تم دونوں اللہ کی طرف توبہ کرو تو بہتر ہے کیونکہ تم دونوں کے دل ٹیڑھے ہو گئے ہیں اور جو تم دونوں نبی پر چڑھائی کرو گی تو اللہ اس کا رفیق ہے اور جبرئیل اور سب نیک مومن اور اس کے بعد فرشتے اس کے مددگار ہیں۔ اگر نبی تم کو طلاق دے تو قریب ہے کہ اس کا رب اُسے تم سے بہتر بیویاں بدل دے جو مسلمان ایماندار نماز پڑھنے والی توبہ کرنے والی۔ عبادت گذار۔ روزہ دار شوہر دیدہ اور کنواریاں ہوں" (تحریم آیت ۱-۵)۔

غزوۂ تبوک ماہ رجب ۹ھ میں آنحضرت نے فوج کی تیاری کی

حکم دیا۔ ان دنوں میں گرمی بڑی شدت سے پڑتی تھی اور باغوں میں پھل ابھی تک تیار نہ ہوئے تھے۔ آنحضرت نے سفر کی مشقت اور تکلیف اور دشمن کی تعدادِ کثیر کی وجہ سے فوج کو بتا دیا کہ رومیوں کے ساتھ جو مذہباً عیسائی تھے جنگ کرنی ہے گرمی کی شدت اس پر قحط کی مصیبت سفر کی مشقت دیکھ کر منافق اس جنگ میں شریک ہونا نہیں چاہتے تھے اور دوسروں کو بھی یہ کہہ کر باز رکھتے تھے کہ "گرمی میں نہ نکلو"۔ پس منافق آنحضرت کے پاس حاضر ہو کر طرح طرح کے حیلے تراشنے لگے۔ "بعض کہتے ہیں ہم کو معاف کریں اور فتنہ میں نہ ڈالیں۔ لیکن یہ لوگ فتنہ میں گر پڑے ہیں اور بے شک جہنم کافروں کو گھیرے ہوئے ہے" (سورہ توبہ آیت ۴۹) ۔ خدا نے ان منافقوں کے لئے یہ آیت نازل کی "وہ کہتے ہیں کہ اس گرمی کے موسم میں نہ نکلو۔ تو کہہ دوزخ کی آگ کی گرمی بڑی سخت ہے اگر وہ سمجھیں۔ پس ان کو چاہیئے کہ وہ تھوڑا ہنسیں اور زیادہ روئیں۔ جو کسب وہ کرتے ہیں اس کی سزا بہت ہے" (سورہ توبہ آیت ۸۳)۔ بعض خالص مسلمان ایسے بھی تھے جن کے پاس سامان سفر نہیں تھا وہ آنحضرت کے پاس سواری وغیرہ مانگنے آئے۔ جب نہ مل سکی تو وہ جنگ میں شریک نہ ہوئے۔ ان کی نسبت قرآن میں ہے "ان لوگوں پر کچھ اعتراض نہیں جو تیرے پاس آئے کہ ہم کو سواری دے اور تو نے جواب دیا کہ میرے پاس سواری کہاں جس پر تم کو سوار کروں تو وہ واپس چلے گئے اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے کہ افسوس ہمارے پاس خرچ نہیں" (سورہ توبہ آیت ۹۲)۔ جو صحابہ دولتمند تھے انہوں نے راہِ خدا میں غربا کو سواریاں دیں۔ حضرت عثمان نے اس غزوہ میں تین سو اونٹ پیش کئے اور آنحضرت نے دعا دی کہ "اے اللہ میں عثمان سے راضی ہوں تو بھی راضی ہو"۔ آپ تیس ہزار فوج کے ساتھ مدینہ سے نکلے جسمیں دس ہزار سوار تھے آنحضرت علی کو مدینہ میں چھوڑ گئے۔ عبد اللہ بن اُبی منافق نے اپنا لشکر علحدہ آنحضرت کے لشکر سے کچھ فاصلہ پر رکھا اور تمام منافقین اسکے

ساتھ تھے۔ جب آنحضرت کا لشکر روانہ ہوگیا تو وہ واپس مدینہ آگئے۔ اور حضرت علیؓ کو کہنے لگے "تم کو رسول اللہ نے اس واسطے پیچھے چھوڑا ہے تاکہ تم اُن پر بوجھ نہ ہو"۔ حضرت علیؓ یہ سنتے ہی ہتھیار پہن آنحضرتؐ کے پاس چلے گئے اور پوچھا "یارسول اللہ کیا میں آپ پر بار ہوں؟" آپ نے جواب دیا "علی۔ وہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں میں نے تم کو اپنے اہل وعیال کی حفاظت کے واسطے چھوڑا ہے۔ کیا تو اس بات سے راضی نہیں کہ تیرا میرا تعلق موسیٰ اور ہارون کا تعلق ہو"۔ اس پر حضرت علیؓ مدینہ آگئے اور آنحضرت آگے بڑھے۔ لوگوں کا یہ حال تھا کہ ہر منزل کے بعد منافقین پیچھے رہ جاتے اور واپس مدینہ لوٹ آتے۔ جو آنحضرتؐ کے ساتھ تھے وہ دیگر مسلمانوں کو یہ کہہ کر خوفزدہ کرتے "تم نے روم کے ساتھ جنگ کرنے کو بھی عرب کی لڑائیوں کی طرح سمجھ رکھا ہے کہ ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ سے لڑتا ہو۔ اللہ کی قسم تم کو جلدی رسیوں میں مشکیں بندھی ہوئی نظر آئینگی"۔

غرض آنحضرت تبوک پہنچے جو مدینہ اور دمشق کے وسط میں مدینہ سے چودہ [۱۴] منزل پر ہے۔ وہاں آپ نے بیس دن قیام کیا۔ ایلہ کے سردار یوحنا نے اور جرباء اور اذرح کے عیسائیوں نے جزیہ دینا قبول کرلیا اور صلح کرلی۔

خالد کی اکیدر کی جانب روانگی آنحضرتؐ نے خالد بن ولید کو اکیدر شاہ کندہ کی طرف جو عیسائی تھا روانہ کیا اور چار سو کی جمعیت ساتھ دیدی۔ اکیدر شکار کھیلنے میں مشغول تھا۔ خالد اس کو گرفتار کرکے آنحضرتؐ کے پاس لے آیا۔ جب صحابہ نے اکیدر کی قبا دیکھی جس پر طلائی کام تھا تو نہایت متعجب ہوئے۔ آنحضرت نے کہا "تم اس قبا کو دیکھ کر تعجب کرتے ہو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ جنت میں سعد بن معاذ کے رومال اس سے بہتر ہیں"۔

مسجد ضرار کا مسمار ہونا جب آنحضرت تبوک سے واپس آرہے تھے تو راہ میں مقام قبا پر آپ نے مسجد ضرار کو مسمار کرنے اور آگ لگانے کا حکم دیا۔

کیونکہ اس مسجد کے بنانے والے منافق تھے جو چاہتے تھے کہ دو مسجدوں کے ہونے سے مسلمانوں میں نفاق پڑ جائے۔ اس کی نسبت قرآن میں ہے " وہ لوگ جنہوں نے ایک مسجد ضرر اور پھوٹ ڈالنے اور کفر کی غرض سے تیار کی تھی اور اُن کی یہ غرض تھی کہ جو لوگ پہلے سے خدا اور رسول سے جنگ کرتے ہیں ان کے لئے ایک کمین گاہ ہو لیکن وہ قسم کھاتے ہیں کہ ہم نے صرف بھلائی کے لئے ایسا کیا اور اللہ گواہ ہے کہ وہ جھوٹ بولتے ہیں تو کبھی اس مسجد میں کھڑا نہ ہو وہ مسجد جسکی بنیاد پہلے ہی دن پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے اس بات کی زیادہ مستحق ہے کہ تو اس میں نماز پڑھے۔ وہاں ایسے لوگ ہیں جو صفائی دوست ہیں اور خدا صفائی پسند کرنے والوں کو چاہتا ہے" (سورہ توبہ آیت ۱۰۸)۔

کعب بن مالک پر عتاب

جب آپ واپس مدینہ آئے تو منافقین آنحضرت کے پاس آئے اور عدم شرکت جنگ کے طرح طرح کے جھوٹے حیلے پیش کرنے لگے۔ حضرت نے ان کے واسطے دعائے مغفرت کی اور ان کے دل کے بھیدوں کو خدا کے سپرد کیا۔ کعب بن مالک اور دو مسلمانوں نے آکر آنحضرت سے سچ بولا اور کہا کہ وہ اپنی آسانی اور سہولت اور بیویوں کی وجہ سے شریک نہ ہوئے تھے آنحضرت نے حکم دیا کہ کوئی اُن سے کلام نہ کرے۔ پس اس مقاطع اور بائیکاٹ کی وجہ سے ان کی جان سخت عذاب میں مبتلا ہوئی۔ اس پر کعب بن مالک کو رئیس غسان نے (جو عیسائی تھا) لکھا کہ تم میرے پاس چلے آؤ۔ کعب اس خط کو دیکھ کر سخت برہم ہوا اور گو زیر عتاب تھا اس نے خط کو تنور میں پھینک دیا۔ پچاس روز کے بعد اللہ نے ان تینوں کی توبہ منظور کی اور یہ آیت نازل ہوئی "خدا نے نبی کی توبہ قبول کر لی اور مہاجرین اور انصار کی توبہ قبول کی جنہوں نے تنگی کے وقت رسول کی اطاعت کی بعد اس کے قریب تھا کہ ان میں سے ایک گروہ کے دل پھر جائیں۔ پھر خدا نے ان کی توبہ قبول کی بے شک وہ ان کے ساتھ مہربان رحم والا ہے۔ اور ان تینوں شخصوں کی بھی توبہ قبول کی جو پیچھے رہ گئے تھے" (سورہ توبہ آیت ۱۱۸۔۱۱۹)

منافقوں کے لئے جو حیلے تراشتے تھے یہ آیت نازل ہوئی "اے مومنو جب تم منافقوں کی طرف واپس جاؤ گے تو وہ تمہارے سامنے خدا کی قسمیں کھائینگے۔ تاکہ تم ان کو معاف کرو۔ پس تم ان سے منہ پھیر لو بے شک وہ ناپاک ہیں اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے یہ سزا ان کے اعمال کی ہے جو وہ کماتے اور کسب کرتے تھے۔ تمہارے سامنے اس واسطے قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تم ان سے راضی ہو پس اگر تم ان سے راضی بھی ہو جاؤ گے تو خدا ایسے بدکاروں سے راضی نہیں" (سورہ توبہ آیت ۹۵ - ۹۷)۔

وفد بنی ثقیف ماہِ رمضان میں بنی ثقیف کا وفد آنحضرت کے پاس آیا جب انہوں نے دیکھا کہ عرب میں اسلام کا اقتدار زور پکڑ گیا ہے۔ اور ان کے لئے تمام عرب کے قبائل کے ساتھ جنگ کرنا ناممکن ہے وہ آکر مسلمان ہو گئے۔ آنحضرت نے بنی ثقیف کے ساتھ معاہدہ کیا۔ بنی ثقیف نے یہ شرط پیش کی کہ ان کا بت خانہ جس میں لات کا بت تھا تین سال تک منہدم نہ کیا جائے۔ آپ نے قبول نہ کیا۔ پھر انہوں نے ایک سال تک کہا آپ نے قبول نہ کیا یہاں تک کہ وہ مدت گھٹاتے گھٹاتے ایک ماہ تک آ گئے۔ آنحضرت نے وہ بھی قبول نہ کیا۔ انہوں نے بالآخر یہ شرط پیش کی کہ ہم اپنے ہاتھوں سے اپنا بت نہیں توڑینگے۔ آنحضرت نے یہ منظور کیا۔ بنی ثقیف نے کہا "ہم کو نماز سے معافی دیجائے"۔ آنحضرت نے کہا کہ جس دین میں نماز نہیں اس میں کچھ بھلائی نہیں۔ پھر وفد نے کہا کہ زنا ہمارے لئے جائز رکھا جائے کیونکہ ہم میں سے اکثر مجرّد رہتے ہیں اور وہ اس کام کے کرنے پر مجبور ہیں۔ آنحضرت نے قبول نہ کیا۔ پھر انہوں نے کہا کہ ہمارے لئے سود خواری جائز قرار دی جائے کیونکہ ہم کاروباری آدمی ہیں اور ہمارا ذریعہ معاش سود ہے۔ آنحضرت نے یہ شرط بھی رد کر دی۔ پھر انہوں نے کہا ہمارے پاس انگوری باغ کثرت سے ہیں اور یہی ہماری بڑی تجارت ہے لہذا ہم کو شراب سے نہ روکا جائے۔ آنحضرت نے یہ بھی قبول نہ کیا۔ پھر انہوں نے درخواست کی

کہ ہم کو زکوٰۃ اور جہاد سے معاف رکھا جائے۔ آنحضرت نے یہ شرط منظور کر لی۔ ۹ھ
جب یہ وفد رخصت ہونے لگا تو آنحضرت نے عثمان بن ابی العاص کو ان کے ساتھ
کر دیا۔ تا کہ ان کو اسلام کی تعلیم دے۔ عثمان نوعمر تھے لیکن دینی مسائل اور قرآن کے
نہایت شوقین تھے۔

طایف کے بتوں کا توڑنا

اس سفارت کے ساتھ آنحضرت نے مغیرہ بن شعبہ
اور ابو سفیان کو بھیجا تا کہ طایف کے بڑے صنم لات کو توڑ آئیں۔ جب مغیرہ نے
بت کو توڑنا شروع کیا تو عورتیں روتی اور سر پیٹتی تھیں اور کہتی تھیں "ان لوگوں پر
رو کیونکہ ان پست ہمت والوں نے اپنے بتوں کو دشمنوں کے سپرد کر دیا اور لڑائی
نہ کر سکے"۔ بت خانہ کے زیورات اور خزانہ کو مدینہ بھیجا دیا گیا۔

قبیلہ ثقیف کے ایک رئیس کی دس بیویاں تھیں چونکہ اسلام میں صرف
چار بیویوں کی اجازت تھی اس کو چھ بیویوں کو طلاق دینی پڑی۔

قبائل عرب پر اسلام کے غلبہ کا اثر

قبائل عرب نے دیکھا کہ مکہ اور طایف کے
لوگوں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ چونکہ قریش مکہ تمام
عرب کے مذہبی ہادی اور پیشوا سمجھے جاتے تھے اور طایف کے باشندے قریش کے
ہم پلہ تھے۔ پس ان قبائل نے بھی اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کر لیا اور جوق در جوق
۹ھ میں آنحضرت کے پاس آنے لگے۔ اسی لحاظ سے اس سال کو سنۃ الوفود
کہا جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن کی اس آیت میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے "جب
اللہ کی مدد اور فتح آ گئی اور تو نے لوگوں کو دیکھا کہ خدا کے دین میں فوجوں کی فوجیں
داخل ہوتی ہیں۔ پس اپنے رب کی حمد اور تسبیح کر اور اس سے دعائے مغفرت
مانگ۔ بے شک وہ توبہ کا قبول کرنے والا ہے" (سورہ نصر آیت ۱-۳)۔

نجران کے عیسائیوں کا وفد

نجران کا ضلع مکہ سے سات منزل پر تھا۔
عرب میں عیسائیوں کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ خاص نجران میں ایک بڑا عالیشان
گرجا تھا جس کو لوگ "کعبہ" کہتے تھے اور یہ مکہ کے کعبہ کا جواب تھا اور اسکی آمدنی

دو لاکھ سالانہ تھی۔ آنحضرت نے مغیرہ بن شعبہ کو دعوتِ اسلام کے لئے نجران بھیجا۔ لیکن جب عیسائیوں نے قرآن پر اعتراضات کئے وہ جواب نہ دے سکا۔ اس کے بعد آنحضرت نے نجران کے بشپ ابوحارثہ کو لکھا کہ اگر اسلام قبول نہ ہو تو ہماری اطاعت قبول کر کے جزیہ دو۔ بشپ ابوحارثہ معہ ساٹھ رفقا کے آنحضرت کے پاس مدینہ گیا اس وفد میں چودہ اشخاص ایسے تھے جن کے قبضہ میں کُل اختیارات تھے۔ ان میں عبدالمسیح جیسا جید شخص تھا جس کی رائے سب پر مقدم سمجھی جاتی تھی۔ بشپ ابوحارثہ بڑا زاہد اور عابد شخص تھا اور مسیحی دنیا میں ایک قابل قدر ہستی تھا۔ یہ لوگ نہایت عمدہ قیمتی لباس میں آراستہ ہو کر مسجد میں آئے۔ آنحضرت نے ان کو نہایت عزت و توقیر کے ساتھ مسجد میں اتارا۔ جب ان کی نماز کا وقت آیا تو انہوں نے نماز پڑھنی چاہی۔ صحابہ مزاحم ہوئے لیکن آنحضرت نے اجازت دی اور انہوں نے اپنی نماز مسجد میں ادا کی۔ آنحضرت نے بشپ ابوحارثہ اور عبدالمسیح اور ایہم کے ساتھ مذہبی گفتگو کی اور ان کو خدائے واحد کی دعوت دی تو انہوں نے کہا کہ "ہم تو پہلے ہی خدا کو واحد اکیلا اور لاشریک مانتے ہیں"۔ آنحضرت نے کہا "پھر تم مسیح کو خدا کا بیٹا کیوں کہتے ہو؟" انہوں نے کہا "اے محمد تم ہی بتا دو کہ عیسیٰ کا باپ کون تھا"۔ آنحضرت خاموش ہو گئے اور آپ نے سورۂ آل عمران کی اسّی آیات پڑھیں اور کہا "اے اہل کتاب۔ ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے تمہارے درمیان برابر ہے کہ ہم خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔ نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کریں اور خدا کو چھوڑ کر ہم ایک دوسرے کو معبود نہ بنائیں"۔

پھر آنحضرت نے عیسائیوں کو مباہلہ کی دعوت دی۔ قرآن میں اس کا یوں ذکر ہے "جو شخص تجھ سے علم آنے کے بعد جھگڑا کرتا ہے اس سے کہہ کہ آؤ اپنی اولاد اور اپنی عورتوں کو اور اپنے آپ کو لاؤ۔ پھر مباہلہ کریں اور دعا کریں کہ ہم میں سے جو جھوٹا ہے اس پر خدا کی لعنت ہو" (آل عمران آیت ۵۴)۔ آنحضرت حضرت فاطمہ اور امام حسن اور امام حسین کو لے کر مباہلہ کے لئے نکلے لیکن چونکہ انجیل میں عیسائیوں کو

کسی کے لئے بددعا اور لعنت کرنے کی اجازت نہیں۔ بشپ ابو حارثہ اور اس کے رفقاء نے یہ مطالبہ منظور نہ کیا اور سالانہ خراج ادا کرنا منظور کر کے واپس اپنے شہر کو آ گئے۔

جب یہود کو معلوم ہوا کہ نجران کے عیسائی مدینہ آئے ہیں تو وہ ان کے پاس آئے اور مسیح کے بارے میں ان سے گفتگو کر کے کہنے لگے "تم کسی چیز پر نہیں ہو۔ عیسائیوں نے ان کو کہا کہ اگر تم مسیح اور انجیل کو نہ مانو گے تو تورات تم کو نفع نہ پہنچائیگی"۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی "یہود کہتے ہیں کہ نصاریٰ کسی چیز پر نہیں اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ یہود کسی چیز پر نہیں۔ حالانکہ دونوں الکتاب (بائیبل) پڑھتے ہیں۔ ان کے قول کی طرح ان سے پہلے لوگوں نے کہا تھا۔ پس اللہ قیامت کے روز ان کے اختلاف کا فیصلہ کریگا" (سورہ بقر آیت ۱۰۷)۔

یہود آنحضرت کو کہتے تھے کہ یہودیت اختیار کرو تو ہدایت پاؤ گے عیسائی کہتے تھے کہ مسیحیت کو اختیار کرو تو تمہاری نجات ہوگی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی "یہودی کہتے ہیں کہ یہودی ہو جاؤ۔ نصاریٰ کہتے ہیں عیسائی ہو جاؤ تو ہدایت پاؤ گے۔ تو کہہ ہم تو ابراہیم کی ملت پر ہیں جو حنیف تھا اور مشرک نہ تھا (سورہ بقر آیت ۱۲۹)

بنی تمیم کا وفد

بنی تمیم کا وفد آیا۔ اس میں قبیلہ کے رؤسا خطیب اور شاعر تھے۔ جب یہ مسجد میں پہنچے تو آنحضرت گھر میں تھے۔ انہوں نے للکار کر کہا "یا محمد۔ باہر آؤ۔ ہم تم سے مفاخرت کرنے آئے ہیں"۔ آپ کو ان کا للکارنا اور آواز دینا ناگوار معلوم ہوا لیکن آپ باہر نکلے اور انہوں نے کہا "ہمارے خطیب کو اجازت دو کہ وہ ہمارے فخر کا خطبہ بیان کرے"۔ جب آنحضرت نے اجازت دی تو ان کے خطیب نے نہایت فصاحت سے ان کے قبیلہ کی بڑائی جتائی۔ جب وہ ختم کر چکا تو آنحضرت کے خطیب نے آنحضرت کا اور مسلمانوں کی بڑائی اور فخر کا خطبہ پڑھا۔ پھر بنی تمیم کے شاعر نے ایک فخریہ قصیدہ پڑھا جس کا آنحضرت کے

شاعر حسّان بن ثابت نے فی البدیہہ جواب دیا۔ آنحضرت نے کہا کہ خدا روح القدس کے ذریعہ حسّان کی تائید کرتا ہے[۹۲۳]۔ وفد نے اقرار کیا کہ اسلامی خطیب اور شاعر دونوں اُن کے خطیب اور شاعر سے افضل ہیں۔ آنحضرت نے کہا "اے بنی تمیم خوشخبری حاصل کرلو۔ انہوں نے جواب دیا کہ بشارت تو آپ نے دی کچھ دلوائیے بھی تو سہی[۹۲۴]۔ آنحضرت نے ان کو انعام واکرام دئیے۔ چونکہ بنی تمیم نے آنحضرت کو للکارا تھا یہ آیت نازل ہوئی۔ "(اے رسول) وہ لوگ جو تم کو حجروں کے پیچھے سے پکارتے ہیں اکثر ان میں سے جاہل ہیں اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ تو ان کی طرف نکل آتا تو ان کے لئے بہتر ہوتا" (حجرات ۴ و ۵)۔

آداب رسالت

اسی طرح آنحضرت آداب رسالت مسلمانوں کو سکھلاتے تھے۔ چنانچہ قرآن میں آیا "مومنو۔ جب تم رسول کے کان میں بات کہنا چاہو تو کان میں بات کرنے سے پہلے کچھ خیرات لاکر آگے رکھ دیا کرو۔ یہ تمہارے حق میں بہتر اور زیادہ صفائی کا موجب ہے" (سورہ مجادلہ آیت ۱۳)۔ "جو کچھ تم کو رسول دے اسے لے لو اور جس سے منع کرے باز رہو اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے" (حشر آیت ۷)۔ "اپنے درمیان رسول کا بلانا ایسا نہ ٹھہراؤ جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو جو لوگ اس کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں چاہیئے کہ ڈریں کہ ان پر کوئی آفت نہ آجائے یا ان کو دکھ دینے والا عذاب پہنچے" (نور آیت ۶۳)۔ "تم اللہ کے رسول کو قوت دو اور اس کی تعظیم کرو" (سورہ فتح آیت ۹) "مومنو اللہ اور اس کے رسول کے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو۔ نبی کی آواز پر اپنی آوازیں بلند نہ کرو اور اس کے ساتھ زور زور سے باتیں نہ کرو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ زور زور سے باتیں کرتے ہو۔ جو لوگ رسول اللہ کے سامنے اپنی آوازیں پست کرتے ہیں وہی ہیں جن کے دل اللہ نے تقویٰ کیلئے آزمائے ہیں" (حجرات آیت ۱-۳)۔ "مومن وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائیں اور جب کسی جمع ہونے کے کام میں اس کے ساتھ ہوں تو بغیر اس سے

اجازت لئے نہ چلے جایا کریں۔ پھر جب وہ اپنے کسی کام کے لئے تجھ سے اجازت مانگیں تو ان میں سے جس کو چاہے اجازت دے" (نور آیت ۶۲)۔ "ایمان والوں کی بات تو یہ ہے کہ جب وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جائیں کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے تو کہیں کہ ہم نے سنا اور حکم مانا" (نور آیت ۵۰)۔ "جب اللہ اور اس کا رسول کوئی بات مقرر کرے تو کسی ایماندار مرد یا عورت کا کام نہیں کہ ان کو اپنے کام کا اختیار ہے" (احزاب آیت ۳۶)۔

قبیلہ بنی اسد کا وفد

قبیلہ بنی اسد قریش کا حامی تھا۔ اس قبیلہ کا وفد آنحضرت پاس آیا اور باتوں باتوں میں کہا کہ ہم مسلمان ہو کر گویا تم پر احسان کرتے ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی "یہ لوگ تجھ پر احسان رکھتے ہیں کہ ہم مسلمان ہو گئے ہیں۔ تو کہہ مجھ پر اپنے اسلام کا احسان مت رکھو۔ بلکہ خدا کا یہ تم پر احسان ہے کہ اس نے تم کو ایمان لانے کی ہدایت دی اگر تم سچے ہو" (سورہ حجرات آیت ۱۷)۔

بنی حنیفہ کا وفد

بنی حنیفہ کا وفد بھی مدینہ آیا۔ اس وفد میں مسیلمہ "کذاب" بھی شامل تھا۔ جب یہ لوگ آنحضرت کے پاس آئے تو مسیلمہ کو فرودگاہ میں چھوڑ آئے۔ بنی حنیفہ مسلمان ہوئے۔ آپ نے ان میں انعام و اکرام تقسیم کئے۔ انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ہم اپنے میں سے ایک شخص مسیلمہ کو اسباب کی حفاظت کے لئے چھوڑ آئے ہیں۔ آپ نے کہا کہ وہ بھی تم سے کم مرتبہ کا نہیں۔ اس کے واسطے بھی آپ نے انعام کا حکم دیا۔ جب یہ وفد رخصت ہو کر واپس یمامہ گیا تو مسیلمہ نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا اور کہا کہ میں نبوت میں محمد کا شریک ہوں اور وفد کے شرکا سے کہنے لگا کیا محمد نے نہیں کہا تھا کہ میں کم مرتبہ نہیں ہوں۔ وہ جانتا تھا کہ میں نبوت میں اس کا شریک ہوں۔ مسیلمہ نے مقفیٰ عبارتیں گھڑ کے اپنی قوم کو سنائیں اور کہا جس طرح محمد پر قرآن نازل ہوتا ہے مجھ پر بھی یہ نازل ہوا ہے۔ مسیلمہ نے نماز معاف کر دی اور شراب اور زنا کو حلال کر دیا۔ بنی حنیفہ اس کے مطیع ہو گئے۔

عدی بن حاتم طائی کا اسلام

قبیلہ طے یمن میں ایک نامور قبیلہ تھا۔

اس کے رؤسا زید اور عدی بن حاتم طائی تھے۔ زید آنحضرت کے پاس آکر مسلمان ہوگیا۔ عدی عیسائی تھا اور مشہور حاتم طائی کا بیٹا تھا۔ سلاطین عرب کی طرح اس کو بھی چوتھائی ملتی تھی۔ جب اسلامی فوج یمن گئی تو وہ بھاگ گیا اور اس کی بہن گرفتار ہوکر آنحضرت کے پاس آئی۔ آنحضرت نے اس کو عزت اور احترام سے واپس بھیج دیا۔ اس نے جاکر اپنے بھائی کو صلاح دی کہ مدینہ جاکر آنحضرت کے پاس جائے اور کہا اگر وہ نبی ہیں تو تم کو فضیلت ہوگی اور اگر وہ بادشاہ ہیں تو تمہاری عزت ہوگی اس صلاح کے مطابق عدی مدینہ گیا۔ آنحضرت کو جب معلوم ہوا تو کھڑے ہو گئے تاکہ اس کو اپنے گھر لے جائیں۔ راہ میں ایک بڑھیا مل گئی آپ اس کی خاطر دیر تک کھڑے رہے۔ عدی خود رئیس تھا حیران رہ گیا کہ شہنشاہ عرب ایک ضعیفہ سے اس طرح پیش آتا ہے۔ جب گھر آئے تو ایک موٹا گدا اسے بیٹھنے کو دیا اور آپ زمین پر بیٹھ گئے۔ گھر کا سامان دیکھ کر عدی انگشت بدنداں رہ گیا۔ آنحضرت نے پوچھا "عدی۔ کیا تم اکوسی (عیسائیوں کا ایک فرقہ) نہیں۔ پھر تم کیوں اپنی قوم سے (ل ... ٹیکس) وصول کرتے ہو۔ یہ تو تمہارے مذہب میں ناجائز ہے۔" پھر کہا "عدی اس خیال سے اسلام قبول نہیں کرتے کہ مسلمان غریب ہیں؟ اللہ کی قسم وہ بہت مالدار ہونگے۔ یا شاید تم اس وجہ سے تامل کرتے ہو کہ مسلمان تعداد میں کم ہیں۔ اللہ کی قسم وہ وقت قریب ہے کہ ایک عورت تنہا قادسیہ سے مکہ سفر کریگی اور اس کو کسی کا خوف نہ ہوگا۔ شاید تم اس وجہ سے تامل کرتے ہو کہ مسلمانوں کے پاس سلطنت نہیں۔ اللہ کی قسم تم عنقریب سن لوگے کہ وہ بابل کے محل فتح کرینگے۔" عدی مسلمان ہوگیا۔

بنو فزارہ کا وفد بنو فزارہ ایک سرکش قبیلے نے بھی اس سال اپنا وفد بھیجا اور اسلام قبول کیا۔

بنی عامر کا وفد بنی عامر کا وفد بھی آنحضرت کے پاس آیا۔ عامر بن طفیل۔ اربد بن قیس اور جبار بن سلمیٰ اس وفد میں شریک تھے۔ عامر نے اربد کو کہا

کہ میں محمد کو باتوں میں مشغول کر دونگا اور تم موقعہ پاکر اس کا کام تمام کر دینا۔ لیکن اربد کی ہمت نے جواب دیدیا۔ واپس جاتے وقت عامر اور اربد دونوں فوت ہو گئے اور جبار اور دیگر لوگ مسلمان ہو گئے۔

بنو حرث کا اسلام بنو حرث بن کعب نجران کا ایک معزز قبیلہ تھا۔ آنحضرت نے خالد بن ولید کو اس کی طرف بھیجا اور حکم دیا کہ جنگ کرنے سے پہلے انکو دعوتِ اسلام کرنا۔ ان لوگوں نے اسلام قبول کر لیا اور جنگ سے باز رہے۔

ہمدان کا وفد ہمدان کا وفد آنحضرت کے پاس آیا اور اسلام قبول کر کے چلا گیا۔

بنی کندہ کا اسلام بنی کندہ کے اسّی آدمی آنحضرت کے پاس آئے۔ انکے کپڑے ریشمی تھے۔ جب وہ حاضر ہوئے تو آپ نے کہا "کیا تم مسلمان نہیں ہوئے"؟ انہوں نے جواب دیا "یا رسول اللہ ہم مسلمان ہیں"۔ آپ نے کہا "اگر تم مسلمان ہو تو یہ ریشمی کپڑے کیوں پہن رکھے ہیں"۔ اس پر انہوں نے اپنے کپڑے پھاڑ کر پھینک دئیے۔

حمیر کا اسلام حمیر کے علاقہ میں چھوٹی چھوٹی ریاستیں تھیں جن کے حکمران بادشاہ کہلاتے تھے۔ یہ بادشاہ خود تو نہ آئے لیکن انہوں نے اپنے سفیر بھیجے اور آنحضرت کو اطلاع دی کہ ہم مسلمان ہو گئے ہیں۔ ان سب کے خطوط کے جواب میں آنحضرت نے یہ جواب لکھا " بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ محمد رسول اللہ کی طرف سے شاہانِ حمیر کے نام۔ میں اس خدا کی حمد و ثنا کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے ۔۔۔۔ تمہارے اسلام قبول کرنے اور مشرکین کو قتل کرنے کی خبر معلوم ہوئی۔ بے شک ہدایت خدا نے تمہارے شاملِ حال فرمائی ہے۔ لازم ہے کہ تم نیک کام کرو۔ خدا اور رسول کی اطاعت میں سرگرم رہو۔ نماز قایم کرو۔ زکوٰۃ ادا کرو۔ جو مالِ غنیمت تم کو ملے اس میں سے پانچواں حصہ خدا اور رسول کا نکالو۔ نہری اور بارانی زمین میں سے عشر اور چاہی میں سے نصف عشر ادا کرو۔ چالیس

چالیس اونٹوں میں سے ایک بنت لبون۔ تیس میں سے ایک ابن لبون اور پھر ہر پانچ اونٹوں میں سے ایک بکری زکوٰۃ دیا کرو۔ چالیس گائیوں میں سے ایک گائے اور تیس میں سے ایک جذعہ ادا کرو۔ چالیس بکریوں میں سے ایک بکری ادا کرو۔ یہ خدا کا فریضہ ہے جو اس نے مسلمانوں پر قائم کیا۔ جو اس سے زیادہ دیگا اس کے واسطے بہتری ہے۔ جو اسلام پر قائم رہ کر مسلمانوں کی مشرکوں کے مقابلہ میں مدد کریگا۔ اس کے واسطے وہی منافع ہیں جو مومنوں کے لئے ہیں۔ اور وہی سزائیں ہیں جو ان کے لئے ہیں۔ اور خدا اور رسول کی اس کے واسطے ذمہ داری ہے۔ جو یہودی یا عیسائی اپنے مذہب پر قائم رہیگا۔ اس پر جزیہ ہے۔ ہر بالغ مرد اور عورت اور آزاد و غلام پر ایک پورا دینار۔ پس جو یہ جزیہ رسول اللہ کو ادا کرے گا اس کے واسطے خدا اور رسول کا ذمہ ہے اور جو نہ دیگا وہ خدا اور رسول کا دشمن ہے"۔

حمیر کے سفیروں کے ساتھ آپ نے معاذ بن جبل اور چند آدمی بھیجے تاکہ لوگوں کو اسلام کی تعلیم دیں۔ آپ نے معاذؓ کو کہا " لوگوں کے ساتھ نرمی کرنا۔ بشارت دینا۔ ترک نہ کرنا۔ تم اہل کتاب کے پاس جاؤ گے ان سے کہنا کہ جنت کی کنجی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ کی گواہی ہے۔

آنحضرت کا دستورالعمل

جب آنحضرت کسی شخص کو بڑے لشکر یا چھوٹے لشکر پر سردار مقرر کرتے تو خاص طور پر اس کو خدا سے ڈرنے کا حکم دیتے اور اس کے ساتھ والے مسلمانوں کو نیک کام کرنے کا حکم دیتے اور پھر کہتے کہ خدا کا نام لیکر خدا کی راہ میں لڑو۔ جو شخص خدا کو نہ مانے اس سے لڑو۔ جہاد کرو اور مال غنیمت میں چوری نہ کرو اور اقرار اور عہد کو نہ توڑو اور مردوں کے ہاتھ پاؤں ناک کان نہ کاٹو اور چھوٹے بچوں اور بوڑھوں کو نہ مارو اور جب تم اپنے دشمن مشرکوں سے ملو تو ان کو تین باتوں کی طرف بلاؤ۔ اگر وہ ان کو قبول کرلیں تو تم بھی مان جاؤ اور ان کے قتل سے باز رہو۔ پہلے تم ان کو اسلام کی جانب بلاؤ اور اگر وہ مان لیں تو تم قبول کرلو پھر تم ان کو کہو کہ وہ اپنا ملک چھوڑ کر مسلمان مہاجرین کے

ملک میں چلے آئیں اور ان کو جتلادو کہ اگر وہ ایسا کرینگے تو ان کے لئے وہی ہوگا جو مہاجرین کے لئے ہے۔ اگر وہ اس بات سے انکار کریں تو ان کو جتا دو کہ وہ دیہاتی مسلمانوں کی طرح متصور ہونگے تاوقتیکہ وہ مسلمانوں کی طرح جہاد نہ کریں اس وقت تک غنیمت اور صلح کے مال میں ان کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔ اگر وہ اس سے بھی انکار کریں تو ان سے جزیہ طلب کرو۔ پس اگر وہ اس کو منظور کرلیں تو تم بھی اس کو قبول کرلو۔ اگر وہ اس کو منظور نہ کریں تو پھر تم خدا سے مدد چاہو اور اُن سے لڑو اور جب تم کسی قلعہ والوں کو گھیرلو اور وہ تم سے یہ خواہش کریں کہ تم اُن کو خدا یا اس کے رسول کی پناہ دو تو ایسا نہ کرو بلکہ ان کو اپنی اور اپنے اصحاب کی پناہ دو اس لئے کہ اگر تم اپنی یا اپنے اصحاب کی پناہ کو توڑ ڈالو تو یہ زیادہ آسان ہوگا بہ نسبت اس کے کہ تم خدا اور اس کے رسول کی پناہ توڑو۔ جب تم کسی قلعہ والوں کو گھیرلو اور وہ تم سے یہ خواہش کریں کہ تم ان کو خدا کے حکم پر باہر نکالدو تو تم ایسا نہ کرو بلکہ تم ان کو اپنے حکم پر باہر نکالو اس لئے کہ تم کو خبر نہیں کہ تم خدا کے حکم کو ان کے بارے میں پورے طور پر ادا کرسکتے ہو یا نہیں۔[۲۴]

چونکہ جزیہ کا حکم اس سال ہوا جو ممالک اور صوبے اور قبیلے اسلام کے زیر اثر ہوتے گئے آنحضرت وہاں زکوٰۃ اور جزیہ وصول کرنے کے لئے دیانتدار عمال بھیج دیتے تھے اور وہاں کے لوگوں کو اسلام و قرآن کی تعلیم دینے کی غرض سے مبلغ بھی روانہ کردیتے تھے۔

حج الاسلام

ذیقعدہ ۹ھ میں آنحضرت نے تین سو مسلمانوں کو حج کیلئے مکہ روانہ کیا اور ابوبکر کو اُن کا امیر مقرر کیا۔ یہ پہلا حج تھا جو کفر اور شرک کے ماحول سے پاک تھا۔ گویا اس سال عہد جاہلیت کا خاتمہ اور حکومتِ اسلام کا شروع ہوا۔ قرآن نے اس حج کو "حج اکبر" کہا ہے۔

حضرت ابوبکر مدینہ سے روانہ ہوکر حلیفہ تک پہنچے تھے کہ آنحضرت نے حضرت علی کو روانہ کیا تاکہ سورۂ برات لوگوں کو سنائے۔ یہ دیکھ کر حضرت ابوبکر

واپس مدینہ گئے اور عرض کی "یا رسول اللہ۔ کیا میرے بعد کوئی نیا حکم نازل ہوا تھا جو آپ نے علیؑ کو بھیجا"۔ آپ نے کہا "نہیں۔ لیکن احکام کے پہنچانے کا فرض میرے ذمہ ہے اور اگر میں نہ ہوں تو میرے کسی قریبی کے ذمہ ہے۔ اے ابوبکرؓ۔ کیا تجھ کو یہ فضیلت کافی نہیں کہ تو میرا مصاحب غار ہے"۔

اعلان برائت

مکہ پہنچ کر ابوبکرؓ نے مناسک حج کی تعلیم دی۔ اس کے بعد حضرت علیؑ کھڑے ہوئے اور آپ نے سورۂ توبہ کی چالیس آیات پڑھکر سنائیں اور اعلان کردیا کہ وہ تمام معاہدے جو مشرکین سے کئے گئے تھے اور توڑے گئے ہیں وہ آج سے چار ماہ بعد ٹوٹ جائینگے اور اب کوئی مشرک خانہ کعبہ میں داخل نہ ہوسکیگا۔ اور وہ آیات یہ ہیں "جن مشرکوں سے تم نے عہد باندھا تھا ان کو اللہ اور رسول کی طرف سے قطعی جواب ہے پس اے مشرکو چار ماہ تک اس ملک میں پھرلو اور جان لو کہ تم خدا کو عاجز نہ کرسکوگے اور یہ کہ اللہ کافروں کو رسوا کریگا۔ حج اکبر کے دن لوگوں کی طرف اللہ اور اس کے رسول سے یہ علانیہ اشتہار ہے کہ اللہ مشرکوں سے بیزار ہے اور اس کا رسول بھی۔ پھر اگر تم توبہ کرو تو وہ تمہارے لئے بہتر ہے اور جو نہ مانو تو جانو کہ خدا کو تم نہ تھکا سکوگے اور کافروں کو دکھ دینے والے عذاب کی خوشخبری سنا۔ مگر جن مشرکوں سے تم نے عہد کیا تھا پھر انہوں نے اس کی خلاف ورزی نہیں کی اور نہ تمہارے مقابلہ میں کسی کی مدد کی ان سے ان کا عہد ان کی مدت تک تم پورا کرو۔ اللہ پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے۔ پھر جب حرمت کے مہینے گذر جائیں تو مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو اور پکڑو اور گھیرو اور ہر گھات کی جگہ میں ان کے لئے بیٹھو۔ پھر اگر وہ توبہ کریں اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں تو تم ان کی راہ چھوڑدو اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۔ ۔ ۔ ۔ تم ان لوگوں کو کیوں قتل نہیں کرتے جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑا اور رسول کو جلاوطن کرنے کا قصد کیا تھا اور انہوں نے ہی چھیڑ شروع کی ہے۔ کیا تم ان سے ڈرتے ہو۔ اللہ اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو۔ ان مشرکوں کو قتل کرو خدا ان کو تمہارے ہاتھوں سے عذاب دیگا

اور ان کو ذلیل کریگا اور تم کو ان پر مدد دیگا اور مسلمانوں کے دلوں کو آرام دیگا۔ مشرکوں کا کام نہیں کہ اپنی جانوں پر کفر کی گواہی دیتے ہوئے اللہ کی مسجدیں آباد کریں۔ ان کے اعمال ضایع ہوئے اور وہ ہمیشہ آگ میں رہینگے۔ خدا کی مسجدیں فقط وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور آخری دن پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔ ..... اے مشرکین کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام کا آباد رکھنا اُس شخص کے برابر سمجھ لیا جو اللہ پر اور آخری دن پر ایمان لایا اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ وہ خدا کے نزدیک برابر نہیں اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا۔ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنی جان و مال سے جہاد کیا اللہ کے نزدیک ان کا درجہ بڑا ہے اور وہی کامیاب ہیں ... مومنو۔ اگر تمہارے باپ اور بھائی ایمان کی نسبت کفر کو دوست رکھیں تو تم انکو اپنا رفیق نہ بناؤ ... مومنو۔ مشرک لوگ پلید ہیں سو اس سال کے بعد مسجد حرام کے پاس نہ آنے پائیں اور اگر تم محتاجی سے ڈرو تو خدا اگر چاہیگا تو تم کو غنی کر دیگا۔ اہل کتاب میں سے جو لوگ اللہ اور آخری دن پر ایمان نہیں لاتے اور اللہ اور اس کے رسول کی حرام کی ہوئی اشیاء کو حرام نہیں جانتے اور دین حق قبول نہیں کرتے تم مسلمانوں ایسوں سے مقابلہ کرو یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھوں سے جزیہ دیں اور ذلیل ہو کر رہیں ..... خدا کے نزدیک مہینوں کا شمار خدا کی کتاب میں جس دن اس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا بارہ مہینے ہیں۔ ان میں چار مہینے حرام ہیں پس ان حرام مہینوں میں اپنے نفسوں پر ظلم نہ کرو ..... مہینہ ہٹا دینا کفر میں بڑھتا ہے۔ کافر اس سے گمراہی میں پڑتے ہیں ایک سال اُسے حلال اور دوسرے سال اُسے حرام سمجھتے ہیں تاکہ خدا کے حرام کئے ہوئے مہینوں کا شمار پورا کریں اور خدا کے حرام کئے ہوئے کو حلال کریں۔"

اس اعلان سے تمام اہل عرب پر روشن ہوگیا کہ آنحضرت کا مصمم ارادہ ہے کہ بت پرستی اور شرک کو ملک عرب سے خارج کر دینگے اور اگر یہودی اور عیسائی

اسلام کو قبول نہ کرینگے اور اپنے مذہب پر قائم رہینگے تو وہ "جزیہ دینگے اور ذلیل ہو کر رہینگے"۔

راس المنافقین کی وفات

اسی سال ماہِ ذیقعد میں عبداللہ بن اُبّی سلول جو منافقوں کا سردار تھا فوت ہو گیا۔

وفاتِ نجاشی

اسی سال نجاشی شاہِ حبش نے بھی وفات پائی جس کے سایۂ عاطفت میں مسلمانوں نے چند سال حبش میں گذارے تھے۔ آپ نے نجاشی کیلئے غائبانہ جنازہ کی نماز پڑھی۔[۹۵]

زینب کی وفات

اسی سال آپ کی صاحبزادی زینب کی وفات ہو گئی اب آپ کے بچوں میں سے صرف بی بی فاطمہ ہی زندہ تھیں۔

سنہ ۱۰ ھ

حجاز کا اسلام لانا

فتح مکہ کے تین ماہ بعد ذوالحجہ سنہ ۹ ھ کے موسم حج میں "حج اکبر" کے وقت حضرت علی نے اعلانِ براءۃ کیا اور اس اعلان کے بعد حجاز نے اسلام قبول کر لیا قریش اور یہود کی مزاحمت اکیس سال تک اسلام کی سدِ راہ رہی لیکن جونہی اسلامی فتوحات نے اس مزاحمت کا خاتمہ کر دیا۔ عرب کے مختلف گوشوں سے قبائل آنحضرت کے پاس آ کر مسلمان ہو گئے یہاں تک کہ سنہ ۱۰ ھ میں اسلام کا اثر ایک طرف عمان۔ یمامہ بحرین یمن تک اور دوسری طرف عراق اور شام تک وسیع ہو گیا۔

یمن کا اسلام

ربیع الاول سنہ ۱۰ ھ میں آنحضرت نے حضرت علی کو تین سو آدمیوں کے ساتھ یمن بھیجا۔ یہاں کے باشندے مذہباً یہودی اور عیسائی تھے۔ آپ نے حضرت علی کو تاکید کی کہ جب تک وہ حملہ آور نہ ہوں جنگ نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کرنا۔ قبیلۂ مذحج کے لوگوں کو دعوتِ اسلام دی تو انہوں نے تیر برسائے۔ اس پر جنگ ہوئی اور اسلامی لشکر فتحیاب ہوا اور قبیلہ کے لوگ مسلمان ہو گئے۔ جب یمن کے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا تو آنحضرت نے اُن کے ایمان کی تعریف کی اور کہا "ایمان یمن کا ایمان ہے اور دانائی یمن کی دانائی ہے"۔[۹۶]

مسیلمہ "کذاب"

اس سال مسیلمہ "کذاب" نے آنحضرت کو ایک خط بھیجا جس میں لکھا تھا "مسیلمہ رسول خدا کی طرف سے محمد رسول خدا کو سلام علیک - میں نبوت میں تمہارا شریک کیا گیا ہوں۔ پس نصف زمین ہماری ہے اور نصف قریش کی ہے۔ مگر قریش حد سے تجاوز کر رہے ہیں"۔ جب مسیلمہ کے دونوں قاصد یہ خط لے کر آنحضرت کے پاس آئے تو آپ نے خط پڑھ کر ان سے پوچھا "تم کیا کہتے ہو"۔ انہوں نے جواب دیا "جو اس خط میں لکھا ہے وہی ہم کہتے ہیں"۔ آپ نے کہا اگر قاصد کے قتل کرنے کا قاعدہ ہوتا تو میں تم دونوں کو قتل کر دیتا۔ پھر آپ نے مسیلمہ کو یہ جواب لکھا "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - محمد رسول اللہ کی طرف سے مسیلمہ کذاب کو۔ سلام ہے اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی - اما بعد زمین خدا کی ہے جس کو وہ چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے عنایت کرتا ہے اور عاقبت پرہیزگاروں کے واسطے ہے۔"[۹۳]

اسود عنسی کا دعویٰ نبوت

اسی سال جنوبی عرب کے ایک سردار اسود عنسی نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ وہ ایک بارسوخ اور صاحب ثروت شخص تھا۔ شروع شروع میں اس نے خفیہ طور پر لوگوں کو اپنی طرف بلانا شروع کیا اور اردگرد کے قبائل جو آنحضرت کے مختلف وجوہ کے باعث شاکی تھے اس کے مطیع ہو گئے۔ جب اس کی طاقت بڑھ گئی تو اس نے آنحضرت سے علانیہ بغاوت اختیار کی اور نجران طائف اور ساحل کے دیگر صوبے اس کے مطیع ہو گئے۔ جب آنحضرت کو خبر ہوئی تو آپ نے اس طرف کے عمال کو اس کی سرکوبی کے لئے لکھا۔ اسود قتل کر دیا گیا اور یوں اس فتنہ کا خاتمہ ہو گیا۔[۹۵]

جمعۃ الوداع

ماہ ذیقعد میں آنحضرت نے لوگوں کو اطلاع دی کہ آپ حج کے لئے مکہ جائیں گے۔ یہ خبر جا بجا پھیل گئی اور ہزاروں نے آپ کے ساتھ مکہ جانے کا ارادہ کیا۔ ۲۶ ذیقعد سنیچر کے روز آپ مدینہ سے نکلے۔ آپ کی تمام ازواج آپ کے ہمراہ تھیں۔ آپ کے اردگرد ہزاروں انسانوں کا ہجوم غفیر تھا

آپ نے احرام باندھا اور بلند آواز سے کہا "اے خدا ہم تیرے حضور حاضر ہیں تیرا کوئی شریک نہیں۔ ہم حاضر ہیں۔ تعریف اور نعمت سب تیری ہی ہے اور سلطنت میں تیرا کوئی شریک نہیں"۔ آپ نو دن کے بعد ۴ ذی الحجہ کو اتوار کے روز صبح کے وقت مکہ میں داخل ہوئے۔ جب آپ کوہِ صفا پر پہنچے تو آپ نے یہ آیت پڑھی "صفا اور مروہ خدا کی نشانیاں ہیں"۔ یہاں سے کعبہ نظر آیا۔ تو آپ نے کہا "اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں۔ اس کا کوئی شریک نہیں اس کے لئے سلطنت اور حمد ہے وہی جلاتا ہے اور مارتا ہے اور تمام چیزوں پر قادر ہے۔ اُس اکیلے اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں جس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے بندہ کی مدد کی اور اکیلے تمام قبائل کو شکست دی"۔

خطبہ پھر آپ نے مکہ میں آکر اونٹ پر سوار ہو کر لوگوں کو حج کے اسلامی طریقے اور خدا کے احکام بتائے۔ آپ نے ایک طویل خطبہ دیا اور کہا "اے لوگو۔ حج کے فرائض سیکھ لو شاید اس کے بعد مجھے دوسرے حج کی نوبت نہ آئے۔ جاہلیت کے تمام دستوروں کو میں نے اپنے پاؤں تلے کچل دیا۔ تم اپنے پروردگار کے حضور حاضر کئے جاؤگے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کی نسبت پوچھیگا۔ میں نے خدا کے احکام تم کو پہنچا دئے ہیں۔ جس شخص کے پاس کسی کی امانت ہو وہ اس کی امانت ادا کرے۔ کوئی شخص اپنے قرضدار سے سود نہ لے۔ زمانہ جاہلیت کے تمام خون کے انتقام اب خارج ہیں۔ اور سب سے پہلے میں ابن ربیعہ بن حرث بن عبدالمطلب (آنحضرت کا چچازاد بھائی) کے خون کو باطل کرتا ہوں۔ اے لوگو شیطان سے اپنے دین کی حفاظت کرو اور حرام مہینوں کو حلال اور حلال مہینوں کو حرام نہ کرو..... اے لوگو تمہارا حق تمہاری عورتوں پر ہے اور تمہاری عورتوں کا بھی تم پر حق ہے اُن کا کھانا کپڑا تمہارے ذمہ ہے۔ ان کے ساتھ بھلائی کرو تم نے ان کو خدا سے امانت کے طور پر پایا ہے وہ اپنے واسطے کچھ اختیار نہیں رکھتی ہیں۔ اے لوگو اِن احکام کو اچھی طرح سے سمجھو۔ میں نے قرآن ایسی چیز

تمہارے واسطے چھوڑی ہے اگر اس کو مضبوط پکڑے رکھو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ اے لوگو جان لو کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اور سب مسلمان ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ پس تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرنا۔ اے لوگو جو خود کھاؤ وہی اپنے غلاموں کو دو اور جو خود پہنو وہی اپنے غلاموں کو پہناؤ۔ اے لوگو زنا کی اولاد عورت کو ملیگی اور زنا کیلئے پتھراؤ کی سزا ہے اور ان کا حساب خدا کے ذمہ ہے۔ خطبہ کے آخر میں آپ نے کہا "خدا تم سے میری نسبت پوچھے کہ کیا میں نے تم کو اس کے احکام پہنچا دئیے تو تم کیا جواب دو گے"۔ حاضرین نے کہا "یا رسول اللہ آپ نے احکام الہٰی ہم کو پہنچا دئیے"۔ آپ نے آسمان کی طرف ہاتھ بڑھا کر تین بار کہا "یا اللہ تو گواہ ہو"۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی "آج میں نے تمہارے لئے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو چنا" (مائدہ آیت ۵)۔ جب خطبہ ختم ہو گیا تو آپ نے مسلمانوں کو "الوداع" کہا۔ اس حج کو "حجۃ الوداع" کہتے ہیں کیونکہ یہ آپ کا آخری حج تھا۔ بعض اس کو "حجۃ البلاغ" بھی کہتے ہیں کیونکہ آپ نے خدا کے احکام اس حج میں لوگوں کو بتا دئیے۔

مدینہ کو واپسی حج سے فارغ ہو کر آنحضرت مدینہ واپس آئے۔ راہ میں مقام خم پر آپ نے صحابہ کو جمع کر کے کہا "اے لوگو میں بھی ایک بشر ہوں۔ ممکن ہے کہ خدا کا پیغام (موت) جلدی آجائے۔ اور مجھے قبول کرنا پڑے۔ میں تمہارے درمیان دو بھاری چیزیں چھوڑ جاتا ہوں۔ ایک خدا کی کتاب جس میں ہدایت اور روشنی ہے۔ کتاب اللہ کو مضبوطی سے پکڑے رکھنا اور دوسری چیز میرے اہل بیت (خاندان) ہیں۔ میں ان کے بارے میں تم کو خدا کو یاد دلاتا ہوں"۔ آخری جملہ آپ نے تین بار دہرایا اور کہا "جو مجھ کو پیار کرتا ہے وہ علی کو بھی پیار کرے۔ یا اللہ۔ جو علی سے محبت رکھے اس سے تو بھی محبت رکھ اور جو علی سے عداوت کرے اس سے تو بھی عداوت رکھ"۔

سنہ ۱۱ھ

آخری ایام حجۃ الوداع کے روز آنحضرت نے تمام مسلمانوں کو الوداع کہا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو معلوم تھا کہ آپ کی وفات کا زمانہ قریب ہے چنانچہ اسی زمانہ میں آپ ان لوگوں کی قبروں پر گئے جو جنگ اُحد کے دن کام آئے تھے ۔ اور نہایت رقت سے آپ نے ان کو اس طرح وداع کیا جس طرح کوئی مرنے والا اپنے زندہ رشتہ داروں کو الوداع کہتا ہے ۔ اور ان کے لئے دعائے مغفرت کی ۔

انہی ایام میں آپ نے صحابہ کو کہا "مجھے اس بات کا خوف نہیں کہ تم میرے بعد شرک میں مبتلا ہو جاؤ گے لیکن اس بات کا خوف ہے کہ تم دنیا میں نہ مبتلا ہو جاؤ اور دنیا کی خاطر ایک دوسرے کی گردن نہ مارو اور پہلی اقوام کی طرح ہلاک نہ ہو جاؤ" ۔

مرض الموت کی ابتداء سے ایک روز پہلے آنحضرت نے اُسامہ بن زید کو فوج کے ساتھ شہر بلقار کی طرف جو فلسطین میں ہے روانہ کیا ۔ اس لشکر میں مہاجرین اولین کثرت سے تھے ۔ اس کو اپنے مرض کی وجہ سے حکم دے کر تاکید کی کہ فوراً تیار ہو کر چلا جائے ۔

مرض الموت

آپ ۱۸ صفر کی شب کو قبرستان گئے اور مردوں کے لئے آپ نے دعائے مغفرت کی ۔ جب آپ واپس آئے تو آپ کا مزاج ناساز ہونا شروع ہوا ۔ حضرت عائشہ بھی دردِ سر سے کراہ رہی تھیں ۔ آپ نے کہا "اے عائشہ میں بھی یہی کہہ رہا ہوں ۔ ہائے سر ۔ ہائے سر" اِس وقت سے آنحضرت کی طبیعت علیل ہونی شروع ہو گئی ۔ لیکن مرض کے دوران میں بھی آپ اپنے فرائض سے غافل نہ رہے ۔ چنانچہ جیسا ذکر ہو چکا ہے آپ نے اُسامہ بن زید کو بلقار روانہ ہونے کی تاکید کی ۔ اور اُس کو بھیج دیا ۔

ایام علالت

میں بھی آنحضرت باری باری اپنی بیویوں کے گھروں میں جاتے رہے پانچ دن تک آپ کی طبیعت روز بروز زیادہ علیل ہوتی گئی ۔ سوموار کے روز مرض میں شدت ہوئی تو ازواج سے اجازت لیکر آپ علیؓ اور عباسؓ کے سہارے سے حضرت عائشہ کے مکان پر آئے ۔ جب تک آپ چل پھر سکتے تھے آپ مسجد میں نماز پڑھانے کیلئے جاتے

جب آپ بہت نحیف ہو گئے اور اسی حالت میں عشاء کی نماز پڑھانے کے لئے اٹھنا چاہا تو آپ کو غش آ گیا۔ جب افاقہ ہوا تو حکم دیا کہ ابوبکر نماز پڑھائے۔ چنانچہ کئی دن تک انہوں نے نماز میں امامت کی۔

واقعۂ قرطاس وفات سے چار روز پہلے آپ نے حکم دیا کہ دوات کاغذ لاؤ میں تمہارے لئے ایک تحریر لکھ دوں تاکہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ "آپ کو مرض کی شدت ہے ہمارے پاس قرآن موجود ہے کتاب اللہ ہمارے لئے کافی ہے"۔ صحیح مسلم کی دیگر روایات میں ہے کہ جب آنحضرت نے دوات کاغذ مانگا تو "لوگوں نے کہا رسول اللہ صلعم بے حواسی کی باتیں کرتے ہیں"۔ لیکن حاضرین میں سے بعض نے کہا کہ آنحضرت کے حکم کی تکمیل کرنی چاہیئے۔ جب اختلاف کے سبب شور و غل بپا ہوا تو لوگوں نے کہا "کیا آپ بیہودگی کی باتیں کرتے ہیں۔ خود آپ سے دریافت کرو"۔ جب آپ سے پوچھا گیا تو آپ نے کہا "مجھے چھوڑ دو۔ میں جس جگہ ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے بلاتے ہو"۔

آخری خطبہ ظہر کے وقت آپ کی طبیعت کو افاقہ ہوا تو آپ نے حکم دیا کہ پانی کی مشکیں مجھ پر ڈالو۔ چنانچہ آپ پر سات مشکیں ڈالی گئیں۔ آپ حضرت علی اور حضرت عباسؓ کے سہارے سے مسجد میں آئے۔ نماز ادا کی اور نماز کے بعد آپ نے اپنا آخری خطبہ دیا اور کہا۔ "خدا نے اپنے ایک بندہ کو اختیار دیا کہ خواہ وہ دنیا کی نعمت کو قبول کرے یا اس نعمت کو قبول کرے جو خدا کے پاس ہے۔ لیکن اس نے خدا کی نعمتوں کو قبول کیا"۔ اس فقرہ کو سنکر ابوبکر شدت سے رونے لگے اور کہنے لگے "یا رسول اللہ ہم آپ پر اپنی جانیں اور اولاد قربان کرنے کو موجود ہیں"۔ پھر آنحضرت نے کہا "اگر میں خلق خدا میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا۔ اے لوگو میں انصار کے بارے میں تم کو وصیت کرتا ہوں۔ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنا یہ وہ لوگ ہیں جن میں آ کر مجھے پناہ ملی تھی۔ وہ اپنا فرض ادا کر چکے اب تم کو ان کا فرض ادا کرنا ہے۔ اگر ان سے خطا ہو جائے تو ان کو معاف کرنا۔ اے لوگو جس کسی کی پیٹھ پر

میں نے کوڑے مارے ہیں اب یہ میری پیٹھ حاضر ہے اپنا عوض لے لے۔ جس کسی کو میں نے گالی دی ہو اب وقت ہے کہ اپنا بدلہ لے لے۔ جس کسی سے میں نے مال لیا ہو یہ میرا مال موجود ہے اپنا مال لے لے۔ یاد رکھو دنیا میں فضیحت کا ہونا آخرت کی فضیحت سے بہتر ہے۔"[109] پھر آپ نے کہا کہ "انسان کی سزا اور جزا اس کے ذاتی اعمال پر منحصر ہوگی"۔ اور آخر میں کہا "اے معشر قریش تم اپنی آپ خبر لو میں تم کو خدا سے نہیں بچا سکتا۔ اے بنی عبد مناف میں تم کو بھی خدا سے بچا نہیں سکتا۔ اے رسول اللہ کی بیٹی فاطمہؓ۔ اے رسول اللہ کی پھوپھی صفیہ خدا کے ہاں کے لئے کچھ کر لو میں تمکو خدا سے بچا نہیں سکتا۔ اے عباسؓ بن عبد المطلب میں تم کو بھی خدا سے نہیں بچا سکتا۔"[110] اس خطبہ کے بعد آپ حضرت عائشہؓ کے گھر واپس آ گئے۔

جس روز وفات ہوئی اس دن صبح کی نماز کے وقت آپ کی طبیعت میں کچھ افاقہ ہوا۔ آپ پردہ اٹھا کر مسجد میں گئے۔ ابوبکرؓ نماز میں مسلمانوں کی پیشوائی کر رہے تھے۔ لوگوں کو نماز کی حالت میں دیکھ کر آپ کو بے حد خوشی اور مسرت حاصل ہوئی۔

یہ سب سے آخری موقع تھا جب آپ نے صحابہ کو اور صحابہ نے آپ کو دیکھا۔ وفات سے کچھ پہلے حضرت ابوبکرؓ اور ان کے بیٹے عبد الرحمٰن آپ کو دیکھنے کے لئے آئے۔ عبد الرحمٰن کے ہاتھ میں مسواک تھی۔ آپ حضرت عائشہؓ کی گود میں لیٹے ہوئے تھے۔ آپ نے مسواک کو دیکھا۔ حضرت عائشہؓ نے دریافت کیا کہ آپ چاہتے ہیں کہ یہ مسواک آپ کو دیدوں؟ آپ نے کہا کہ ہاں۔ حضرت عائشہؓ نے مسواک کو دانتوں سے چبا کر اور نرم کرکے آپ کو دی۔ آپ نے اچھی طرح سے مسواک کی۔[111]

وفات

مسواک کرنے کے بعد آپ کی سانس کی گھر گھراہٹ شروع ہوگئی۔ پانی کا پیالہ آپ کے پاس تھا۔ آپ اس میں بار بار ہاتھ ڈالتے اور کہتے "اے خداوند میری سکرات موت میں میری مدد فرما"[112]۔ آپ کا آخری فقرہ تھا "اب اور کوئی نہیں"

بلکہ وہ بڑا رفیق درکار ہے"۔ حضرت عائشہ کی گود میں ہی آپ کا جسم بھاری ہو گیا[113] اور تیرہ روز کی بیماری کے بعد بروز سوموار ۷ جون ۶۳۲ء مطابق یکم ربیع الاول آپ کی روح جسم عنصری سے پرواز کر گئی۔ وفات کے وقت آپ کی عمر تریسٹھ سال کی تھی۔[114]

جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ آنحضرت وفات پا گئے ہیں تو کہرام مچ گیا۔ عقیدتمندوں کا یہ حال تھا کہ ان کو وفات کی خبر کا یقین نہ آتا تھا۔ عمر بن خطاب نے کہا "منافق کہتے ہیں کہ رسول اللہ کا وصال ہو گیا ہے حالانکہ اللہ کی قسم آنحضرت کی وفات نہیں ہوئی بلکہ حضرت موسیٰ کی طرح آپ خدا کے پاس تشریف لے گئے ہیں اور واپس آئینگے۔ جو شخص یہ کہیگا کہ رسول اللہ فوت ہو گئے ہیں میں اس کا سر اڑا دونگا"۔ حضرت ابوبکر آئے آپ نے آنحضرت پر سے چادر ہٹا کر آپ کے چہرہ کو بوسہ دیا اور کہا "میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں جو موت خدا نے آپ کیواسطے لکھی تھی وہ آپ نے چکھ لی۔ اب آپ کو موت نہ پہنچیگی"۔ باہر نکل کر آپ نے عمر کو خاموش ہونے کا حکم دیا اور لوگوں سے کہا "اے لوگو جو شخص محمد کی پرستش کرتا ہو تو جان لے کہ خدا زندہ ہے اور وہ کبھی نہ مریگا"۔ پھر آپ نے قرآن کی آیت پڑھی "محمد فقط رسول ہے پس اگر وہ مر جائے یا قتل ہو جائے تو تم واپس ایڑیوں کے بل کافر ہو جاؤ گے تو جو واپس پھر جائیگا وہ ہرگز خدا کو نقصان نہیں پہنچا سکتا اور خدا شکرگذاروں کو بدلہ دیگا" (آل عمران آیت ۱۳۸)۔ تب عمر اور دیگر عقیدتمندوں کو آنحضرت کی وفات کا یقین آیا۔[115]

تجہیز و تکفین

تجہیز و تکفین کی خدمت میں ہر شخص حصہ لینا چاہتا تھا۔ لیکن انصار میں سے اوس بن خولی کو صرف یہ شرف عطا کیا گیا۔ وہ پانی کے گھڑے بھر بھر لاتا تھا۔ حضرت عباس اور ان کے دونوں صاحبزادے قثم اور فضل آنحضرت کے جسم کی کروٹیں بدلتے تھے۔ اسامہ بن زید بن حارث اوپر سے پانی ڈالتا تھا[116] اور حضرت علی کرتہ کے اوپر ہی سے آپ کے جسم کو ملتے تھے اور کہتے تھے

"میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ زندگی اور موت میں بھی پاکیزہ ہیں"۔ غسل کے بعد نماز جنازہ ادا کرنے کے لئے لوگ تھوڑے تھوڑے کرکے حجرہ کے اندر جاتے اور باری باری نماز پڑھتے۔ پہلے مردوں نے پھر عورتوں نے پھر بچوں نے نماز جنازہ پڑھی۔

جب نماز جنازہ سے فارغ ہوئے تو یہ سوال پیدا ہوا کہ آنحضرت کی نعش کو کس جگہ دفن کیا جائے۔ منگل کا روز گذر گیا تھا اور بدھ کی شام شروع ہو گئی تھی۔ آپ کی نعش کو اسی جگہ دفن کیا گیا جہاں آپ نے انتقال کیا تھا۔ حضرت فاطمہ رو رو کر کہتیں "اے انس تم کو کس طرح گوارا ہوا کہ تم میرے باپ پر مٹی ڈالو"[۲۱۷]

متروکات آنحضرت اپنی وفات کے وقت شہنشاہِ عرب تھے لیکن آپ نے ترکہ میں کچھ نہ چھوڑا۔ وفات سے پہلے جب آپ بسترِ مرگ پر تھے تو آپ نے بی بی عائشہ کو کہا کہ زکوٰۃ کا مال جو اُن کے پاس جمع تھا غربا اور مساکین میں تقسیم کر دیا جائے۔ چنانچہ چھ دینار اسی وقت تقسیم کر دئیے گئے اور آپ نے کہا "اب میری جان کو چین حاصل ہوا ہے اگر یہ دینار میرے پاس رہتے تو میں اپنا منہ اپنے مالک کو کس طرح دکھاتا"۔ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ آخری رات ان کے پاس چراغ جلانے کو تیل تک نہ تھا۔ پس انہوں نے ایک پڑوسن سے تیل مانگ کر چراغ جلایا۔ آنحضرت کی وفات کے وقت آپ کی ایک زرہ ایک یہودی ابا شحم کے پاس تیس صاع جو پر گرو تھی[۲۱۸]۔ آپ عموماً یہ دعا کیا کرتے تھے کہ "یا اللہ آل محمد کو روزی بقدر ضرورت دے۔ یا اللہ مجھ کو مسکین رکھ اور مسکین مار اور مسکینوں کے زمرہ میں میرا حشر کر"[۲۱۹]

بخاری میں روایت ہے کہ "رسول اللہ صلعم نے مرتے وقت کچھ ترکہ نہ چھوڑا۔ نہ درہم نہ دینار نہ غلام نہ لونڈی اور نہ کچھ اور۔ صرف اپنا سفید خچر اور ہتھیار اور کچھ زمین جو عام مسلمان مسافروں کے واسطے وقف کر گئے"[۲۲۰]۔ ہاں بعض عقیدتمندوں نے آپ کے بال آپ کی جوتیاں آپ کا لکڑی کا ٹوٹا ہوا پیالہ جو چاندی کے تاروں سے جوڑ دیا گیا تھا اپنے پاس تبرکاً رکھ لیں۔ حضرت علی نے ذوالفقار

لے لی جوان کے خاندان میں بطور یادگار رہی۔ انتقال کے وقت گاڑھے کی ایک موٹی تہبند آپ کے بدن پر تھی اور ایک کمل تھا جس میں پیوند لگے تھے اور آپ کا بچھونا چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔[۱۲]

حضرت کی وفات کا قبائل عرب پر اثر

ذہبی کہتے ہیں[۱۳] کہ جب آنحضرت کی وفات کی خبر گرد و نواح میں مشہور ہوئی تو اکثر قبائل عرب اسلام سے مرتد ہو گئے۔ انہوں نے حالت کفر اختیار کر لی اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ اور آنحضرت کے مقرر کردہ عمال کو نکال دیا۔ مسیلمہ "کذاب" اور دیگر جھوٹے نبیوں نے سر اٹھایا۔ یہودی اور عیسائی قبائل نے بھی موقعہ کو غنیمت جان کر اسلام کی حکومت سے رُوگردانی اختیار کی۔ خود مسلمانوں میں نفاق پیدا ہو گیا اور انصار مہاجرین سے جدا ہو گئے۔ انصار کے قبائل اوس اور خزرج میں بھی پرانی جدائی از سر نو پھوٹ نکلی۔ عرب کی یہ حالت ہو گئی کہ ابوہریرہ کا قول ہے کہ اگر حضرت ابوبکرؓ خلیفہ نہ ہوتے تو خدائے واحد کی پرستش کرنے والا ایک بھی نظر نہ آتا۔

آنحضرت کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے۔ انہوں نے مرتدین عرب پر فوج کشی کا حکم دیا اور خود مہاجرین اور انصار کے ساتھ نکلے اور مرتدین کو نجد کے قریب شکست دی۔ پھر انہوں نے خالد بن ولید کو فوج کا جرنیل مقرر کیا اور حکم دیا کہ "جب تک لوگ از سر نو اسلام نہ لائیں واپس نہ آنا۔ اور مرتدین سے پانچ باتوں کی خاطر جنگ کرنا یعنی کلمۂ توحید۔ کلمۂ رسالت۔ نماز۔ روزہ اور زکوٰۃ۔" ابوبکرؓ نے حکم دیا کہ اگر کوئی ان پانچ باتوں میں سے ایک سے بھی انکار کرے تو اس سے ایسا ہی جنگ کیا جائے گویا کہ وہ پانچوں سے انکاری ہے۔

اسی طرح حضرت ابوبکرؓ نے علاء بن حضرمی۔ عکرمہ بن ابوجہل۔ مہاجر۔ زیاد بن لبید وغیرہ گیارہ اشخاص کو سر لشکر مقرر کر کے مختلف مرتد قبائل عرب کے ساتھ جنگ کرنے کو بھیجا۔ انہوں نے ان تمام قبائل کو شکست دی۔ ان جنگوں میں

ہزاروں اشخاص مقتول ہوئے اور عرب کی زمین مرتدوں کے خون سے رنگین ہوگئی۔ حضرت ابوبکرؓ ایک سال تک ان مرتد قبائل سے جہاد کرتے رہے یہاں تک کہ ارتداد کا فتنہ ختم ہوگیا اور اسلام از سرِ نو ملک عرب میں قائم ہوگیا۔

بقلم ناقص رقم چمن لعل کاتب تحریر یافت۔

ضمیمہ اول

فہرست غزوات وسریا

(منقول از رحمۃ للعالمین جلد دوم صفحہ ۲۴۴-۲۶۴ مطبوعہ سنہ ۱۹۳۱ء)

غزوہ یا سریہ	تاریخ
سریہ سیف البحر	رمضان سنہ ۱ھ
" رابغ	شوال سنہ ۱ھ
" ضرار	ذیقعد سنہ ۱ھ
غزوۂ ودان یا غزوۂ ابواء	صفر سنہ ۲ھ
" بواط	ربیع الاول سنہ ۲ھ
" سفوان یا بدر اولیٰ	"
" ذوالعشیرہ	جمادی الآخر سنہ ۲ھ
سریہ نخلہ	رجب سنہ ۲ھ
غزوۂ بدر الکبریٰ	رمضان سنہ ۲ھ
سریہ عُمیر بن العدی	"
" سالم بن عمیر انصاری	شوال سنہ ۲ھ
غزوۂ بنو قینقاع	"
" السویق	ذی الحجہ سنہ ۲ھ
غزوۂ قرقرۃ الکُدر یا بنو سلیم	محرم سنہ ۳ھ

۱۵	سریہ قرقرۃ الکدر یا بنو سلیم	محرم سنہ ۳ھ
۱۶	" محمد بن مسلمہ	ربیع الاول سنہ ۳ھ
۱۷	غزوۂ ذی امر یا غزوۂ غطفان یا غزوۂ انمار	"
۱۸	سریہ قردہ	جمادی الآخر سنہ ۳ھ
۱۹	غزوۂ احد	۷ شوال سنہ ۳ھ
۲۰	" حمراء الاسد	۸ شوال سنہ ۳ھ
۲۱	سریہ قطن یا سریہ ابو سلمہ مخزومی	یکم محرم سنہ ۴ھ
۲۲	" عبد اللہ بن انیس	۵ محرم سنہ ۴ھ
۲۳	" رجیع	صفر سنہ ۴ھ
۲۴	" بیر معونہ یا سریہ طرز	"
۲۵	" عمرو بن امیہ الضمری	ربیع الاول سنہ ۴ھ
۲۶	غزوۂ بنو نضیر	"
۲۷	" بدر الاخری	ذیقعدہ سنہ ۴ھ
۲۸	غزوۂ دومۃ الجندل	ربیع الاول سنہ ۵ھ
۲۹	" بنو مصطلق یا مریسیع	۲ شعبان سنہ ۵ھ
۳۰	" احزاب یا خندق	شوال یا ذیقعدہ سنہ ۵ھ
۳۱	سریہ عبد اللہ بن عتیک	ذیقعدہ سنہ ۵ھ
۳۲	غزوۂ بنو قریظہ	"
۳۳	سریہ قرطہ	محرم سنہ ۶ھ
۳۴	غزوۂ بنی لحیان	ربیع الاول سنہ ۶ھ

غزوۂ ذی قردہ یا غابہ	ربیع الثانی سنہ ۶ھ
سریہ عکاشہ یا سریہ غمر مرزوق	״
״ ذی القصہ	״
״ بنو ثعلبہ	״
״ جموم	״
״ طرف یا طرق	جمادی الآخر سنہ ۶ھ
״ وادی القریٰ	رجب سنہ ۶ھ
״ دومۃ الجندل	شعبان سنہ ۶ھ
״ فدک	״
״ ام قرفہ	رمضان سنہ ۶ھ
״ عبداللہ بن رواحہ	شوال سنہ ۶ھ
״ عُرنیین	״
״ عمرو بن امیہ	״
غزوۂ حدیبیہ	ذیقعد سنہ ۶ھ
غزوۂ خیبر	محرم سنہ ۷ھ
״ وادی القریٰ	״
״ ذات الرقاع	״
سریہ عیص	صفر سنہ ۷ھ
״ کدید	״
״ فدک	״
״ حسمی	جمادی الآخر سنہ ۷ھ
״ تربہ	

۵۷	سریہ بنو کلاب	جمادی الاخریٰ سنہ ۷ھ
۵۸	،، منقصہ	رمضان سنہ ۷ھ
۵۹	،، خربہ	،،
۶۰	،، بنی مرہ	شوال سنہ ۷ھ
۶۱	،، بشیر بن سعد انصاری	،،
۶۲	،، ابن ابی العوجا	ذی الحجہ سنہ ۷ھ
۶۳	سریہ ذات الطلح	ربیع الاول سنہ ۸ھ
۶۴	،، ذات عرق	،،
۶۵	،، موتہ	جمادی الاول سنہ ۸ھ
۶۶	،، ذات السلاسل	جمادی الاخر سنہ ۸ھ
۶۷	،، سیف البحر	رجب سنہ ۸ھ
۶۸	،، محارب	شعبان سنہ ۸ھ
۶۹	غزوۂ فتح مکہ	رمضان سنہ ۸ھ
۷۰	سریہ خالد	،،
۷۱	،، عمرو بن العاص	،،
۷۲	،، سعد الشہلی	،،
۷۳	،، خالد بن ولید	شوال سنہ ۸ھ
۷۴	غزوۂ حنین یا اوطاس یا ہوازن	،،
۷۵	،، طایف	،،
۷۶	سریہ عیینہ بن حصین	محرم سنہ ۹ھ
۷۷	،، قطبہ بن عامر	صفر سنہ ۹ھ

۷۸	سریہ ضحاک بن سفیان کلابی	ربیع الاول سنہ ۹ھ
۷۹	" عبداللہ بن حذافہ	"
۸۰	" بنوطے	سنہ ۹ھ
۸۱	غزوہ تبوک	
۸۲	سریہ دومۃ الجندل	

ضمیمہ دوم

فہرست ازواج حضرت محمد صاحب

(منقول از رحمۃ للعالمین جلد دوم صـ۲۳۹)

نمبر شمار	نام ازواج	سن نکاح	زوجہ کی عمر بوقت نکاح	حضرت کی عمر بوقت نکاح	حضرت کیساتھ رہنے کی مدت
۱	خدیجہ	۲۵ میلاد النبی	۴۰ سال	۲۵ سال	۲۵ سال
۲	سودہ	سنہ نبوت	۵۰ سال	۵۰ سال	۱۴ سال
۳	عائشہ	"	۶ سال	۵۴ سال	۹ سال
۴	حفصہ	شعبان سنہ ۳ھ	۲۲ سال	۵۵ سال	۸ سال
۵	زینب بنت خزیمہ	"	۳۰ سال	ایضاً	۳ ماہ
۶	ام سلمہ	سنہ ۴ھ	۲۶ سال	۵۶ سال	۷ سال
۷	زینب بنت جحش	سنہ ۵ھ	۳۶ سال	۵۷ سال	۶ سال
۸	جویریہ	"	۲۰ سال	"	"
۹	ام حبیبہ	سنہ ۶ھ	۳۶ سال	"	"

۱۰	صفیہ	جمادی الآخر ۷ھ	۱۷ سال	۵۹ سال	۳ ۳/۴ سال
۱۱	میمونہ	ذیقعدہ ۷ھ	۳۶ سال	؍؍	۳ ۱/۴ سال

ان کے علاوہ آنحضرت کی دو کنیزیں تھیں یعنی ریحانہ جو ۶ھ میں آپکے قبضہ میں آئی تھی اور ماریہ قبطی جو ۷ھ میں آپ کو بطور تحفہ ملی تھی۔

ضمیمہ سوم

رسالہ ہذا کے حوالجات

مقدمہ

۱ منقول از سیرۃ النبی مؤلفہ شبلی جلد اول ص۳۱۔
۲ ایضاً ص۳۶
۳ ایضاً ص۸
۴ خطبات احمدیہ ص۱۳
۵ شبلی جلد اول ص۳
۶ تلخیص الصحاح جلد چہارم ص۲۵۱
۷ ایضاً ایضاً
۸ ایضاً ص۲۵۲

حصہ اول

محمد مکی

باب اول

۱ صحیح بخاری جلد دوم ص۱۵۱
۲ سیرت ابن ہشام ص۳۸
۳ ایضاً ص۴۹
۴ تاریخ ابو الفدا جلد دوم ص۲
۵ ایضاً ص۵
۶ ایضاً ص۶

۷ھ تلخیص الصحاح جلد اول صـ ۵۸
۸ھ تاریخ ابوالفدا جلد دوم صـ ۷
۹ھ طبقات ابن سعد
۱۰ھ تلخیص الصحاح جلد سوم صـ ۶۱
۱۱ھ سیرت ابن ہشام صـ ۵۴
۱۲ھ ایضاً صـ ۵۶
۱۳ھ ایضاً صـ ۵۷
۱۴ھ تاریخ ابوالفدا جلد دوم صـ ۸

باب دوم

۱ھ رسوم جاہلیت صـ ۱۷ تا صـ ۶۵
۲ھ تاریخ ابن ہشام صـ ۷۷
۳ھ بخاری جلد دوم صـ ۳۱۷
۴ھ تاریخ ابن ہشام صـ ۷۸
۵ھ تلخیص الصحاح جلد پنجم صـ ۹۳
۶ھ بخاری جلد دوم صـ ۱۶۷
۷ھ تاریخ ابوالفدا جلد دوم صـ ۱۱
۸ھ ابن ہشام صـ ۸۲
۹ھ تاریخ ابوالفدا جلد دوم صـ ۱۲
۱۰ھ سیرت ابن ہشام صـ ۸۲
۱۱ھ ایضاً صـ ۸۵
۱۲ھ ترجمۃ القرآن ڈاکٹر نذیر احمد صـ ۱۱۴
۱۳ھ تاریخ ابوالفدا جلد دوم صـ ۱۳
۱۴ھ سیرت ابن ہشام صـ ۸۵ و ابوالفدا صـ ۱۳
۱۵ھ سیرت ابن ہشام صـ ۸۶
۱۶ھ ایضاً صـ ۸۷
۱۷ھ ایضاً صـ ۹۱
۱۸ھ ایضاً صـ ۹۲
۱۹ھ بخاری جلد دوم صـ ۱۸۶
۲۰ھ سیرت ابن ہشام صـ ۹۳ تا صـ ۱۰۲
۲۱ھ ایضاً صـ ۹۵
۲۲ھ ایضاً صـ ۹۶
۲۳ھ ایضاً صـ ۱۰۲
۲۴ھ تاریخ ابوالفدا جلد دوم صـ ۱۵
۲۵ھ بخاری جلد دوم صـ ۱۴۲
۲۶ھ بخاری جلد اول صـ ۲۸۶
۲۷ھ ابن ہشام صـ ۱۰۵
۲۸ھ تفسیر القرآن از عبدالحکیم صـ ۲۷۷ ـ
خطبات احمدیہ صـ ۳۰۲
۲۹ھ تلخیص الصحاح جلد ششم صـ ۴۸
۳۰ھ بخاری جلد سوم صـ ۲۴۹
۳۱ھ تاریخ ابوالفدا جلد دوم صـ ۱۶
۳۲ھ سیرت ابن ہشام صـ ۱۱۱ تا صـ ۱۱۳
۳۳ھ ایضاً صـ ۱۱۹
۳۴ھ تاریخ ابوالفدا جلد دوم صـ ۱۷
۳۵ھ تلخیص الصحاح جلد ششم صـ ۹۶

٣٦ه تاریخ ابو الفدا ص ١٧
٣٧ه بخاری جلد اول ص ٣١١
٣٨ه سیرت ابن ہشام ص ١٢٧
٣٩ه بخاری جلد دوم ص ٣٠٨
٤٠ه بخاری جلد اول ص ١٨٥ تلخیص الصحاح جلد پنجم ص ١١٧
٤١ه تاریخ ابو الفدا جلد دوم ص ١٨
٤٢ه سیرت ابن ہشام ص ١٢٦
٤٣ه بخاری جلد سوم ص ١١
٤٤ه منقول در رحمۃ للعالمین جلد دوم ص ٢٠
٤٥ه سیرت ابن ہشام ص ١٤٨
٤٦ه تلخیص الصحاح جلد ششم ص ١٢٧ و بخاری جلد اول ص ٤١
٤٧ه تلخیص جلد پنجم ص ٥٥ - بخاری جلد دوم ص ١٢٦
٤٨ه تلخیص جلد ششم ص ١١٧
٤٩ه سیرت ابن ہشام ص ١٤٧
٥٠ه ایضاً ص ١٥٥
٥١ه ایضاً ص ١٥٦
٥٢ه ایضاً ص ١٦٥
٥٣ه تاریخ ابو الفدا ص ٢٧
٥٤ه سیرت ابن ہشام ص ١٦٢
٥٥ه بخاری جلد دوم ص ٢٩٦

حصہ دوم
محمد مدنی

١ه سیرت ابن ہشام ص ١٦٨
٢ه تلخیص الصحاح جلد ششم ص ١٤٣ و بخاری جلد دوم ص ١٧٧
٣ه بخاری جلد اول ص ٨٥
٤ه بخاری جلد دوم ص ١٦٣
٥ه تلخیص الصحاح جلد ششم ص ٢١٩
٦ه بخاری جلد دوم ص ١٩١
٧ه بخاری جلد دوم ص ١٦٢
٨ه بخاری جلد اول ص ٧٨
٩ه بخاری جلد سوم ص ١٨٣
١٠ه بخاری جلد دوم ص ١٤٠
١١ه سیرت ابن ہشام ص ١٧٩
١٢ه بخاری جلد اول ص ٢٧٤
١٣ه تلخیص الصحاح جلد چہارم ص ٩

حصہ سوم

١ه بخاری جلد دوم ص ١٨٧ و ص ٢٥٣
٢ه بخاری جلد اول ص ٢٠

۵۳ تلخیص الصحاح جلد چہارم صـ ۲۷۷
۵۴ بخاری جلد دوم صـ ۳۳
۵۵ تلخیص الصحاح جلد چہارم صـ ۲۷۹
۵۶ ایضاً صـ ۲۸۰ و
بخاری جلد دوم صـ ۱۹۷
۵۷ سیرت ابن ہشام صـ ۲۷۶

۵۸ بخاری جلد دوم صـ ۱۹۱
۵۹ تلخیص الصحاح جلد چہارم صـ ۲۸۰
۶۰ سیرت ابن ہشام صـ ۲۴۹
۶۱ بخاری جلد دوم صـ ۳۹
۶۲ ابن ہشام صـ ۲۴۷

سنہ ۳ھ

۱ ابن ہشام صـ ۲۸۷
۲ بخاری جلد سوم صـ ۳۱۸
۳ تاریخ ابو الفدا جلد دوم صـ ۳۶
۴ سیرت ابن ہشام صـ ۲۸۹
۵ ایضاً صـ ۲۹۱
۶ بخاری جلد دوم صـ ۲۰۲ و تلخیص الصحاح
جلد چہارم صـ ۲۸۷
۷ بخاری جلد دوم صـ ۲۴۶
۸ تلخیص جلد چہارم صـ ۲۹۰

۹ تلخیص جلد چہارم صـ ۲۸۹ ـ جلد پنجم صـ ۶۵
بخاری جلد دوم صـ ۳۱ ـ
۱۰ تلخیص جلد چہارم صـ ۲۸۸ ـ بخاری
جلد دوم صـ ۲۰۳ ـ
۱۱ بخاری جلد دوم صـ ۲۷ و ۲۸
۱۲ ایضاً صـ ۳۱
۱۳ بخاری جلد اول صـ ۱۸۳
۱۴ بخاری جلد دوم صـ ۱۹۵ و تلخیص الصحاح
جلد ششم صـ ۱۳۴

سنہ ۴ھ

۱ بخاری جلد دوم صـ ۵۵
۲ تلخیص الصحاح جلد چہارم صـ ۲۹۳
بخاری جلد اول صـ ۱۳۷
۳ بخاری جلد دوم صـ ۱۹۳
۴ سیرت ابن ہشام صـ ۳۲۹

۵ تلخیص الصحاح جلد اول صـ ۱۸۳
بخاری جلد دوم صـ ۲۲۳
۶ تلخیص جلد چہارم صـ ۲۵ ـ
جلد ششم صـ ۱۳۵
۷ بخاری جلد دوم صـ ۲۸۷ ـ

سنہ ۵ھ

۵۱؎ بخاری جلد دوم صـ۲۲ و صـ۴۹

۵۲؎ ایضاً صـ۲۱۰

۵۳؎ ایضاً صـ۳۴

۵۴؎ ایضاً صـ۲۱۱ ۔ تلخیص الصحاح جلد سوم صـ۶۴

۵۵؎ تلخیص جلد سوم صـ۶۴

۵۶؎ ابن ہشام صـ۳۳۶

۵۷؎ بخاری جلد دوم صـ۲۱۲

۵۸؎ سیرت ابن ہشام صـ۳۳۸

سنہ ۶ھ

۱؎ تلخیص الصحاح جلد دوم صـ۲۲ ۔ تاریخ ابو الفدا جلد دوم صـ۴۶

۲؎ بخاری جلد اول صـ۳۴۹

۳؎ تلخیص جلد چہارم صـ۲۹۷

۴؎ بخاری جلد دوم صـ۳۴۶ ۔ ابن ہشام صـ۳۵۶ ۔

۵؎ بخاری جلد دوم صـ۲۱۶ ۔ تلخیص جلد اول صـ۲۱۳ ۔ ابن ہشام صـ۳۵۹

۶؎ تلخیص جلد چہارم صـ۳۰۱

۷؎ بخاری جلد دوم صـ۳

۸؎ ایضاً صـ۲۲۰

۹؎ تلخیص الصحاح جلد چہارم صـ۳۱۴

۱۰؎ ابن ہشام صـ۳۶۸

۱۱؎ بخاری جلد اول صـ۳۷۵

۱۲؎ تاریخ ابو الفدا جلد دوم صـ۵۱

۱۳؎ سیرت ابن ہشام صـ۳۶۷

۱۴؎ ایضاً صـ۳۶۸

۱۵؎ تلخیص الصحاح جلد چہارم صـ۳۰۵

۱۶؎ ابن ہشام صـ۳۷۱

۱۷؎ تلخیص الصحاح جلد ششم صـ۲۱۸

۱۸؎ بخاری جلد سوم صـ۱۵۰

۱۹؎ بخاری جلد اول صـ۳۷۴

۲۰؎ بخاری جلد اول صـ۱۷۳ و صـ۱۸۶

۲۱؎ بخاری

۲۲؎ تلخیص جلد پنجم صـ۱۵

اہل یہود اور آنحضرتؐ کے تعلقات

۱؎ تلخیص جلد چہارم صـ۴۵

۲؎ نذیر احمد ترجمۃ القرآن صـ۱۵۴

۳؎ ابن ہشام صـ۲۸۴

۴؎ بخاری جلد اول صـ۳۴۴

۵ھ سیرت ابن ہشام ص ۲۸۵ و تلخیص جلد چہارم ص ۲۸۴
۶ھ بخاری جلد دوم ص ۲۶۴
۷ھ ایضاً ص ۲۷۵
۸ھ ابن ہشام ص ۲۰۴
۹ھ بخاری جلد دوم ص ۱۹۸
۱۰ھ ابن ہشام ص ۳۳۵
۱۱ھ تلخیص جلد سوم ص ۱۱۹
۱۲ھ ابن ہشام ص ۳۴۱
۱۳ھ بخاری جلد دوم ص ۵۱
۱۴ھ ابن ہشام ص ۳۴۵
۱۵ھ ایضاً ص ۳۴۴
۱۶ھ ایضاً ص ۳۴۵

۱۷ھ بخاری جلد دوم ص ۴۸ و تلخیص جلد چہارم ص ۲۸۵
۱۸ھ تلخیص جلد چہارم ص ۳۱۳
۱۹ھ بخاری جلد اول ص ۳۱۷
۲۰ھ سیرت ابن ہشام ص ۳۷۸
۲۱ھ بخاری جلد اول ص ۳۵۹
۲۲ھ بخاری جلد سوم ص ۳۷۹
۲۳ھ بخاری جلد دوم ص ۲۵۸ تلخیص جلد ششم ص ۶۲
۲۴ھ بخاری جلد دوم ص ۶۴
۲۵ھ ایضاً ص ۲۲۷
۲۶ھ ایضاً ص ۲۳۰

سنہ ۷ھ

۱ھ بخاری جلد اول ص ۵۹
۲ھ تلخیص الصحاح جلد چہارم ص ۹۱
تاریخ ابو الفدا ص ۵۱
۳ھ تلخیص جلد دوم ص ۴۶
۴ھ بخاری جلد دوم ص ۲۵۱

۵ھ ابن ہشام ص ۳۸۹
۶ھ بخاری جلد دوم ص ۶۳
۷ھ ایضاً ص ۲۳۲
۸ھ تاریخ ابو الفدا جلد دوم ص ۵۶

سنہ ۸ھ

۱ھ تلخیص الصحاح جلد پنجم ص ۲
۲ھ ایضاً ص ۳
۳ھ ابن ہشام ص ۲۰

۴ھ تلخیص جلد پنجم ص ۶ - بخاری جلد دوم ص ۱۹۳
۵ھ بخاری جلد دوم ص ۲۳۴

۶ تاریخ ابو الفدا جلد دوم ص ۵۹

۷ تلخیص الصحاح جلد پنجم ص ۹

۸ ایضاً ص ۸ و بخاری جلد اول ص ۲۵۴

۹ تلخیص الصحاح جلد پنجم ص ۹ ۔ جلد دوم ص ۱۲۹ ۔ جلد سوم ص ۸۴ ۔ بخاری جلد اول ص ۳۳۹ ۔ جلد دوم ص ۲۳۵ ۔ سیرت ابن ہشام ص ۴۰۶

۱۰ تلخیص جلد پنجم ص ۱

۱۱ ابن ہشام ص ۴۰۷

۱۲ تاریخ ابو الفدا ص ۶۲ ۔ تلخیص الصحاح جلد پنجم ص ۱۸ ۔ بخاری جلد دوم ص ۲۴۲ ابن ہشام ص ۴۱۱ ۔

۱۳ تلخیص جلد پنجم ص ۱۴ ۔ بخاری جلد دوم ص ۲۶

۱۴ تلخیص جلد پنجم ص ۱۵ ۔ سیرت ابن ہشام ص ۴۱۶

۱۵ تلخیص جلد پنجم ص ۱۱۳

۱۶ بخاری جلد اول ص ۳۴۸

۱۷ بخاری جلد دوم ص ۷

۱۸ تلخیص جلد پنجم ص ۱۴ ۔ بخاری جلد دوم ص ۷ و ص ۲۴۱ ۔ ابن ہشام ص ۴۲۹ ۔

۱۹ بخاری جلد اول ص ۱۴۳ ۔

سنہ ۹ھ

۱ تلخیص الصحاح جلد سوم ص ۲۴

۲ بخاری جلد اول ص ۳۵۹

۳ بخاری جلد سوم ص ۵۸

۴ ایضاً ص ۶۱

۵ ایضاً ص ۱۸۴

۶ بخاری جلد اول ص ۱۶۶

۷ بخاری جلد دوم ص ۶۴

۸ تلخیص جلد دوم ص ۲۸۷

۹ تلخیص جلد دوم ص ۳۱۸ ۔ بخاری جلد سوم ص ۱۶۵

۱۰ تلخیص جلد سوم ص ۲۶۷

۱۱ ایضاً ص ۲۷۰

۱۲ بخاری جلد اول ص ۱۵۴

۱۳ بخاری جلد سوم ص ۱۸۵

۱۴ تلخیص الصحاح جلد دوم ص ۲۷۴

۱۵ ایضاً ص ۳۱۷

۱۶ ایضاً ص ۳۰۷

۱۷ ایضاً ص ۳۰۵

۱۸؎ بخاری جلد اول صـ۳۳۷
۱۹؎ بخاری جلد دوم صـ۳۲۵
۲۰؎ تلخیص جلد پنجم صـ۲۲ - سیرت ابن ہشام صـ۴۳۲
۲۱؎ بخاری جلد دوم صـ۲۵۵ - ابن ہشام صـ۴۴۰
۲۲؎ تلخیص جلد پنجم صـ۱۷ - ابن ہشام صـ۴۴۶
۲۳؎ تلخیص جلد سوم صـ۱۱۷
۲۴؎ بخاری جلد دوم صـ۲۵۰
۲۵؎ ابن ہشام صـ۴۶۹
۲۶؎ تلخیص جلد دوم صـ۱۹
۲۷؎ بخاری جلد اول صـ۱۸۱

سنہ ۱۰ھ

۱؎ بخاری جلد دوم صـ۲۵۰
۲؎ ابن ہشام صـ۴۷۴
۳؎ بخاری جلد دوم صـ۲۴۹
۴؎ تلخیص الصحاح جلد دوم صـ۲۵۰ - ابن ہشام صـ۴۹۷
۵؎ بخاری جلد اول صـ۲۵
۶؎ ایضاً صـ۳۷
۷؎ بخاری جلد دوم صـ۱۴۳
۸؎ ایضاً صـ۱۲۴
۹؎ تلخیص جلد اول صـ۱۷۷ - تاریخ ابو الفدا صـ۷۲
۱۰؎ بخاری جلد دوم صـ۱۰
۱۱؎ تلخیص الصحاح جلد ششم صـ۶۶
۱۲؎ تاریخ ابو الفدا صـ۷۲
۱۳؎ بخاری جلد اول صـ۱۹۰ - تلخیص جلد ششم صـ۶۶
۱۴؎ تلخیص جلد ششم صـ۹۷ - بخاری جلد دوم صـ۱۲۸ -
۱۵؎ ابن ہشام صـ۵۰۵
۱۶؎ تلخیص جلد ششم صـ۶۸
۱۷؎ ایضاً صـ۶۸ - بخاری جلد دوم صـ۲۶۰
۱۸؎ بخاری جلد دوم صـ۲۶۱
۱۹؎ تلخیص جلد سوم صـ۵۹
۲۰؎ بخاری جلد دوم صـ۲۷ - تلخیص جلد پنجم صـ۱۲۸
۲۱؎ تلخیص الصحاح جلد ششم صـ۳۲ و صـ۳۳
۲۲؎ تاریخ الخلفاء مصنفہ جلال الدین سیوطی صـ۴۸ تا صـ۴۹ -